WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

گوشۂ آگہی — صالحہ محمود — ۶

سلسلے وار ناول

جو عشق میں بنے وہ عشق ہی جانے — نائلہ طارق — ۱۷۶
تیرے پیار کی خوشبو — قمروش — ۱۰

مکمل ناول

میرے دل میرے مسافر — فاطمہ خان — ۳۰
گھر — فرزانہ رضوی — ۷۰

ناولٹ

تنہا تنہا دن جیون کے — عرشیہ مسعود — ۱۱۲

افسانے

ضمیر پر ضرب مہلک — افشاں علی — ۵۴
میری زیست کا حاصل — حنا کنول شہزاد — ۹۴
تھام محبت کی ڈور تھام کے — انجم صبغت اللہ — ۱۴۴
ہم تم سے محبت کرتے ہیں — سلمیٰ غزل — ۱۵۰
ایسا بھی ہوتا ہے — افشاں آفتاب کاوش — ۵۶
وہ اجنبی میرا اپنا تھا — فرزانہ عمر دراز — ۱۵۸
توکل — اقراء صنیف — ۱۷۰

جون 2015ء
جلد نمبر 20 شمارہ نمبر 6
قیمت 60 روپے

زرِ سالانہ بذریعہ رجسٹری
720 روپے

34535726

پبلشر و ایڈیٹر صالحہ محمود نے ابن حسن پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر شائع کیا۔
مقام اشاعت: [illegible] ڈی بلاک 2۔ پی۔ای۔سی۔ایچ۔سوسائٹی، کراچی

انتباہ:-
[illegible]

مستقل سلسلے

ردائے جنت — صالحہ محمود — ۷
ردا کی ڈائری — صدف سعد — ۱۹۷
ذرا پھر سے کہنا — شہلا مشائق — ۲۰۷
خوشبو — نورین ملک — ۲۰۴
اس ماہ میں — نورین ملک — ۲۰۱
سندیسے — صالحہ محمود — ۲۱۳
کچن — ثریا اقبال — ۲۲۱
سنگھار — شہلا مشائق — ۲۲۵
اشعار — نورین ملک — ۱۹۹

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

صالحہ محمود

گوشہ

زندگی موسم کی طرح رنگ بدلتی ہے۔ وقت کی رفتار بھی نہیں رکتی، کوئی کسی کے لیے نہیں رکتا۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے۔ سویرے سے شام ہوتی ہے۔ پھر شام کے بعد اندھیرا۔ دنیا کی یہی کہانی ہے موسموں کے چہروں میں ہر دکھ اور خوشی کی کہانی ابھرتی ہے۔ انسان کی شدت پسندی جب ابھر کر سامنے آتی ہے تو کوئی حادثہ رونما ہوتا ہے۔ خوشی اور غم دونوں کا امکان ہوتا ہے۔ جس طرح جون کی جھلسا دینے والی دھوپ میں جلتے ہوئے صحرا کی آگ میں بھی پھول کھل اٹھتے ہیں اور کہیں تپتی دھوپ سے پھول کملا بھی جاتے ہیں۔ یہ آثار ہے دنیا کی ایک شان ہے جس میں ہر ایک انسان کی کہانی ہے۔

ملک میں ہولناک تباہیوں کا ایک تصور پھیلتا جا رہا ہے مذہب کے نام پر ہلاکتوں کا ذکر عام ہے۔ وہیں میڈیا کی سنسنی خیز اطلاعات نے عوام کو ذہنی پریشانیوں سے دوچار کر دیا ہے۔ کوئی درمیانی راستہ اختیار کیا جائے تاکہ جانی اور مالی نقصان سے بچا جا سکے۔ اندرونی خلفشار نے ہمیں اپنے آپ سے بھی دور کر دیا ہے۔

جھلسا دینے والی دھوپ میں جب کہ سایہ بھی مرجھائے مرجھائے دکھائی دے رہے ہیں ایسے میں کچھ کے قلم کی حوصلہ افزائی بھی اہم بات ہے لکھتے وقت ہمیشہ اپنے آپ سے یہ سوال کریں کہ جو کچھ آپ لکھ رہے ہیں دوسروں پر اس کا اثر کیسے پڑے گا۔ لکھنا ہو یا عام زندگی حالات اور وقت کا تعین کرنا پڑتا ہے۔ لکھتے وقت مثبت سوچ کا ہونا بہت ضروری ہے۔ دکھ اور خوشی میں ایک اہم پہلو رائٹرز سے شیئر کرنی ہے محبت یا خوشی کی بات لکھتے ہوئے اندر سے انسان خوش رہتا ہے۔ دکھ کے بعد خوشی کا اظہار لازمی احساس ہے جو کہانی کا جز ہوتا ہے۔ تحریر وہی اچھی ہوتی ہے جس کو پڑھ کر آپ بہتر محسوس کریں۔ اسی لیے میں کہتی ہوں کہ عادتاً بہت جو کچھ بھی جیسا لکھ سے خود کو الگ رکھیں۔

اگلا شمارہ جولائی کا عید نمبر ہوگا جو کہ رمضان میں مل جائے گا۔ ماہ رمضان کی برکتوں سے آپ لطف اندوز ہوں لیکن دوسروں کے لیے بھی اس کا اہتمام کریں۔ یقین روا میں آپ کی شمولیت روا میں چار چاند لگا دے گی۔

ہمارے کمپوزر ظہیر کی والدہ کا رضائے الٰہی سے پچھلے دنوں انتقال ہو گیا۔ خدا ان کے درجات بلند کرے، ان کی لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے۔ تمام قارئین اور رائٹرز ان کے لیے دعائے مغفرت کریں۔

آپی

عید سروے

1۔ عید 2015ء کے لیے کیا خاص پلاننگ کی ہے؟ 2۔ عید آپ کا خیال لاتی ہے کس کا؟ 3۔ عید کے حوالے سے کوئی یونیک ڈش یا مشروب تائیں۔ 4۔ اُن کے گھر سے پہلی عید پر کیا آیا تھا؟ 5۔ عید کے دن میزبان بننا زیادہ اچھا لگتا ہے یا مہمان بننا۔ 6۔ عید کے دن سب سے زیادہ عیدی کا ریکارڈ کتنا ہے؟ 7۔ میکے اور سسرال کی عید میں کیا فرق ہے؟ 8۔ عید کے دن سر خود ڈیزائن کرتی ہیں یا ٹیلر کے آسرے پر چھوڑ دیتی ہیں۔ 9۔ عید پر پہلی دفعہ کس کی لینے کی تمنا ہے؟ 10۔ عید کی صبح سہانی لگتی ہے یا شام؟

نوٹ: تمام سوالوں کے مختصر جوابات تحریر کریں۔ دو تین لائنز سے زیادہ جوابات نہ ہوں۔

صالحہ محمود

غصے پر قابو پانا
اسلامی تعلیمات کا امتیازی پہلو

پیار و محبت، خوشی و مسرت، غصہ و نفرت، غیظ و غضب، یہ تمام جذبات انسانی زندگی کے ساتھ ساتھ ہیں۔ ان کا مناسب اظہار ہی انسان کو ایک کامیاب شخص بناتا ہے، یعنی معاشرے میں وہی شخص صاحب اخلاق کہلاتا ہے جو اپنے جذبات کا مناسب موقع پر اور درست طریقے سے اظہار کرتا ہے۔ ان تمام انسانی جذبات میں سب سے زیادہ آتشیں جذبہ غصے کا اظہار ہے، جو نہ صرف انسان کی عقل کو وقتی طور پر مفلوج کرتا ہے بلکہ اس کے حواس بھی معطل کر دیتا ہے۔ "غصہ" انسان کو بے قابو کر کے اسے حلقۂ انسانیت سے باہر کر دیتا ہے۔ یہ وہ آتش ناک حیوانی وصف ہے کہ جس سے مغلوب ہو کر انسان وہ کچھ کر بیٹھتا ہے جو عام حالات میں کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ غصے کا غیر مناسب اظہار ایک منہ زور اور بے لگام گھوڑے کی طرح ہے جو انسان کو تخت سے تختۂ دار پر لا پٹختا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ غصے کی ابتدا حماقت سے اور انتہا ندامت پر ہوتی ہے۔

غصے کی طاری ہونے والی کیفیت کو ایک حدیث مبارکہ میں یوں بیان کیا گیا ہے: "دیکھتے نہیں کہ اس کی آنکھیں لال اور رگیں پھول جاتی ہیں تو جس کو اپنے غصے کا احساس ہو، اسے چاہیے کہ وہ زمین سے لگ جائے۔" (جامع ترمذی)

غصے پر قابو پانا حالت غیظ و غضب میں ضبط و برداشت سے کام لینا، بے موقع غصے کا اظہار نہ کرنا، باوجود قدرت کے انتقام نہ لینا اور لوگوں کو معاف کر دینا، متقین کی صفات میں سے ہے۔ ارشاد ربانی ہے: "وہ اپنے غصے کو دبا لیتے ہیں، لوگوں کے قصور معاف کر دیتے ہیں اور اللہ نیک اعمال کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔" (سورۂ آل عمران) ایک موقع پر ارشاد فرمایا گیا: "اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو وہ معاف کر دیتے ہیں۔" (سورۃ الشوریٰ)

آیت مذکورہ کی مزید وضاحت اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا، اے میرے رب! آپ کے نزدیک آپ کے بندوں میں سے کون سب سے پیارا ہے؟ فرمایا: وہ جو انتقامی کارروائی کی قدرت رکھنے کے باوجود معاف کر دے۔" (مشکوٰۃ)

سرور عالم ﷺ کی حیات مبارکہ حسن اخلاق و حسن معاشرت کا بہترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی سے بے شمار ایسے واقعات وابستہ ہیں کہ جب آپ ﷺ نے اختیار و قدرت کے باوجود عفو و درگزر سے کام لیا۔ واقعۂ طائف ہو یا صلح حدیبیہ، فتح مکہ ہو یا میثاق مدینہ آپ ﷺ نے ہر جگہ مثالی اخلاقیات کا مظاہرہ فرمایا۔ غرض یہ کہ ترش رویے کے خلاف بھی اشتعال انگیز رویہ اختیار نہیں فرمایا۔

رحمت عالم ﷺ ایک یہودی کے مقروض تھے۔ وہ یہودی طے شدہ مدت سے چند روز قبل ہی تقاضا کرنے آ گیا۔ اس نے نہایت بدتمیزی اور غیر شائستگی سے آپ ﷺ کی چادر کھینچی کہ آنحضرت ﷺ کی گردن مبارک سرخ ہو گئی اور دامن کھینچ کر سخت غصے کے لہجے

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میں اپنے قرض کا تقاضا کرنے لگا۔ اس بدتمیزی پر حضرت عمرؓ برانگیختہ ہو گئے قریب تھا، آپ یہودی کو رسول ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی سزا دیتے، مگر رحمت اللعالمین ﷺ جو مملکت اسلامیہ کے سربراہ بھی تھے۔ آپؐ نے اس گستاخ سے صرف اس قدر فرمایا کہ "ابھی تو وعدے میں تین دن باقی ہیں۔" قربان جایئے، اس لطف و کرم پر کہ تمام اختیارات رکھنے کے باوجود رحمت عالم ﷺ نے اسے معاف فرما دیا۔ غرض غصہ، غیظ و غضب وہ شیطانی عمل ہے جو انسان کے ایمان و ایقان تک کو متاثر کرتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے "یقیناً غصہ ایمان کو اس طرح خراب کرتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو خراب کرتا ہے۔" (مشکوٰۃ، بیہقی)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "غصہ نہ کیا کرو" اس شخص نے کئی دفعہ اس سوال کا اعادہ کیا۔ آپ ﷺ نے ہر بار یہی فرمایا کہ "غصہ نہ کیا کرو۔" حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رضائے الٰہی کے لئے از روئے اجر غصے کا گھونٹ پی جانے سے بڑھ کر اللہ کے نزدیک کوئی گھونٹ نہیں۔ (ابن ماجہ، باب الحلم)

اسی طرح ایک حدیث مبارک میں غصے کو برداشت کرنے اور پی جانے کا اجر اور اس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا: "جو شخص اپنے غصے کے نفاذ پر قادر ہو اور وہ غصے کو روک لے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے لوگوں کے روبرو بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ جنت کی جس حور کو پسند کرے، اسے اپنے لئے چن لے۔" حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "پہلوان اور طاقت ور وہ نہیں، جو لوگوں کو پچھاڑ دے پہلوان وہ ہے جو غصے کی حالت میں اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔" (صحیح بخاری)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: "لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں۔ جنہیں غصہ دیر میں آتا ہے اور دیر میں دور ہوتا ہے اور بعض ایسے بھی ہیں کہ جنہیں غصہ جلدی آتا ہے لیکن جلدی دور ہو جاتا ہے، پس دیر دیر کا اور جلدی جلدی کا کفارہ ہے اور اچھے وہ لوگ ہیں جنہیں غصہ دیر میں آئے اور جلدی دور ہو جائے اور برے وہ لوگ ہیں جنہیں غصہ جلدی آئے اور دور دیر میں ہو۔" (ترمذی)

سرور عالم، محسن انسانیت ﷺ نے غضب ناک اور آتش ناک جذبے سے اپنے آپ کو بچانے کے نہایت سہل علاج تجویز فرمائے ہیں۔

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو اسے چاہئے کہ بیٹھ جائے، اس پر بھی اگر غصہ دور نہ ہو تو بہتر ہے وہ لیٹ جائے۔" (سنن ابوداؤد) حضرت سلیمانؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں بیٹھے تھے دو آدمی ایک دوسرے کو گالیاں دینے لگے۔ ایک ان میں سے دوسرے کو غصے میں گالیاں دے رہا تھا اور اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا اور پھر فرمایا: "مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے کہ اگر وہ اسے پڑھے تو یہ غصہ جاتا رہے اور وہ یہ ہے کہ وہ "اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم" کہے۔" (صحیح بخاری)

ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: "غصہ شیطانی اثر کا نتیجہ ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ آگ صرف پانی سے بجھتی ہے۔ تو جسے غصہ آئے، اسے چاہئے کہ وضو کر لے۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں غصے کے نقصانات اور تباہ کاریوں سے بچائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان مبارک تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش
یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے
ہم خاص کیوں ہیں؟
ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل رینج
ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رزیوم ایبل لنک
ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل رینج
ہر کتاب کا الگ سیکشن
ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
We Are Anti Waiting WebSite
واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے
ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں
ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں
اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں
WWW.PAKSOCIETY.COM
Online Library For Pakistan
Like us on Facebook
fb.com/paksociety
twitter.com/paksociety1
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

سلسلہ وار ناول

قسط نمبر 19

تیرے پیار کی خوشبو

عارفین کو غصہ تو بہت آیا دل تو شدت سے چاہا کہ نہ صرف ٹھیک ٹھاک سنا دے بلکہ یاور درانی کی بدتمیزی پر اس کا ریشہ ریشہ الگ کر دے مگر وہ دونوں ان کے گھر پہلی دفعہ آئے تھے، اس لیے تحمل برت گئی تھی، پیچھے

کھڑی معصومہ جس نے عارفین کی چوڑی پشت کو سختی سے پکڑ رکھا تھا۔ وہ بغور اسے سن رہی تھی اور دل میں سوچ رہی تھی کہ وہ اب محفوظ ہے عارفین اسے کچھ نہیں ہونے دے گا۔

"چلو معصومہ!" عارفین نے گھوم کر سہمی ہوئی معصومہ کی کپکپاتی کلائی تھامی اور وہاں سے اسے اپنے بیڈروم میں لے آیا تھا۔

"ڈیڈ! آپ نے اسے ایسے کیوں جانے دیا؟" یاور درانی غصے سے ان کے پیچھے جانے لگا تھا کہ اسفند درانی نے اس کو روک دیا تھا۔ وہ اور غصہ ہو گیا تھا۔

"ریلیکس مائی سن! ریلیکس۔" اسفند درانی نے ایک نظر بیڈروم کا بند دروازہ دیکھا پھر یاور درانی کو دیکھا تھا۔

"تم ایک کام کرو کینیڈا سے شادی کی تصویریں، مووی اور نکاح نامہ سب ارجنٹ منگواؤ یہ عارفین تماشی

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

تیز سی لکیر ہے اور جب گھی سیدھی انگلی سے نہ نکلے تو انگلی ٹیڑھی کرنی پڑتی ہے۔"

ان کے ذہن نے ابھی ابھی سارا سازشی پلان بنا لیا تھا۔ ہونٹوں پر مکروہ اور پراسرار مسکراہٹ لیے وہ واپسی کے راستے پر ہو لیے اور ان کے پیچھے یاور درانی چل دیا تھا۔

☆---☆

وہ بیتے دن یاد ہیں
وہ پل چھن یاد ہیں
گزارے تیرے سنگ جو

ژالے بیڈ روم کی صفائی کر رہی تھی۔ زرمیل بیک کراؤن سے ٹیک لگائے اسٹیریو پہ یہ گانا فل والیوم میں سن رہا تھا اور وہ یہ گانا فل والیوم میں کیوں سن رہا تھا۔ وہ اچھی طرح سے جانتی تھی۔ مری کے ہوٹل میں گزارے اس کے ساتھ وہ دو دن وہ راتیں بھلا وہ کیسے بھول سکتی تھی۔ وہی دو دن تو تھے جس نے اس کو سراپا بدل دیا تھا۔ اس کی زندگی بدل دی تھی۔ اس کے دل میں زرمیل کے لیے محبت ہی محبت آباد کر دی تھی۔ ژالے نے چپکے سے ایک نظر زرمیل پر ڈالی تھی۔ وہ آنکھیں موندے شاید انہی لمحوں کی کہانی میں کھویا ہوا تھا۔

وہ راتیں سب یاد ہیں
وہ راتیں سب یاد ہیں
بتائے تیرے سنگ جو

ژالے کے دل میں ہلکا سا درد اٹھا تھا۔ آج زرمیل اس حالت میں تھا تو اس کی وجہ صرف اور صرف وہ ہی تو تھی۔ وہ شاید یونہی ٹک ٹک زرمیل کو تکتی رہتی اگر اچانک سے زرمیل نے آنکھیں نہ کھول دی ہوتیں۔ وہ بری طرح سے گڑبڑا کے رہ گئی تھی اور پھر سے ڈریسنگ ٹیبل کی صفائی کرنے لگی تھی۔ زرمیل نے بغور اس کو دیکھا تھا۔ شیشے میں اس کے عکس سے بہت سی یادیں مزید گہری ہوتی چلی گئی تھیں، جن سے اب تکلیف ہونے لگی تھی۔

"زخم اتنے گہرے ہیں کہ شاید ہی مندمل ہوں، جسم کے ان زخموں سے زیادہ وہ تو روح پر گھاؤ لگے ہیں، جن سے ابھی بھی لہو رستا ہے اور ان سب کی وجہ سامنے کھڑی ژالے ہے۔"

اسٹیریو ابھی بھی چل رہا تھا۔ جس کی فل والیوم سے پورے کمرے کے در و دیوار گونج رہی تھیں۔ ژالے نے پورے بیڈ روم کی صفائی کر دی تھی۔ سوائے بیڈ شیٹ چینج کرنے کے ہمت کر کے وہ بیڈ کی طرف بڑھی۔

"زرمیل! وہ مجھے بیڈ شیٹ چینج کرنی ہے۔" ہاتھ میں بیڈ شیٹ لیے سر کو نگاہوں کو جھکائے اس طرح کھڑی تھی جیسے کوئی مجرم اپنے جرم کا اعتراف کر رہا ہو۔

زرمیل کے دل میں جانے کیا آیا اس نے سائیڈ ٹیبل سے کھڑی اپنی اسٹک اٹھائی اور آہستگی سے کھڑا ہوا تھا اور اس پر ایک غلط نگاہ ڈالتا آرام آرام سے چلتا ہوا صوفے پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔ ژالے نے جلدی سے بیڈ شیٹ چینج کی تاکہ زرمیل آرام سے پھر بیڈ پر لیٹ جائے۔ ارادہ تھا کہ بیڈ شیٹ چینج کرے اور کمرے سے باہر چلی جائے کیونکہ زرمیل نے یہ گانا پھر سے اسٹارٹ کر دیا تھا۔

رضا بھی حرا کے ساتھ سامنے کسی بچے کی برتھ ڈے پارٹی میں گیا ہوا تھا۔ عارفین بھی کچھ دیر پہلے زرمیل سے کافی باتیں کر کے چلا گیا تھا۔ وہ بھی اپنا سارا کام نمٹا کے اوپر مجھ کے پاس جانا چاہتی تھی۔ اولاد کر اداس

وہ دکھی ہوتی تو ماں کی نرم و گرم آغوش کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں تھی۔ وہ سکون حاصل کرنے کے لیے اپنی ماں کی آغوش میں چھپ کر ڈھیر سارا رو کر اپنے دل کا غبار ہلکا کرنا چاہتی تھی۔

ژالے بیڈ شیٹ چینج کر کے پیچھے ہی مڑی تھی، بالکل پیچھے زرمیل کھڑا تھا ان سرمئی آنکھوں میں جانے کیسا جذبہ ہلکورے لے رہا تھا۔ وہ سمجھ ہی نہیں سکی تھی۔ اس کے ہاتھ سے نہ صرف میلی بیڈ شیٹ کارپٹ پر گری تھی بلکہ زرمیل نے یوں اچانک پیچھے کھڑے ہونے پر ژالے نے اس کا مضبوط بازو پکڑ لیا تھا مگر خود کو سنبھال ہی نہیں سکی اور نہ زرمیل نے ایسی کوئی کوشش کی تھی وہ بیڈ پر گری تو زرمیل نے اس کے گرد اپنے مضبوط بازو کا حصار کھینچ دیا تھا۔

"مری کے ہوٹل میں گزارے تمہارے ساتھ وہ دو دن، وہ راتیں یاد آتی ہیں تو دل کرتا ہے اپنے ساتھ ساتھ تمہاری ہستی بھی مٹا دوں۔ کاش اپنی زندگی کے اوراق میں سے یہ صفحے پھاڑ کر جلا سکتا۔ کبھی کبھی تو سوچتا ہوں میری محبت میری چاہت کی، میری قربت و رفاقت کے تم قابل تھیں ہی نہیں، تم جیسی بے حس خود غرض مفاد پرست لڑکی سے محبت کرنی ہی نہیں چاہیے تھی۔" ان سرمئی کانچ میں اتنا زہر اتنا غصہ اتنی کڑواہٹ کی وجہ سب الگ بات تھی۔

نفرت وہ بھی شدید نفرت...... وہ کیسے ان کا بوجھ سنبھال سکے گی۔ وہ تو یہی سوچ سوچ کر گھٹ گھٹ کر مر جائے گی کہ زرمیل اسے بے وفا سمجھتا ہے۔"

"اتنی نفرت کرتے ہیں آپ مجھ سے۔" اپنی ہی آواز جیسے کسی گہرے کنواں سے آتی محسوس ہوتی تھی۔

"ہونہہ نفرت......" وہ طنزیہ ہنستا تھا اور اس کے چہرے پر آئی چند بکھری الجھی لٹوں کو اپنی انگلی میں لپیٹنے لگا تھا اور بغور ان سبز جھیل میں جھانکنے لگا تھا۔

"یہ تو بہت چھوٹا لفظ ہے، تم تو اس سے بھی زیادہ کی حقدار ہو۔"

بس اس کی رہی سہی ہمت بھی ٹوٹ گئی تھی اس سے پہلے کہ ان سبز جھیل جیسی آنکھوں سے ایک سمندر بہنے لگے جس کی اس دشمن جاں کی نظروں میں، دل میں کوئی قدر نہیں وہ کیوں اب اس کے سامنے مزید رو کر خود کو ارزاں کرے۔ اس نے ان نفرت بھری سرمئی آنکھوں سے بچنے کے لیے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

"اس .... آں ...." زرمیل نے فوراً ٹوک دیا تھا اس نے آنکھیں کھول دیں مگر ان میں ناچاہتے ہوئے بھی نمی سی بھر آئی تھی۔

"کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لینے سے خطرہ نہیں ٹل جائے گا۔ میری تکلیف کا اذیت کا ایک ایک حساب دینا ہوگا تمہیں، جتنا درد مجھے ہے اس سے دوگنا تمہیں سہنا ہوگا۔ چاہے اس میں تمہاری جان ہی کیوں نہ چلی جائے مگر تمہیں ان سب سے پہلے مجھے میرا کچھ چاہیے۔"

وہ اس پر جھکا تھا اور اس کے لبوں پر اپنی نفرت کی ایک مہر ثبت کر دی تھی۔ اس نفرت کی شدت اس نے اپنے اندر تک محسوس کی تھی۔ زرمیل اٹھا اور اسٹک کے سہارے چلتا ہوا واش روم میں چلا گیا تھا۔

ژالے نے اپنے لبوں پر ہاتھ پھیرا جہاں سے خون کی معمولی سی بوند چھلکنے لگی تھی۔ زرمیل نے اس کا ہونٹ زخمی کر دیا تھا۔ آنکھوں میں آنسو لیے بمشکل اس نے اپنے وجود کا بوجھ اٹھایا تھا اور ہارے ہوئے قدموں سے باہر نکل گئی تھی۔

☆---☆

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

اسفند درانی اور یاور درانی آج تین دن بعد پھر آئے تھے اور جو کچھ اپنے ساتھ لائے تھے وہ کسی قیامت سے کم نہیں تھا۔ وہ یقین نہیں کرتا مگر کیسے نہیں کرے یہ سب اپنی آنکھوں سے جو دیکھ رہا تھا تو کسی شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں بچتی تھی۔

"نہیں نہیں... عارفین! یہ سب جھوٹ ہے۔ بکواس ہے، یہ سب ان دونوں کی چال ہے۔" معصوم عارفین کے پاس آئی اور اس کا مضبوط ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

"عارفین! میرا یقین کریں یہ سب بالکل سچ نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں کی چال ہے مجھے یہاں سے لے جانے کی۔ عارفین آپ جانتے ہیں ناں۔" وہ سسکتی ہوئی عارفین کے قدموں میں بیٹھ گئی تھی۔

"وہ نہیں سنے گے تمہاری کیونکہ عارفین نے یہ سب حقیقت اپنی آنکھوں سے دیکھ لی ہے۔ وہ تمہارا یقین نہیں کرے گا۔" یاور درانی نے فاتحانہ مسکراتے ہوئے بلکتی ہوئی معصوم کو دیکھا تھا۔ عارفین نے ایک نظر یاور درانی پر ڈالی پھر معصوم کو دیکھا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے ہٹاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ یاور درانی نے اپنے باپ اسفند درانی کو فاتحانہ نظروں سے دیکھا تھا۔ اسفند درانی نے اشارہ کر دیا۔

"چلو اب بہت ہوگئی ہے یہ رونا پیٹنا ختم کرو۔ اٹھو اور ہمارے ساتھ کینیڈا چلو تمہارے چلنے کے سارے انتظامات کر دیے ہیں۔ آج شام کی ہی فلائیٹ سے ہمیں نکلنا ہے۔" یاور درانی نے کہنے کے ساتھ ہی بڑی بے دردی سے اس کی کلائی اپنے شکنجے میں سختی سے دبوچی اور اسے گھسیٹنے کے انداز میں لے جانے لگا تھا۔

"نہیں کبھی نہیں تم دھوکے باز ہو۔" معصوم نے ایک ہی جھٹکے سے یاور درانی سے اپنی کلائی چھڑائی اور رخ موڑے عارفین کی طرف بھاگی تھی۔

"عارفین! میرا یقین کریں خدارا، یہ جھوٹ بول رہے ہیں یہ تصویریں یہ نکاح نامہ یہ مووی سب جھوٹ ہے۔ جعلی ہے سب ان میں کوئی سچائی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ میں صرف آپ کی بیوی ہوں۔ آپ سے محبت کرتی ہوں آپ کو چاہتی ہوں۔" وہ بے نیاز کھڑے عارفین کے سامنے آئی اور اس کے شانے پر اپنی ہتھیلی رکھ دی تھی۔ عارفین نے بغور اس کا چہرہ دیکھا تھا۔ وہ آنسوؤں سے بے اختیار رو رہی تھی۔ اپنی بات کا یقین دلا رہی تھی اور جو اعتراف وہ آج کر رہی تھی اس کو سننے کے لیے تو اس نے کتنا بے صبری سے انتظار کیا تھا مگر آج اس پل اس اعتراف نے اپنی قدر کھو دی تھی۔ وہ شاید ان کے ڈر کی وجہ سے یہ اعتراف محبت کر رہی تھی یا شاید اسے بہلا رہی تھی۔

"چل معصوم! بہت ہوگیا تیرا ڈراما اب نکلنے کی کر یہاں سے۔" یاور درانی اپنی اصلیت پر اتر آیا تھا اسے مہذبانہ خول سے باہر آ گیا تھا۔ معصوم کا ہاتھ اتنی بری طرح پکڑا تھا کہ اس کا ناخن لگنے کی وجہ سے اس کی کلائی چھل گئی تھی جہاں سے خون کی چند بوندیں نکل آئیں۔

"چھوڑو مجھے۔" یاور درانی زبردستی اسے گھسیٹنے لگا تھا۔ معصوم پوری جان سے اپنی کلائی اس درندے سے چھڑا رہی تھی۔

"عارفین! خدا کے لیے مجھے بچالیں یہ لوگ مجھے مار دیں گے عارفین... عارفین....." وہ بری طرح حلق کے بل چیخی تھی۔ عارفین کے دماغ کی رگیں تن گئی تھیں وہ دانتوں کو بھینچتا ہوا پیچھے مڑا تھا۔

"چھوڑو معصوم کا ہاتھ۔" یاور درانی، عارفین کو دیکھنے لگا تھا مگر معصوم کا ہاتھ نہیں چھوڑا تھا۔ بلکہ اس بار اسفند درانی آگے بڑھا تھا۔

"دیکھو عارفین.....!"

"شش..." عارفین نے اسفند درانی کو خاموش کرا دیا اور غصے سے یاور درانی کو دیکھا تھا۔

"میں نے کہا معصوم کا ہاتھ چھوڑو۔"

"دیکھو عارفین! جتنا میں نے صبر کرنا تھا کر لیا تم سے نرمی سے بات کرنا میری مجبوری تھی مگر تم شاید نرمی کی زبان نہیں سمجھتے ہو۔ بہتری اسی میں ہے کہ تم میرے راستے کی رکاوٹ مت بنو ورنہ تمہارے لیے اچھا نہیں ہوگا۔"

"میں تم سے کہہ رہا ہوں معصوم کا ہاتھ چھوڑو۔" عارفین نے خود ہی آگے بڑھ کر ایک جھٹکے سے یاور درانی کے ہاتھ سے معصوم کی کلائی چھڑائی تھی۔ یاور درانی سے اپنی بے عزتی ہضم نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے عارفین پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ جسے عارفین نے اپنے فولادی ہاتھ سے پکڑ لیا تھا۔ بلکہ وہی ہاتھ بری طرح موڑ بھی دیا تھا۔ وہ تھرڈ بلیک بیلٹ اس کے آگے کہاں یاور درانی جیسے رنگین مزاج رکھنے والے کی چل سکتی تھی۔

"یہ پہلی اور آخری بار ہے جو میں تمہیں چھوڑ رہا ہوں۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ آج کے بعد اس گھر میں تو کیا اس علاقے کے آس پاس بھی نظر مت آنا۔" عارفین نے کہہ کر زور سے اس کا ہاتھ چھوڑا تھا کہ وہ لڑکھڑاتا ہوا صوفے پر گرا تھا۔

"یہ تم اچھا نہیں کر رہے ہو عارفین بیگ!" اسفند درانی نے گرتے ہوئے یاور درانی کو پھر عارفین کو دیکھا تھا۔

"گیٹ آؤٹ۔" عارفین نے مزید آگے کوئی بات کرنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

"ڈیڈ! چلیے یہاں سے اس کو سمجھانے کا دوسرا طریقہ بھی ہے میرے پاس۔" یاور درانی صوفے سے کھڑا ہوا معصوم اور عارفین کو گھورتا اسفند درانی کے پاس آیا تھا۔

"دیکھ لوں گا میں تمہیں۔" اسفند درانی اسے دھمکی دے کر یاور درانی کے ہمراہ نکلتے چلے گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد عارفین نے معصوم کی کلائی چھوڑ دی تھی اور چلتا ہوا اپنے اور معصوم کے مشترکہ بیڈ روم میں چلا آیا تھا۔ اس کے پیچھے معصوم بھاگی بھاگی آئی تھی۔

"عارفین..... عارفین میری بات سنیے پلیز۔" وہ عارفین کی راہ میں حائل ہوگئی تھی۔

"اب کیا کہنا چاہتی ہو تم؟" کتنا عجیب سا انداز تھا اس کا پہلے سے بالکل بدلا بدلا لگ ہی نہیں رہا تھا کہ وہ پہلے والا عارفین ہے۔

"عارفین وہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں، ان تصویروں اور مووی میں وہ لڑکی میں نہیں کوئی اور ہے آپ پلیز مجھ سے بدگمان مت ہوئیے میرا یقین کیجیے میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتی ہوں مگر یہ بھی سچ ہے کہ اسفند درانی میرے چاچو اور یاور میرا کزن ہے لیکن پاپا نے ان لوگوں سے اپنی زندگی میں ہر رشتہ توڑ لیا تھا۔ ہم ان سے نہیں ملتے تھے۔ عارفین میں صرف آپ سے محبت کرتی ہوں آپ ہی میرے سب کچھ ہیں۔"

"بول لیا۔" کتنا پرسکون انداز اور لہجہ تھا۔

"عارفین!" وہ کچھ اور بولتی کہ عارفین نے بات ہی کاٹ دی تھی۔

"اسٹاپ اٹ کیا سمجھتی ہو خود کو۔" عارفین سے اب اور زیادہ خود پہ اپنے غصے پر کنٹرول کرنا مشکل ہوگیا تھا اس نے بے ساختہ ہی معصوم کے دونوں نازک بازو پکڑ کے جھنجوڑ دیے تھے۔

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"حقیقت تو یہ ہے معصوم بی بی کہ تم نے مجھ سے شادی اسفند درانی اور یاور درانی سے بچنے کے لیے ہی کی تھی۔ سوئی کا تو صرف بہانہ تھا اتنے ماہ ہو گئے ہماری شادی کو آج تک تم نے مجھے پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا اور آج اچانک تمہیں مجھ سے محبت بھی ہو گئی۔" کس قدر تضحیک آمیز جملہ تھا کہ وہ حیرت بھری نظروں سے دیکھتی کی دیکھتی ہی رہ گئی۔

"عارفین! آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔" روہانسی سی آواز آنکھوں میں آنسو لیے وہ اسے یقین بھی نہیں دلا پا رہی تھی۔

"غلط سمجھ رہا ہوں۔" عارفین نے اس کے دونوں بازو چھوڑ دیے تھے اور وہ ایک قدم کے فاصلے پر جا کھڑا ہوا سینے پر دونوں بازو باندھے اس نے معصوم کو دیکھا تھا۔

"اوکے فائن! تم مجھے سمجھاؤ اس میں کیا غلط بات ہے۔" طنزیہ مسکراہٹ لیے وہ اس کے بہتے آنسوؤں کی بھی پروا نہیں کر رہا تھا۔

"پلیز نکل ہی معصوم عارفین! اوہ سوری معصوم اظہر [illegible] دیکھیں واسطے زلیے۔۔۔"

"پلیز عارفین! ایسا مت بولیے۔"

"پھر کیا بولوں۔ اصل بات تو یہ بھی ہے کہ تمہیں پروٹیکشن چاہیے تھی مجھ سے جو تمہیں مل گئی۔ تم نے مجھے دھوکہ دیا سو دیا مگر میں تمہیں دھوکا نہیں دوں گا کیوں کہ میں ایک غیرت مند ہوں اور غیرت مند ہی لوگوں کو پسند کرتا ہوں۔"

"میں نے آپ کو دھوکا نہیں دیا ہے۔" آنسو آنکھوں سے زاروقطار رواں دواں تھے۔

"ایک اور مذاق...... اپنی وجہ میں زیادہ بحث میں پڑنا نہیں چاہتا۔ تمہیں ایک مضبوط سہارا چاہیے تھا اسفند درانی اور یاور درانی سے بچنے کے لیے سو وہ تمہیں مل گیا اور جب تک یہ معاملہ کلیئر نہیں ہو جاتا اس وقت تک تم یہاں رہ سکتی ہو۔"

کتنا سخت دل ہو گیا تھا وہ کہ اسے معصوم کے رونے کا بھی خیال نہیں رہا تھا۔ وہ تو دعویٰ کرتا تھا اس کی سوچ پڑھنے کا پھر اب؟ اب کیا ہوا اس کے دعوے سارے کے سارے دھرے رہ گئے۔ مگر یہ بھی سچ اور حقیقت تھی کہ اس نے یہ سب چھپایا اپنی پچھلی زندگی چھپائی اس سے مگر ان سب سے زیادہ بڑا سچ یہ بھی تھا کہ وہ عارفین سے پیار کرنے لگی تھی۔ اندر ہی اندر اسے چاہنے لگی تھی اور اس بات کا وہ اقرار بھی کر لیتی اگر اچانک سے یاور درانی اور اسفند درانی بیچ میں نہیں آ جاتے جو کچھ بھی ہوا اس کا انجام مگر وہ عارفین سے جدائی نہیں چاہتی یہ سوچ ہی سوہان روح تھی۔

وہ تو کب کا جا چکا تھا مگر اس کو انگاروں پر برہنہ پا چلنے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔

☆.....☆

وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے ہوئے تھی۔ کھٹکے کی آواز پر آنکھ کھولی تھی تو حسین آفریدی اندر آیا تھا اور پاس پڑی چیئر گھسیٹ کے بیڈ کے پاس لا کر اس پر بیٹھ گیا تھا۔ لاروش اغولان تو اس کو دیکھتے ہی سیدھی ہو کر بیٹھ گئی تھی۔

"جو کچھ ہوا میں ان سب کے لیے تم سے بہت شرمندہ ہوں، مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔" حسین آفریدی نے بغور لاروش اغولان کو دیکھا جوان چند دنوں میں بالکل مرجھا کے رہ گئی تھی۔ زوباریہ اور بی جان تو بہت

اس کا خیال رکھ رہی تھیں مگر وہ اندر ہی اندر گھٹ رہی تھی۔ حسین آفریدی اور اس کے دوستوں کی اس حرکت اور بے عزتی نے اسے اپنی ہی نظروں میں گرا دیا تھا۔ اس کی نسوانیت کو گہری چوٹ لگی تھی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی برنی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ حسین آفریدی کو جانے کیوں تکلیف ہوئی تھی اندر کچھ ہوا کسی جذبے نے سر اٹھایا تھا جسے وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔

"عماد نے تمہارے ساتھ جو کچھ کیا وہ بھی اپنی غلطی پر پشیمان ہے اور اپنی غلطی کی تلافی چاہتا ہے۔ وہ تم سے شادی کرنا چاہتا ہے۔" حسین آفریدی کا یہ کہنا ایسا تھا جیسے اس کے سر پہ پوری چھت آ گری ہو وہ آنسو روکے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں حسین کچھ اندازہ ہے آپ کو۔"

"ہاں تو اس میں برا کیا ہے عماد اسٹیبلش ہے، اچھی فیملی سے بلونگ کرتا ہے، فیوچر بھی روشن ہے، وہ تمہیں بہت خوش رکھے گا۔ رہا ہمارا نکاح تو یہ بات تو صرف ہم دونوں کے بیچ میں ہے۔ میں تمہیں ابھی ڈائیورس......"

"خدا کے لیے چپ ہو جائیے۔" لاروش اغولان نے تیزی سے اس کی بات کاٹی تھی۔

"دیکھو لاروش! میرے ساتھ زندگی گزارنا بہت مشکل ہے تمہارا میں تو آل ریڈی صبیحہ کو پسند کرتا ہوں اور بہت جلد اسی سے شادی کروں گا۔ گھر والے آج نہیں تو کل مان ہی جائیں گے۔ مگر میں تمہیں یوں اپنے نام کے ساتھ باندھ کر رکھ کے تمہاری زندگی خراب نہیں کر سکتا۔ اس لیے میرا اٹل فیصلہ ہے کہ میں بہت جلد تمہارے ہاتھ میں آزادی کا پروانہ رکھ کے عماد کو اجازت دے دوں گا وہ جلد ہی اپنی فیملی کو لے کر تمہارے رشتے کے لیے یہاں آ جائیں۔" حسین آفریدی نے مزید کچھ نہیں کہا اور ایک سرسری سی نظر اس پر ڈال کر کمرے سے نکلتا چلا گیا تھا۔ لاروش اغولان صرف دیکھتی کی دیکھتی ہی رہ گئی تھی۔

"لیکن یہ نہیں ہو سکتا میں ایسا کچھ نہیں ہونے دوں گی۔" لاروش اغولان نے بڑی بے دردی سے اپنا چہرہ صاف کیا تھا اور بہت کچھ سوچ کر وہ بیڈ سے نیچے اتری تھی۔

☆.....☆

وہ آج آفس جا رہا تھا۔ خود ہی تیار ہوا تھا لڑکے کی ذرا سی بھی مدد لینا گوارا نہیں کی تھی۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا۔ مگر مرر میں نظر آتے اس کے عکس پر نگاہیں لگی ہوئی تھیں۔ وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔ بہت کمزور ہو گئی تھی۔ چاند کو شرماتا اس کا حسن ماند پڑ گیا تھا۔ اس کی جھیل جیسی سبز آنکھیں جن میں وہ کبھی کی تھک ڈوبنا نہیں چاہتا تھا اب وہ ہر دم بھیگی سی رہتی تھیں۔ وہ کہیں کچھ زیادہ ہی تو غلط نہیں کر رہا۔ وہ تو ٹوٹ کے عشق کرتا تھا۔ محبت کرتا تھا پھر یہ کیسی محبت تھی جس میں وہ جل بھی رہی تھی اور جلا بھی رہی تھی۔ وہ ماں بننے والی تھی اسے اس وقت اس کی محبت کی توجہ کی ضرورت تھی۔ رضا کی دفعہ وہ یہاں نہیں تھا جب بھی اس نے ایسی حالت میں اکیلی ہی تکلیف اٹھائی تھی اور آج بھی وہ اسے اکیلا چھوڑ رہا تھا۔ رضا کی بار تو وہ یہاں موجود نہیں تھا مگر اب تو وہ یہاں تھا پھر کیوں وہ اسے سزا دے رہا تھا۔

"بس بہت سزا پا لی اس نے اب اور نہیں۔ میں اسے اب اور تکلیف نہیں دوں گا۔ اپنی بانہوں میں قید کر کے اپنی پناہوں کے حصار میں چھپا کے اسے بے انتہا پیار دوں گا۔ اس کے سارے غم، دکھ، تکلیف اپنے اندر اتار لوں گا۔ وہ میرے پاس میرے قریب میرے بیڈروم میں ہے۔ وجہ چاہے جو بھی ہو مگر میری محبت کا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ثبوت تو یہ ہے کہ وہ میرے پاس آگئی ہے۔ جس کے لیے کتنی تکلیفیں سہی ہیں میں نے بھی اور ژالے نے بھی۔ مگر اب اور نہیں..... دکھوں کے دن گئے اور ہم اپنی زندگی میں خوشیوں کو خوش آمدید کہیں گے۔" زرسل بہت کچھ سوچتا مرر سے ہٹا اور چلتا ہوا اس کے بالکل سامنے آکھڑا ہوا تھا۔ دل شرارت پر آمادہ ہوا تھا اور وہ اپنی دل کی بات نہیں ٹال سکتا تھا۔ اس نے ژالے کی مرمریں نازک سی کمر میں اپنا مضبوط آہنی بازو ڈال کر اسے اپنے سے قریب تر کرلیا تھا کہ معمولی سا بھی انچ بھر کا فاصلہ نہیں رہا تھا۔

"کیا ہر دم روتی، بسورتی شکل بنائے رکھتی ہو۔ اس طرح شکل بنائے رکھو گی تو میری بیٹی بھی روتی ہوئی اس دنیا میں آئے گی اور مجھے اپنی بیٹی خوب صورت کول مٹول پیاری سی چاہیے نہ کہ تمہاری طرح روتی ہوئی اس لیے اپنے لیے نہیں میری بیٹی کے لیے ہنسو بولو اور خوش رہا کرو۔" زرسل نے ژالے کے سبز کانچ میں اپنا جھلملاتا عکس بغور دیکھا تھا۔

"زرسل بھائی! عارفین بھائی بلا رہے ہیں۔" حرا نے باہر سے ہی ہانک لگائی تھی۔ وہ شاید بہت جلدی میں تھی اس لیے دروازہ بھی کھٹکھٹانے کا تکلف نہیں کیا تھا۔

"او کے اللہ حافظ! شام میں جب میں واپس آؤں تو مجھے تم ایسی بری شکل اور ایسے گھسے کپڑوں میں نظر نہیں ملو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔" وہ ایک بھرپور نظر اس کے چہرے پر ڈالتا وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔

"یہاں بھی اپنی ہی غرض شامل تھی۔" ژالے کا دل خون خون ہوا تھا۔

"یار! کیا ضرورت ہے آفس جانے کی کچھ دن اور ریسٹ کرلو، اچھی طرح صحت یاب ہو جاتے پھر آفس آجانا۔" عارفین نے گاڑی اسٹارٹ کی تھی۔

"نہیں گھر میں رہ رہ کر بہت بور ہوگیا ہوں۔" نگاہیں ونڈ اسکرین پر گاڑھ دیں۔

"ژالے کے ہوتے ہوئے بھی.....؟" مذاقاً چھیڑا تھا جس کا زرسل نے مسکرانے کے علاوہ کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"خیر ان سب باتوں کو چھوڑو یہ بتاؤ کل کوئی آیا تھا تم سے ملنے؟"

"کیوں تم کیوں پوچھ رہے ہو؟" وہ چونکا ضرور تھا مگر ظاہر نہیں کیا۔

"حرا بتارہی تھی اوپر سے کافی شور کی آوازیں آرہی تھیں تم بھی کافی غصے میں تھے۔"

"حرا کہاں تھی، وہ کچھ اور بھی بتارہی تھی کیا؟" بہت عام سا انداز تھا وہ معصوم کی بات اس گھر میں کسی کو بھی بتانا نہیں چاہتا تھا۔ وہ یہ معاملہ اپنے طور پر ہینڈل کرے گا۔

"وہ شاید تجر چچی کے پاس کسی کام سے گئی تھی۔ وہیں اس نے کچھ زور زور سے بولنے کی آوازیں سنی ہوں گی مگر تم بتاؤ سب خیریت تو ہے نا کوئی مسئلہ ہے کیا؟" بہت عام سا لب و لہجہ تھا زرسل کو معمولی سا شک کا شائبہ بھی نہیں تھا۔ جس کا مطلب تھا حرا نے کچھ نہیں سنا ورنہ وہ زرسل کو ضرور کچھ بتاتی۔

"ارے نہیں یار! کوئی ایسا خاص مسئلہ نہیں ہے۔" عارفین نے ایک موڑ کاٹا تھا۔

"اچھا زرسل ایک بات بتاؤ۔"

"ہاں پوچھو۔"

"وہ جو پچھلے سال ہمارے آفس کا ایک ایمپلائی تھا جو اسٹرگل کرکے کینیڈا چلا گیا ہے اس کا کچھ اتا پتہ ہے تمہارے پاس؟"

"کون حیدر؟"

"ہاں وہی حیدر عباسی....."

"ہاں کیوں نہیں ہوگا ویسے آسان طریقہ تو یہی ہوگا کہ انٹرنیٹ پر معلوم کرلو ورنہ ہمارے کمپیوٹر ڈیپارٹمنٹ میں اس کی ساری انفارمیشن ہوں گی۔ لیکن تمہیں اچانک سے اس کی کیا ضرورت پڑ گئی۔" زرسل نے سوالیہ نظروں سے اسٹیئرنگ گھماتے عارفین کو دیکھا تھا۔

"کچھ نہیں بس ذرا حیدر عباسی سے تھوڑا کام تھا۔ خیر تم چھوڑو میں پتہ کرلوں گا تم سناؤ۔" عارفین نے بآسانی باتوں کا رخ دوسری طرف موڑ دیا تھا۔

☆---☆

رابعہ، آسیہ، فہیم احمد آج عمرے سے واپس آگئے تھے اور ان کے ساتھ دانیہ بھی آئی تھی۔ سب بہت خوش تھے کہ اچانک سے کچن سے کچھ گرنے کی زوردار آواز آئی تھی۔

"ماما۔"

"یا اللہ خیر یہ آواز تو ژالے کی ہے۔"

آسیہ ہاتھ میں پکڑا بیگ وہیں پھینکتے کچن کی سمت بھاگی تھیں ان کے پیچھے تجر بھی دل پر ہاتھ رکھے بھاگی تھیں۔ حرا اور دانیہ نے بھی جانے میں دیر نہیں کی تھی باہر ڈرائیور کے ہمراہ گاڑی سے سامان نکالتے حلیم احمد اور فہیم احمد بے خبر تھے۔

کچن میں ژالے کو ماربل کے فرش پر اوندھا پڑا دیکھ کر تجر کے تو اوسان ہی خطا ہوگئے تھے۔ وہ وہیں دیوار کا سہارا لے کر جو کھڑی ہوتیں تو چکرا کے زمین بوس ہو جاتیں، آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھانے لگا تھا۔ حرا، معصوم، دانیہ اور آسیہ تیزی سے ژالے کے پاس زمین پر بیٹھی تھیں اور اسے آہستگی سے مگر جلدی سیدھا کیا تھا مگر ژالے بے ہوش ہو چکی تھی۔

"ژالے میری بچی آنکھیں کھولو۔" آسیہ نے اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا تھا۔

"یہ بے ہوش ہوگئی ہے جلدی سے ایمبولینس بلاؤ۔" آفس فون کردیا گیا تھا۔ عارفین اور زرسل وہیں ہاسپٹل میں آگئے تھے۔

"کیسے ہوا یہ سب؟" زرسل، آسیہ کے پاس آیا تھا ان کے عمرے پر سے آنے کی خوشی منائے یا ژالے کے گر جانے پر پریشان ہو۔

"زرسل بھائی! ژالے کچن میں تھی اسٹول پر چڑھ کر شاید اوپر کیبنٹ سے کچھ نکال رہی تھی۔ اسی پر سے گر گئی ہے۔" حرا نے فکرمندی سے کہا۔

"تم کہاں تھیں؟" زرسل نے حرا کو سخت نظروں سے دیکھا تھا۔

"ہم سب تو ڈیڈی اور پھپھو کو ایئرپورٹ ریسیو کرنے گئے تھے۔"

"انہیں لینے تجر چچی اور حلیم چاچو جب گئے تھے تو تمہارا جانا ضروری تھا۔" آج کافی عرصے بعد زرسل کا غصہ عود کر آیا تھا۔ حرا کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے وہ تو رابعہ پھپھو آگے بڑھیں اور زرسل کے چوڑے شانے پر ہاتھ دھر دیا تھا۔

"حرا تم جاؤ۔" انہوں نے اسے اشارے سے زرسل کے سامنے سے ہٹ جانے کو کہا تھا حرا وہاں سے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہتی اور بینچ پر جا کر سر جھکائے اشک بہانے لگی تھی۔

"معصوم! تم تو گھر میں تھیں تم نے بھی ژالے کا خیال نہیں رکھا۔" رابعہ نے شاکی نظروں سے معصوم کو دیکھا تھا۔

معصوم نے شرمندہ شرمندہ سی نظریں اوپر اٹھائیں وہیں پاس کھڑے عارفین سے نظروں کا تصادم ہوا۔ جو سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا مگر معصوم کے دیکھنے پر رخ پھیر لیا تھا۔ معصوم کا دل اس دشمن جاں کا اس طرح سے منہ پھیرنے پر کٹ کر رہ گیا اور پھر رابعہ بھی تو غلط نہیں کہہ رہی تھیں اس کو ژالے کو ایسی حالت میں چھوڑ کے نہیں جانا چاہیے تھا اوپر اپنے بیڈروم میں۔

"آئی ایم سوری امی!"

"سوری سے کیا ہوگا۔ جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا تم لوگوں کو خیال رکھنا چاہیے تھا مجھے کم از کم تم سے یہ امید نہیں تھی۔" رابعہ نے معصوم کو سخت سنائی تھیں جس کا اس نے غلطی پر انہیں مانا تھا۔ زرمیل نے ایک غصے کی نظر معصوم کے جھکے سر پر ڈالی اور وہاں سے ہٹتا چلا گیا تھا۔ کچھ ہی گھنٹوں میں ڈاکٹر بھی آ گئی تھی آسیہ اور رابعہ جلدی سے آگے بڑھیں۔

"ڈاکٹر! کیسی ہے ہماری بچی؟"

"بہت سیریس کنڈیشن ہوگئی تھی ابارشن کرنا لازمی ہو گیا تھا۔"

"کیا.....!" پیچھے کسی کے گرنے کی آواز پر سب نے پیچھے مڑ کے دیکھا تھا تو نجمہ زمین پر گر چکی تھیں جلدی سے وہ سب ان کی طرف بڑھے تھے۔

"نجمہ.....!" آسیہ نے نجمہ کا گال تھپتھپایا تھا مگر وہ بے سدھ تھیں جلدی جلدی اسٹریچر منگوایا اور دو نرسوں کی مدد سے ان کو اس پر ڈالا۔ سیکنڈوں میں انہیں ٹریٹمنٹ دی گئی تھی۔

☆---☆

دوسرے دن ژالے گھر آ گئی تھی۔ وہ اندر سے بالکل خالی ہو گئی تھی۔ بالکل چپ اور خاموش تھی۔ ہونٹوں کو اس طرح سی لیا تھا جیسے کبھی نہ بولنے کی قسم کھائی ہو نجمہ کا دل اپنی اکلوتی بیٹی کی ایسی حالت پر خون کے آنسو رونے لگا تھا۔ وہ اندر ہی اندر گھل رہی تھیں کتنی بدنصیب تھی ان کی بیٹی کہ اس کے مقدر میں خوشیاں ہی نہیں تھیں۔

"نجمہ بھابی!" رابعہ ادھر سے آئی تھیں۔ نجمہ کے پاس جو ٹی وی لاؤنج میں اکیلی صوفے پر بیٹھی کسی گہری سوچ میں منہمک تھیں ان کے چہرے پر کتنا درد تھا وہ ژالے کے لیے کتنی پریشان تھیں یہ سب صاف ظاہر ہو رہا تھا۔

"رابعہ! میری ژالے کے نصیب میں خوشیاں نہیں ہیں کیا؟" ان کے دل کا درد ہونٹوں پر آ گیا تھا۔

"اللہ نہ کرے نجمہ بھابی! ایسے نہیں سوچتے۔" رابعہ نجمہ کے برابر میں ہی ان کے ساتھ بیٹھ گئی تھیں۔

"کیسے نہ سوچوں رابعہ! تم خود ہی دیکھو جب سے ژالے کی شادی ہوئی ہے اسے کبھی کوئی خوشی نہیں ملی، اس کے چہرے پر سے خوشیاں مسکراہٹیں روٹھ گئی ہیں۔ جیسے وہ بالکل ناامید ہو گئی ہو۔ اپنی زندگی سے پتا نہیں وہ زندگی جی رہی ہے یا زندگی اس کو جی رہی ہے۔" نہ چاہتے ہوئے بھی ان کی آنکھوں سے اشک بہہ نکلے تھے ان کی آہ وزاری پر رابعہ کی بھی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔

"السلام علیکم!" زرمیل آج ایک ہفتے بعد واپس آیا تھا۔ اب وہ بغیر اسٹک کے سہارے چلنے لگا تھا وہ بالکل صحت یاب ہو گیا تھا۔

"وعلیکم السلام!" نجمہ نے اپنے دوپٹے سے اپنی آنکھیں اور بھیگا چہرہ خشک کیا تھا۔ زرمیل کی نظروں سے نجمہ کے آنسو پوشیدہ نہیں رہ سکے تھے وہ چلتا ہوا نجمہ کے پاس آ بیٹھا تھا۔

"کیسی ہیں آپ چچی جان؟"

"ایک دکھی ماں کیسی ہو سکتی ہے جس کی جوان جہان بیٹی بستر پر اپنی زندگی سے منہ موڑ کر پڑی ہو اور جس کا لخت جگر اکلوتا بیٹا اپنے ہاتھ سے اپنی زندگی کو برباد کرنے پر تلا ہو۔" نہ چاہتے ہوئے بھی ان کے ہونٹوں سے شکوہ نکل گیا تھا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا انشاءاللہ۔"

"پتا نہیں بیٹا ہر روز تو یہی دعا کرتی ہوں یہی امید کرتی ہوں کہ سب ٹھیک ہو جائے گا مگر اب تو لگتا ہے میں جب خود قبر میں اتروں گی شاید وہاں بھی میری روح بے چین بے سکون رہے گی۔" آج ان کی ساری ہمت ٹوٹ گئی تھی۔

"اللہ نہ کرے چچی جان!" زرمیل نے نجمہ کو بے ساختہ تڑپ کر خود سے لگایا تھا۔

"اللہ آپ کو ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔"

"نہیں زرمیل! شاید میری بیٹی کو سزا ملی ہے ہم نے بھی تو انجانے میں کسی کی یتیم بیٹی کا دل دکھایا ہے۔" نجمہ کی آنکھوں کی چلمنوں پر ثمرن کا ستا ہوا چہرہ گھوم گیا تھا۔ زرمیل ان کا اشارہ بھی سمجھ گیا تھا مگر خاموش رہا تھا۔

"چچی جان! میں ژالے کو لینے آیا ہوں۔" نجمہ نے زرمیل کا چہرہ دیکھا تھا۔

"زرمیل! ژالے کی کیا غلطی ہے تم اس سے ناراض ہو اس کے ابارشن کو لے کر خفا ہو میری ایک ماں کی التجا ہے زرمیل میری بچی کو معاف کر دو جس نے بہت دکھ بہت تکلیف اٹھائی ہے۔ ابھی بھی ایسی حالت بنالی ہے کہ مجھے لگتا ہے وہ اپنے ساتھ ساتھ مجھے بھی مار دے گی جیتے جی۔" ان کی آنکھیں ایک بار پھر برس پڑی تھیں۔

"نجمہ بھابی! اتنی مایوسی اور ناامیدی کی باتیں مت کریں۔ زرمیل بول رہے ہیں نا سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ اللہ پر بھروسہ رکھیں انشاءاللہ سب بہتر بلکہ بہت اچھا ہوگا۔ جو ہوتا ہے ہماری بہتری کے لیے ہی تو ہوتا ہے ہر چیز میں اللہ کی رضا اس کی مصلحت شامل ہوتی ہے اور پھر عمر ہی کیا ہے ژالے کی ابھی تو وہ خود بچی ہے ہو جائیں گے بچے—— کیوں زرمیل بیٹا۔" رابعہ نے بات کو مزاح کا رخ دیا تھا۔

رابعہ کے اس طرح کہنے پر وہ جھینپ کر رہ گیا تھا۔ اس کے اس طرح جھینپنے پر رابعہ نے نہایت محظوظ ہو کر دیکھا تھا۔

"آپ بھی رابعہ پھپھو! اچھا چچی جان میں بتا رہا تھا کل ارشد واپس آ گیا ہے۔"

"ہاں کل رات ہی آیا ہے اپنے ساتھ کسی دوست کو بھی لے کر آئے ہیں۔"

"اچھا چلیں ٹھیک ہے ارشد سے بات بعد میں ہوگی پہلے میں ژالے کو دیکھ لوں اور اس کی اچھی طرح سے کھنچائی کروں سب کو پریشان کیا ہوا ہے۔"

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"زرمیل!" نجمہ کچھ کہتی کہ رابعہ نے بات ہی کاٹ دی تھی۔

"نجمہ بھابھی! اب آپ فکر مت کریں ژالے کا علاج زرمیل ہی کریں گے بہت اپنی من مانی کر لی۔" رابعہ نے زرمیل کا شوخ سا موڈ دیکھ لیا تھا۔ جس کا مطلب تھا وہ سب ٹھیک کر دے گا۔ اس لیے نجمہ کو خاموش رہنے کا کہنے کے بعد زرمیل کو جانے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ مسکراتا ہوا ژالے کے بیڈ روم میں آیا تھا۔

دروازہ ناک کیے بغیر وہ اندر آیا تھا۔ پورا کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا اس نے سوئچ بورڈ پہ ہاتھ مار کے سارے بٹن آن کر دیے تھے۔ پورا کمرہ تیز مرکری بلب کی روشنیوں میں نہا گیا تھا۔ اس نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی بیڈ پہ ایک سائیڈ پہ کٹھی سی ژالے نے اپنے چہرے پہ دونوں ہاتھ رکھ لیے تھے۔ وہ شاید مستقل اندھیرے میں رہی تھی جبھی وہ جھیل سی سبز آنکھیں اتنی تیز روشنی برداشت نہیں کر سکی تھیں۔ زرمیل چلتا ہوا اس کے سامنے اس سے کچھ فاصلے پہ آ ٹھہرا تھا۔

"ژالے۔" نہایت چاہ سے پکارا تھا۔

ژالے نے ہولے ہولے اپنی ہتھیلیاں چہرے سے ہٹائی تھیں مگر یہ کیا زرمیل کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں زور سے مسل دیا ہو اس کے دل کو زبردست دھچکا لگا تھا۔ وہ شاکڈ ہی تو رہ گیا تھا۔

وہ چہرہ جو کل تک چاند کو شرماتا تھا۔ آج اس چہرے کی روشنی کہاں گئی۔ ان سبز آنکھوں سے پھوٹتی روشنی کہاں گئی تھیں۔ اس کے چہرے کی حد درجہ گوری رنگت ماند کیوں پڑ گئی۔ آنکھوں کے نیچے اس قدر سیاہ حلقے گلابی ہونٹ سوکھ کر سفید ہو گئے تھے۔ بال کھلے ہوئے تھے جن میں کتنے دن سے کنگھی نہیں کی گئی ہو بغیر دوپٹے کے دو رنگ کے کپڑے وہ بھی اتنے میلے اسے اپنی زندگی میں یاد نہیں پڑتا کہ کبھی اس نے ژالے کو ایسے میلے دو رنگ کے کپڑوں میں دیکھا ہو گا۔ وہ کتنی لاغر اور کمزور ہو گئی تھی جیسے برسوں کی بیمار لگ رہی تھی۔

"زرمیل! میں مر جاؤں گی۔" بہت پہلے اس کا یہ کہا گیا جملہ اس کے اردگرد گونجنے لگا تھا۔

"نہیں۔" وہ ایسا نہیں ہونے دے گا۔

بے قراری و بے اختیاری میں زرمیل نے اس کی کلائی تھام کر کھینچی تھی اپنی طرف اور خود بھی سمو لیا تھا۔ ژالے ٹھہری کمزور اور لاغر ایک ہاری ہوئی عورت اپنی زندگی سے بے زار زرمیل کے سینے سے لگی ہچکیوں سے بلک بلک کر رو دی تھی پورا وجود اس کا کپکپا رہا تھا۔

"ہشش۔۔۔ بس کرو ژالے! اور کتنا روؤ گی اپنے ساتھ ساتھ تم مجھے بھی مار دو گی۔" زرمیل نے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا تھا جو آنسوؤں سے پورا بھیگا ہوا تھا۔

"زرمیل! میں نے ایسا نہیں چاہا تھا۔ نہ ہی سوچا تھا میں آپ کی امانت کا خیال نہیں رکھ سکی۔" پھر سے آنسوؤں کا ایک ریلا امڈ پڑا تھا۔ ہچکیوں کے بیچ وہ اعتراف جرم کر رہی تھی۔

"مجھے یہ احساس یہ خیال مار دے گا کہ میں ہمارے بچے کو بچا نہیں سکی۔"

"جو ہوتا ہے اچھے کے لیے ہوتا ہے کیا پتا وہ اس دنیا میں آ کر ہم سے بچھڑ جاتا پھر وہ تو زیادہ تکلیف دہ ہوتا مجھے نہ تم سے کوئی شکایت ہے نہ ہی اپنے رب سے بے شک وہ دلوں کے بھید جاننے پہ قادر ہے۔ تم خود کو قصور وار مت ٹھہراؤ۔" زرمیل نے اس کا چہرہ اپنی ہتھیلیوں کے پیالے میں بھر لیا تھا اور جھک کر اپنی محبت اور بے قراری کی مہر اس کی پیشانی پہ ثبت کر دی تھی۔

"آپ مجھ سے ناراض نہیں ہیں نا؟"

"نہیں بالکل بھی نہیں، کوئی اپنی جان سے بھلا روٹھ سکتا ہے اور رہی بچوں کی بات تو ٹینشن نا لو کیا پتہ ہمارے ٹونز ہو جائیں۔" سرمئی آنکھیں ان جھیل جیسی سبز کانچ میں گاڑ دیں۔ جن میں شوخی شرارت چھپی ہوئی تھی۔ زرمیل کی بات کا مطلب سمجھ کر ژالے بری طرح حیا سے جھینپ کر رہ گئی، پلکوں کی گھنیری باڑھ رخسار پہ بوجھ ریزہ ہوئی تھی ہونٹوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ نے گھر کر لیا تھا۔ زرمیل نے شوق سے یہ بارش ہونے کے بعد کا اجلا اجلا نکھرا منظر دیکھا تھا۔

"اچھا ایک بات تو بتاؤ۔" زرمیل نے اسے چھوڑا اور دو قدم کے فاصلے پہ کھڑا ہو گیا اور بھرپور نظروں سے اسے سر کے بال سے پیر کے ناخن تک دیکھا تھا۔

"یہ تم نے اپنی حالت کیا بنائی ہوئی ہے؟"

اس کے کہنے پہ ژالے نے اپنے کپڑوں کو دیکھا۔ میلے دو رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اوپر سے دوپٹہ ندارد۔ اسے دوپٹے کا احساس ہوا تو اس نے پیچھے بیڈ پہ پڑا اپنا دوپٹہ دیکھا تھا وہ اسے اٹھانے کے لیے بڑھی کہ زرمیل نے اس کو تھام لیا تھا۔

"میں تمہارے دوپٹے کی بات نہیں کر رہا۔ تمہارے اس بے ترتیب حلیے کی بات کر رہا ہوں۔" وہ کچھ نہیں بولی صرف خاموشی سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"اب ایسا ہے کہ اسی حالت میں اسی وقت میرے ساتھ چلو میں لینے آیا ہوں۔"

"ابھی۔"

"جی ابھی اور اسی وقت۔" زرمیل نے اس کی بکھری لٹیں سنوار دی تھیں۔

"زرمیل! ابھی میں بہت کمزور ہوں مجھ سے چلا نہیں جائے گا۔"

"جانتا ہوں اور سب خبر ہے جو تم نے اپنی بے وقوفی کی وجہ سے کھانا پینا چھوڑا ہوا ہے۔ اب تمہاری دیکھ بھال میں اپنی نظروں کے سامنے خود کروں گا۔ جی تو خود آئیں مگر مجھے پتا تھا تم ان کے ساتھ نہیں آؤ گی اس لیے ایک ہفتہ اور بھی لگا پا تا کہ جلد از جلد اسٹک سے جان چھڑا کے اپنی جان سے مل سکوں۔"

"اچھا آپ تھوڑا ویٹ تو کریں میں اپنا حلیہ درست کر لوں تائی امی دیکھیں گی تو کیا سوچیں گی۔" اتنا تو وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ اپنی ہی کرے گا وہ اس سے عدم بھی گئی تھی۔

"جی نہیں ابھی وقت نہیں ہے میرے پاس اور اگر تم سے کمزوری کی وجہ سے نہیں چلا جائے گا تو اس کا بھی حل ہے میرے پاس۔" زرمیل نے مسکراتے ہوئے اس کے نازک پیکر کو اپنی آہنی مضبوط بازوؤں پہ اٹھا لیا تھا۔

"نہیں زرمیل! ابھی ہمت کر کے چل لوں گی۔" وہ گڑبڑا کے رہ گئی تھی۔

"بالکل چپ۔" اور پھر اس کی ایک بھی سنے بغیر وہ باہر آ گیا تھا۔ جہاں رابعہ اور نجمہ ابھی بھی بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ زرمیل کے بازوؤں میں ژالے کو دیکھ کر نجمہ ڈر گئیں اور دل پہ ہاتھ رکھ کے کھڑی ہو گئیں رابعہ بھی پریشان سی اٹھی تھیں۔

"زرمیل! کیا ہوا ہے ژالے کو؟"

"ارے چچی جان! گھبرائیے نہیں کچھ نہیں ہوا ہے۔ بس ذرا اس کا مجھ سے خیال نہیں ہو رہا یہاں اور یہ خود بھی آپ کو بہت تنگ کر رہی ہے۔ اس لیے میں اسے اپنے ساتھ لے کر جا رہا ہوں۔" وہ نجمہ کو دیکھ کر مسکرا دیا

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

تھا۔ نجمہ نے سکون کا سانس لے کر ڈالے کو دیکھا اور واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گئیں۔

"چندا! تمہاری چیز ہے تم جب چاہو لے جا سکتے ہو۔"

"تھینکس۔" زرمیل نے نجمہ کو شکرانہ نظروں سے دیکھنے کے بعد ڈالے کو دیکھا اور پھر رابعہ کو وکٹری نشان دکھا کے نیچے کی سمت بڑھ گیا۔ رابعہ نے دل سے ان دونوں کو دعا دی تھی۔

"بے فکر رہیں نجمہ بھابھی! ہماری ڈالے کے دامن میں اب خوشیاں ہی خوشیاں ہوں گی۔"

"انشاء اللہ!" اب انہیں پورا یقین تھا کہ زرمیل ڈالے کو بہت خوش رکھے گی بس ارشد کی زندگی بھی سکون کی ہو جائے وہ ارشد کی طرف سے بھی پر سکون ہونا چاہتی تھیں۔

☆......☆

وہ خالی بینچ پر بیٹھی کسی گہری سوچ میں مستغرق تھی۔ بس ایک ہی خلاء میں نہ ہونے والی نقطے پر نظر تھی۔

ثمرن کافی دیر سے اسے دیکھ رہی تھی۔ یہ تو صاف لگ رہا تھا کہ وہ بالکل اکیلی ہے کوئی اس کے ساتھ نہیں ہے اگر وہ گہری سوچوں میں منہمک تھی تو ساتھ اس کے چہرے پر بے پناہ فکر اور پریشانی بھی تھی مگر کیا ثمرن دھیان لاروش افغلان پر نہیں جاتا اگر بڑی بینچ میں بیٹھے وہ تین لڑکوں کی باتوں کی سمت نہ جاتا تو وہ بہت غلط گفتگو کر رہے تھے، اس لڑکی کے لیے اسے کڈنیپ کرنے بیچنے کی بات کر رہے تھے، وہ تھی بھی تو بہت خوب صورت بالکل میدے جیسی سفید رنگت کہ ہاتھ لگاؤ تو میلی ہو جائے۔ ساحرانہ آنکھیں جن میں شاید کوئی بلوریں سے لے رہی تھی۔ پٹھانوں جیسی رنگت والی اس خوب صورت اور پیاری سی لڑکی کی طرف ثمرن بڑھی تھی اور لاروش افغلان کے برابر میں اس طرح فرینکلی بیٹھی تھی جیسے بہت پرانی شناسائی ہو۔

"میں کب سے تمہیں ڈھونڈ رہی تھی اور تم یہاں بیٹھی ہو۔"

"جی۔" لاروش افغلان بری طرح چونک کر ثمرن کو دیکھنے لگی تھی۔ ثمرن نے ان لفنگے لڑکوں کو دیکھا جو ثمرن کے بیٹھنے اور اس کے بات چیت کرنے پر پیچھے پلٹ گئے تھے۔

"پریشان مت ہو اگر میں یہاں تمہارے پاس آکر نہ بیٹھتی تو وہ لڑکے تمہارے کڈنیپ کی پلاننگ کر چکے تھے پھر تمہیں بیچنے کی پوری پلاننگ کر چکے تھے۔" ثمرن نے اسے اشارے سے ان لڑکوں کو دکھایا جو پارک کے جانے والے راستے کی طرف جا رہے تھے لاروش افغلان نے اس طرف دیکھا اور پھر تشکرانہ نظروں سے ثمرن کو دیکھا تھا۔

"تھینک یو۔"

"اٹس اوکے۔" ثمرن دھیرے سے مسکرا دی۔

"ہائے داوے میرا نام ثمرن اور تمہارا......؟"

"لاروش...... لاروش افغلان......"

"گڈ نیم...... کہاں رہتی ہو؟"

"کوئٹہ۔" نظریں نیچی کر کے کہا۔

"کوئٹہ۔" ثمرن نے حیرانگی سے لاروش افغلان کو دیکھا تھا مگر کوئٹہ میں رہتی ہو۔"

"تو یہاں کیسے؟" لاروش افغلان نے بغور ثمرن کو دیکھا دل نے کہا اس سادہ سی مخلص خاتون پر یقین کر لینا چاہیے۔

اور پھر لاروش افغلان نے ثمرن کو اپنی پوری زندگی کی داستان الف سے لے کر یے تک سنا دی تھی۔ کچھ نہیں چھپایا تھا اس سے۔

"اُف او۔۔۔ یہ تو بہت برا ہوا تمہارے ساتھ۔" ثمرن نے دکھ بھری نظروں سے مایوس و افسردہ لاروش افغلان کو دیکھا تھا۔

"کم از کم تمہارے شوہر کو اس طرح نہیں کرنا چاہیے تھا۔ وہ سب تو چلو لاعلم تھے مگر تمہارے شوہر کو تو سب پتا تھا۔"

"بیچ میں انہوں نے ہی مجھے پہلے دن باور کرا دیا تھا کہ خاموشی کے قفل ڈال لینا اپنے ہونٹوں پر۔" ان آنکھوں سے نا چاہتے ہوئے بھی چند موتی ٹوٹ کر گر رہے تھے۔

"پھر... اب کیا کرو گی تم کہاں جاؤ گی؟"

"معلوم نہیں میرا نصیب میری تقدیر مجھے کہاں لے جائے۔" ثمرن نے خاموش نظروں سے اسے دیکھا تھا پھر بہت کچھ سوچتے ہوئے اس سے کہا۔

"ٹھیک ہے تم میرے ساتھ چلو میرے گھر۔"

"آپ کے گھر...... آپ کے گھر والے آپ سے ناراض نہیں ہوں گے۔" لاروش افغلان نے سوالیہ نظروں سے ثمرن کو دیکھا تھا۔

"اس کی فکر تم مت کرو کیونکہ میں اپنے گھر میں اپنی خالہ خالو کے ساتھ رہتی ہوں اکیلی۔"

"آپ کے ہسبنڈ؟"

"اوہ، تم بڑے سوالات کرتی ہو اب چھوڑو ان سوال جواب کو میرے ساتھ میرے گھر چلو نزدیک پاس میں ہے میرا گھر کسی یہاں اسی پارک میں ہر روز صرف ایک گھنٹے کے لیے تازہ ہوا کے لیے آتی ہوں۔" لاروش افغلان ثمرن پر بھروسا کر کے اس کے ساتھ اس کے گھر چلی گئی تھی باقی سب اللہ پر چھوڑ دیا تھا۔

☆......☆

وہ اپنے ڈالے کی طبیعت پوچھنے آ رہی تھی۔ آخری چند سیڑھیوں پر اس کے قدم ٹھٹک کر رہ گئے تھے۔ اس کا سانس رک گیا تھا دل جیسے حلق میں آ گیا تھا اور دھڑکنیں اتنی تیز دھڑکنے لگی تھیں کہ دل پر بے ساختہ ہاتھ رکھ لیا تھا۔ آنکھیں یقین نہیں کرنا چاہتی تھیں مگر سامنے جو تھا وہ حقیقت تھا ایک جیتا جاگتا سچ۔ ارشد کو تو وہ جانتی تھی اس کے ساتھ جو کھڑا تھا اسے تو وہ لاکھوں نہیں کروڑوں میں پہچان سکتی تھی۔ اس کی طرف بے شک اس کا رخ نہیں تھا وہ صرف پیچھے سے اس کی پشت دیکھ رہی تھی۔ وہی قد و قامت وہی بھورے بال چونکہ پیچھے پشت پر ہاتھ باندھا ہوا تھا۔ شرٹ کی آستین فولڈ تھیں۔ ہاتھوں کی وہی پٹھانوں والی رنگت وہ کوئی اور نہیں آفریدی تھا۔

"مگر نہیں وہ تو مر گیا تھا۔ وہ زندہ نہیں ہے کیوں کہ ریحان شیخ نے اسے مروا دیا ہے۔ میں نے خود اپنی ان گناہگار آنکھوں سے اس کی موت کی مووی موبائل میں دیکھی ہے پھر یہ یہاں......" سوچ سوچ کر دماغ پھٹنے لگا تھا۔

تب بات کرتے ہوئے ارشد کی نظر سامنے سیڑھی پر پڑی تھی۔ ارشد کے دیکھنے پر وہ گڑبڑا کر رہ گئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"السلام علیکم!" فوراً سلام جھاڑا تھا۔

"وعلیکم السلام!" حسن نے ارشد کو دیکھتے ہوئے پیچھے پلٹ کر دیکھا تھا۔ نظروں کا تصادم بڑا جاندار تھا۔ نہیں وہ آفریدی نہیں تھا وہ کوئی اور تھا جس کی آفریدی جیسی جسامت قد و قامت ہو مگر ضرور تھی مگر اس کی آنکھیں ہاں وہی بلوریں آنکھیں جو ہو بہو آفریدی کی بلوریں آنکھوں کی طرح تھیں۔

"آپ کو کوئی کام تھا۔" کافی دیر یونہی کھڑا دیکھ کر ارشد نے پوچھا تھا تو اپنی حرکت پر وہ خود ہی شرمندہ سی ہوگئی۔

"جی..... وہ میں ثنا لے سے ملنے آئی تھی۔" حسن نے اپنا رخ اس کو ایک نظر دیکھنے کے بعد ہی موڑ لیا تھا۔

"وہ لے کر آج صبح ہی زرمینہ (؟) کے لیے گیا ہے آپ چاہیں تو پیچھے چلی جائیں۔"

"جی بہتر اور نجمہ آنٹی؟"

"ہاں وہ اپنے روم میں ہیں۔"

"ٹھیک ہے میں ان کے پاس چلی جاتی ہوں۔" وہ سیڑھیاں اتری تھی اسے ان دونوں کے پاس سے گزر کر ہی نجمہ کے روم میں جانا تھا۔ اب آئی تھی تو نجمہ آنٹی سے مل بھی لے گی اور ثنا لے کی طبیعت بھی پوچھ لے گی وہ وہاں سے گزر کر نجمہ کے بیڈ روم میں اندر ہوئی تھی مگر اس دوران مستقل خود پر دو آنکھیں ضرور محسوس کی تھیں۔

"ہاں حسن اب بولو کیا بول رہے تھے؟" ارشد نے اشارے سے اسے پاس رکھے صوفے سیٹ پر بیٹھنے کا کہا تھا "آگے کیا ارادے ہیں تمہارے۔"

"ارادہ تو یہی ہے کہ یہیں رہ کر بزنس کروں باہر جانے کا اب دل بھی نہیں کرتا۔"

"پارٹنر شپ۔"

"نہیں یار خود کا کوئی بزنس۔"

"اور اگر میں آفر کروں تب بھی نہیں؟" ارشد نے مسکراتے ہوئے آفر کی تھی۔

"تمہارے خلوص کی میں قدر کرتا ہوں چلو مگر اس بارے میں سوچا ضرور جاسکتا ہے۔" حسن نے اس کی مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دیا تھا۔

"ٹھیک ہے سوچو تم بہت تام ہے تمہارے پاس جب تک میں دو کپ چائے بنا کے لاتا ہوں۔" وہ کھڑا ہوا اور کچن کی جانب بڑھ گیا تھا۔

حسن نے میز پر پڑا ریموٹ اٹھایا اور ٹی وی آن کر لیا تھا۔

کوئی آدھے گھنٹے چند منٹ بعد وانیہ، نجمہ کے بیڈ روم سے نکلی تھی۔ حسن کی نظر ٹی وی پر سے ہٹی تھی اور وانیہ پر ٹک گئیں۔

وانیہ جھجک کر رہ گئی اس کے اس طرح گھورنے پر سر کو جھکائے وہ سیڑھیاں چڑھنے لگی تھی مگر جانے دل میں کیا آیا اس نے پیچھے پلٹ کر ایک نظر دیکھنا چاہا۔ وہ اب بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ بری طرح سٹپٹاتی ہوئی اوپر کی جانب تیزی سے بڑھ گئی تھی۔

"بیوٹی فل۔" حسن کے ہونٹوں کی تراش میں مسکراہٹ سی مچلنے لگی تھی۔

☆......☆

"آج وہ سارا کام کر کے بیٹھی تھی۔ آج چونکہ اتوار کا دن تھا سبھی مرد گھر میں تھے۔ دوپہر کا کھانا اس نے عارفین کی پسند کا بنایا تھا۔ قورمہ اور چائنیز رائس اسے بہت پسند تھے۔ عارفین بہت بدل گیا تھا۔ پہلے جیسی شوخیاں شرارتیں اس پر ذو معنی جملے کسنا سب جیسے وہ بھول چکا تھا۔ اب تو بات کرنا تو دور دیکھنا تک پسند نہیں کرتا تھا۔ معصوم کا دل کٹنے لگا تھا۔ اس کے بدلتے رویے پر دل خون کے آنسو رونے لگا تھا۔ آج جو کچھ اس کے ساتھ ہوا یا ہو رہا تھا سب اسفند درانی اور یاور درانی کی وجہ سے ہو رہا تھا۔ کیا تھا وہ پہلے ہی عارفین کو سب کچھ بتا دیتی تو نوبت یہاں تک نہیں پہنچتی مگر اسفند درانی اور یاور درانی نے اس کی سکون بھری زندگی میں زہر گھول دیا تھا۔ وہ اتنی گہری چال چلیں گے اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا اس کی زندگی کٹھن ہوگئی تھی۔ مشکل میں پڑ گئی تھی اس کی جان، شاید زندگی میں اس کی آزمائش اس کا امتحان ختم نہیں ہوا تھا ابھی برہنہ پا قدموں سے دہکتے انگاروں پر اور چلنا پڑے گا۔ وہ اتنی گہری سوچوں میں غلطاں تھی کہ یہ بھی احساس نہ ہوا کب سے اس کا موبائل بج رہا ہے۔

"معصوم بھابی! آپ کا موبائل بج رہا ہے۔" وانیہ اپنے روم میں جا رہی تھی معصوم کو دیکھا جو اکیلی صوفے پر بیٹھی تھی سامنے ٹی وی چل رہا تھا مگر اس کا دل و دماغ کہیں اور ہی بھٹک رہا تھا۔

"آں..... ہاں......" وہ بری طرح چونک کر وانیہ کو دیکھنے لگی تھی۔

"آپ کا موبائل کافی دیر سے بج رہا ہے شاید۔"

"ہوں....." اس نے موبائل اٹھایا جہاں کوئی انجانا نمبر تھا۔ اس نے کچھ سیکنڈ نمبر دیکھا وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کس کا نمبر ہے فون بند ہو گیا تھا مگر پھر فون بجنے لگا تھا۔ وانیہ تو اندر چلی گئی تھی اس نے بالآخر فون اٹھالیا تھا۔

"ہیلو۔" کانپتی ہوئی آواز پر کمرے سے نکلتے عارفین کے قدم وہیں ٹھہر گئے۔

"ہیلو معصوم کیسی ہو؟" سوچوں کے اندر ایک ذرہ حیا رسا سے ڈرا رہا تھا وہ ڈرا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

"اسفند چاچو!"

"ہاں میں..... کیوں بے چارے شریف لوگوں کو پریشان کر رہی ہو ان کے لیے اور تمہارے لیے بھی یہی بہتر ہے کہ تم بھی شرافت سے ہمارے ساتھ کینیڈا چلو۔"

"مجھے نہیں معلوم کہ آپ لوگوں کا کیا مقصد ہے مگر میں بھی جانتی ہوں اور آپ بھی کہ وہ سب تصویریں، مووی، نکاح نامہ وغیرہ جعلی ہیں ان سب میں کوئی سچائی نہیں ہے۔"

"ہا..... ہا....." قہقہات چھارتا تحانہ قہقہہ کال دیر تک سنائی دیا تھا۔

"بالکل ٹھیک کہا تم نے کہ وہ سب جعلی ہے ان میں کوئی سچائی نہیں ہے مگر کیا کریں وہ کہتے ہیں نا کہ محبت اور جنگ میں سب جائز ہے۔"

"شرم کریں اسفند چاچا، بابا نے آپ کو ہماری زندگی سے بے دخل کر دیا تھا اور ہمیں بھی وصیت کی تھی کہ آپ سے ان کے مرنے کے بعد بھی نہ ملیں یقیناً آپ میں کوئی خامی ہے۔"

"خیر یہ سب باتیں تو ایک طرف فی الحال تم جلد از جلد یہاں آؤ میں تمہاری شادی یاور سے کرا دوں گا۔"

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں میری شادی عارفین سے ہو چکی ہے یاور سے کیسے کر سکتے ہیں آپ۔" معصوم نے دبی دبی آواز میں غصہ کیا تھا۔

"یہ بات تو تم کہتی ہو عارفین تو نہیں مانتا۔"

"نہیں آپ غلط کہہ رہے ہیں وہ مانتے ہیں اس شادی کو۔"

"اب تمہاری اس بات کو غلط فہمی کہوں یا خوش فہمی بہرحال اگر تم اس بات پر اڑی ہوئی ہو کہ عارفین تمہارا شوہر ہے تو کوئی بات نہیں لیکن اگر عارفین ہی نہ رہے تو تب تو تم یاور سے شادی کر سکتی ہو نا۔" کتنی خباثت بھری تھی ان کی سوچ میں۔

"خبردار اسفند چاچو! اگر آپ نے عارفین کو کوئی نقصان پہنچایا تو......" وہ دہل کر رہ گئی تھی۔ عارفین کا ذرا سا بھی نقصان وہ بھلا کیسے برداشت کر سکتی تھی۔

"تو پھر دن کر تم یہاں ہمارے پاس آ رہی ہو۔" اسفند درانی نے اس کے جذبات پر چوٹ رکھا تھا جس کے لیے وہ کامیاب ٹھہرے تھے۔

"اگر عارفین کی زندگی کے عوض آپ کو میں چاہیے ہوں تو میں آؤں گی آپ مجھے بتائیے میں کب اور کہاں آؤں۔" شکست زدہ لب ولہجے پر اس کی سیاہ آنکھوں سے گرم گرم سیال بہنے لگے تھے۔

اور اس سے پہلے اسفند درانی کچھ کہتے وہ کچھ سمجھ پاتی پیچھے سے عارفین نے اس کے ہاتھ سے تیزی سے موبائل جھپٹا تھا۔ وہ اتنے قریب تھا کہ با آسانی ان دونوں کی گفتگو سن سکتا تھا۔

"آج کے بعد اگر تم نے معصوم کو فون کرنے کی کوشش کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ آخری بار سمجھا رہا ہوں، بچ جاؤ معصوم سے دور رہو ورنہ اگر میں اپنے پر آ گیا تو یہاں پاکستان میں تم اپنے پیچھے نظر بھی نہیں آؤ گے۔ یاد رکھنا یہاں پاکستان کی جیل سے بچ کے ہی تم چھوٹ جاؤ گے مگر کینیڈا کے قانون کی جیل ہی تمہارے لیے زندگی بھر کا مقدر ٹھہرائیں گی اگر میری بات نہیں مانی تو۔" عارفین کے لب ولہجے میں شیر کی دھاڑ تھی۔ آنکھوں میں غصے کے شرارے تھے اور غصے کی وجہ سے اس کے دماغ کی رگیں ابھر گئی تھیں۔ عارفین نے موبائل آف کر کے صوفے پر پھینکا تھا اور ڈری سہمی دہشت زدہ سی معصوم کو بازو سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اپنی طرف کھینچا تھا کہ وہ کمزور سی اس کے چوڑے سینے کا حصہ بنی تھی۔

"تم نے اگر اس گھر سے باہر ایک قدم بھی میری مرضی کے بغیر نکالا تو میں تمہاری ٹانگیں توڑ دوں گا اور میں جو کہتا ہوں کر بھی گزرتا ہوں آئی سمجھ۔" جس جھٹکے سے اس نے معصوم کو کھینچا تھا اس سے کہیں زیادہ زور سے خود سے الگ بھی کر دیا تھا کہ وہ پیچھے صوفے پر گری تھی۔ عارفین نے ایک تیز غصے اور نفرت سے اسے دیکھا اور وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا مگر اس کا رخ باہر جانے والی کی جانب تھا۔

رابعہ بیگم ڈولے کے پاس سے آئی تھیں، معصوم کو صوفے پر سر جھکائے بیٹھا تو وہ اس کے پاس ہی آ کر بیٹھ گئیں۔

"معصوم بیٹا! کیا بات ہے اس طرح کیوں بیٹھی ہو تم؟"

"جی۔" وہ چونک کر رہ گئی اور جلدی سے اپنا بھیگا چہرہ صاف کیا تھا۔ رابعہ نے اس کا بھیگا چہرہ اور بھیگی پلکیں دیکھ لی تھیں۔

"اور یہ تم روئی کیوں ہو؟" انہیں معصوم کی فکر لگ گئی تھی۔

"نہیں تو امی! ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ وہ دراصل میں ابھی کچن سے آ کر بیٹھی ہوں نا کچن میں گرمی

بہت تھی۔" وہ یقین دلانے کی کوشش میں کامیاب ہوئی یا نہیں یہ وہ نہیں جانتی تھی کیوں کہ رابعہ بے یقینی سے بغور دیکھ رہی تھیں۔

"جھوٹ کہہ رہی ہو تمہاری آنکھیں بھی سرخ ہو رہی ہیں اگر عارفین نے کچھ کہا ہے تو مجھے بتاؤ میں ابھی اس کے کان کھینچتی ہوں۔" بہت شفقت سے اس کے گال پر ہاتھ رکھا تھا۔

"تم مجھے بہت عزیز اور پیاری ہو میں تمہاری آنکھوں میں معمولی سی بھی اداسی نہیں دیکھ سکتی۔ بتاؤ مجھے کیا بات ہے۔ کیوں کہ عارفین کو بھی میں نے بہت جلدی میں باہر جاتے دیکھا ہے تم دونوں کے بیچ سب ٹھیک ہے نا۔"

"ارے امی! واقعی ایسی کوئی بات نہیں ہے میرا یقین کریں۔ بس اپنے ماما پاپا کی یاد آ گئی تھی۔"

"میری جان اگر ان کی یاد آئی ہے تو انہیں کچھ پڑھ کے بخشا کرو۔"

"جی امی میں روز بخشتی ہوں۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ اچھا چلو یہ بتاؤ رات میں پہننے کے لیے اپنے اور عارفین کے کپڑے نکال لیے۔"

"کپڑے مگر کیوں امی! ہم کہیں جا رہے ہیں۔" اس نے اپنا درد اپنے دل میں چھپا لیا تھا رابعہ سے کہہ کر وہ انہیں دکھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"ارے لڑکی! بتایا تو تھا آج رات کا کھانا نعیم بھائی اور سلیم بھائی نے پیچھے لان میں رکھا ہے تقریباً سب ہی فرینڈز کو بلایا ہے۔"

"سوری امی! میں تو واقعی بھول گئی تھی میں ابھی نکال لیتی ہوں۔" معصوم وہاں سے کھڑی ہو گئی مبادا رابعہ کوئی اور سوال نہ کر لیں کیوں کہ اس وقت وہ اس پوزیشن میں بالکل نہیں تھی اس کا دل بار بار بھر رہا تھا۔ آنسوؤں کا ایک گولہ جو حلق میں اٹکا ہوا تھا وہ بہہ نہ نکلے ان کے سامنے۔

☆......☆

"ثوالے۔" زرمیل بیڈ پر نیم دراز کوئی میگزین پڑھ رہا تھا۔

"ہوں۔" وہ وارڈ روب کے پاس کھڑی مصروف انداز میں بولی تھی۔

"آج رات کیا پہن رہی ہو؟" اس نے میگزین واپس رکھ دیا تھا۔

"سوچ رہی ہوں یہ سوٹ پہن لوں اسلام آباد سے خریدا تھا۔ ابھی ہلکی سی ٹھنڈ بھی ہے تو یہ ویلوٹ کا سوٹ اچھا لگے گا۔" اس نے ہینگر کیا ہوا سوٹ بیڈ پر رکھا تھا۔ زرمیل نے وہ سوٹ دیکھا وہ واقعی نہایت خوبصورت لگ رہا تھا۔ زرمیل نے اس کی پسند کو سراہا بھی تھا۔ ثوالے بالکل خاموش گم صم سی ہو گئی تھی اور اس کی خاموشی کو زرمیل نے بہت شدت سے محسوس بھی کیا تھا۔ وہ بیڈ سے کھڑا ہوا اور اس کے پاس آیا تھا۔

"کیا سوچ رہی ہو؟" ثوالے نے زرمیل کو اداسی سے دیکھا تھا۔

"ثمرن بھابی کی بہت یاد آ رہی ہے آپ جانتے ہیں نا انہوں نے میرا کس قدر خیال رکھا ہے۔ میرے کھانے پینے کی دیکھ بھال رضا کی پوری ذمہ داری انہوں نے سنبھالی ہوئی تھی۔ سارا کی تربیت و پرورش انہوں نے ہی تو کی ہے آج وہ ہمارے ساتھ نہیں ہیں مجھے بہت محسوس ہو رہا ہے۔" اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

(جاری ہے)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

فاطمہ خان

مکمل ناول

پہلا حصہ

میرے دل میرے مسافر

سڈنی شہر کے اس علاقے کا شمار نسبتاً پوش علاقوں میں ہوتا تھا۔ ساحل سمندر کے قریب اس علاقے کے خوب صورت گھر پہلی ہی نظر میں دیکھنے والوں پر بہت اچھا اثر ڈالتے تھے۔ یہاں گھر لینا ایک اچھا خاصا مہنگا سودا تھا اور عام آدمی تو اس قسم کے گھر خریدنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ خوب صورت علاقہ اور جدید طرز کے ان گھروں کی طرز تعمیر بلاشبہ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی اور سب سے بڑھ کر ساحل سمندر ہونا ان کے اندر قدرتی خوب صورتی نے اس جگہ کو اور زیادہ دلفریب اور سحر انگیز بنا دیا تھا۔

آسٹریلیا میں سمندر کے قریب جتنی بھی آبادیاں تھیں وہ سب خوب صورتی میں اپنی مثال آپ تھیں اور یہاں کے پرسکون ماحول کی وجہ سے اکثر لوگ یہاں رہنے کو ترجیح دیتے تھے۔ انہی جدید طرز کے گھروں میں ایک گھر ایسا بھی تھا جہاں صرف دو لوگ ہی رہتے تھے، ویسے تو دیگر گھروں میں بھی مکینوں کی تعداد کم ہی تھی مگر یہ دو لوگ ایک ساتھ رہنے کے باوجود ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھے۔ کہنے کو وہ دونوں یہاں رہتے تھے مگر ان دونوں کے تعلقات اجنبی مسافروں کی طرح تھے جو ایک ساتھ تو چل رہے تھے مگر ایک دوسرے سے بات کرنے سے گریزاں تھے۔ ان کے درمیان رنجش اور عداوت حد سے بڑھ چکی تھی مگر اس کے باوجود وہ دونوں ایک ساتھ ہی رہ رہے تھے۔ حالانکہ وہ جس ملک میں رہتے تھے وہاں اس قسم کے حالات میں لوگ باعزت طریقے سے علیحدہ ہو جاتے ہیں مگر لگتا تھا کہ ان دونوں کا فی الحال ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے یا پھر شاید وہ ایک دوسرے کا صبر آزما رہے تھے اور وقت گزارنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ وہ دن بھی عام دنوں جیسا ہی کوئی دن تھا جس روز اس گھر کی صرف ایک مکین گھر میں موجود تھی۔ گھر کا دوسرا مکین اس وقت گھر سے باہر تھا اور اس لڑکی کو دیکھ کر لگتا تھا کہ جیسے اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

ہے اور وہ کچھ عجیب کرنے والی ہے وہ لڑکی گھر کی صفائی سے تقریباً فارغ ہو چکی تھی اور اب اپنے گھر کے سب سے اوپر والے پورشن کی کھڑکی کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اس کھڑکی اور سمندر کے درمیان اچھا خاصا فاصلہ تھا اور وہاں سے ساحل، سمندر لگتا بھی بہت خوب صورت تھا مگر وہ لڑکی وہاں پر سمندر کی خوب صورتی سے لطف اندوز ہونے کے لیے نہیں کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا ارادہ کچھ اور تھا۔ وہ کچھ دیر ساحل سمندر کے قریب کھڑے لوگوں کو مستیاں کرتے ہوئے دیکھتی رہی اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ ایسا کرتے ہوئے لوگ شرم و حیا کی تمام حدیں پار کر لیتے ہیں۔ ایسا ہی ایک نوجوان جوڑا ایک دوسرے کے اوپر پانی اچھالنے میں مصروف تھا۔ لوگ غسل آفتابی سے بھی لطف اندوز ہو رہے تھے۔ اس وقت ساحل پر بڑی اچھی ہوا چل رہی تھی اور عام دنوں کی نسبت اس روز لوگوں کی تعداد بھی زیادہ تھی۔ اس لڑکی نے کچھ دیر یہ سب دیکھا اور پھر سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ کچھ ہی دیر میں لوگ اس کے ٹوٹے پھوٹے وجود کو پانی سے نکال چکے تھے اور اب وہ اسے اسپتال لے جا رہے تھے مگر لوگوں کی اکثریت کا خیال تھا کہ اس کی سانسوں کی ڈور ٹوٹ چکی ہے۔

☆......☆

مائدہ حسن اس کی زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی نہیں تھی۔ اس سے پہلے جتنی لڑکیاں بھی موسیٰ حیات کی زندگی میں آئی تھیں وہ انہیں کسی نہ کسی وجہ سے چھوڑتا چلا گیا تھا مگر مائدہ حسن کی اس کی زندگی میں آمد کے بعد اس کے لیے مشکل ہو گیا تھا کہ وہ مائدہ کی جگہ کسی اور کو دے۔ سانولی سلونی سی مائدہ حسن نے موسیٰ کے دل پر پوری طرح قبضہ کر لیا تھا اور اسے یقین ہو چلا تھا کہ مائدہ کے بارے میں جو کچھ اس کا دل محسوس کر رہا ہے وہ محبت سے بہت آگے کی چیز ہے۔ موسیٰ کا شمار اپنی یونیورسٹی کے فائن آرٹس ڈیپارٹمنٹ کے انتہائی ذہین طالب علموں میں ہوتا تھا۔ وہ اپنے پروفیسرز کا منظورِ نظر تھا اور اس کے اساتذہ کو یقین تھا کہ وہ مصوری کی دنیا میں بہت نام پیدا کرے گا۔ وہ خود بھی مصوری کے متعلق اپنے پاگل پنے سے بہت اچھی طرح آگاہ تھا۔ وہ جب کینوس کے پاس کھڑا ہوتا تھا تو اسے اپنا شاہکار مکمل کرنے کے علاوہ کچھ یاد نہیں رہتا تھا۔ اس کی بنائی ہوئی تصاویر بہت سے انعامات حاصل کر چکی تھیں۔ وہ آنے والے وقت کا ایک نامور مصور ہے اس کے بارے میں یہ پیشن گوئی اس کے تمام ٹیچرز نے کی تھی۔ مائدہ اس کے ڈیپارٹمنٹ کی ہی لڑکی تھی جو ہر لحاظ سے موسیٰ کے ہم پلہ تھی اور بظاہر ان دونوں کے ایک ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ موسیٰ کو اس کے اعتبار، خوب صورتی اور ذہانت سمیت پوری شخصیت نے اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔ وہ لمحوں میں فیصلے کرنے والا انسان تھا اور مائدہ حسن سے دوستی کے محض چند دن بعد ہی موسیٰ نے اسے پرپوز کر دیا تھا اور مائدہ کی رضامندی سے اس کے دل کو اطمینان ہوا تھا کہ محبت کے سفر میں وہ اکیلا نہیں ہے۔ بلکہ مائدہ بھی اس کی ہم قدم ہے۔ ان دونوں کو والدین کی طرف سے گرین سگنل مل چکا تھا کہ اچانک ایک ایسی تیز آندھی چلی جس نے موسیٰ حیات اور مائدہ حسن کے خوابوں کے محل کو لمحوں میں چکنا چور کر دیا اور وہ دونوں ایک ہونے سے پہلے ہی جدا ہو گئے۔

☆......☆

سنڈلی آرٹ اسکول کلفٹن میں اس وقت بہت سے طلبا و طالبات شریک تھے۔ اس بار انہیں ایک قدرتی منظر بنانے کو کہا گیا تھا۔ ایک ایسا منظر جو دیکھنے والوں کو پہلی ہی نظر میں اپنی گرفت میں لے لے۔

تمام امید وار بہت پر جوش تھے۔ سب کی خواہش تھی کہ پہلا انعام انہیں ہی ملے۔ پچھلی دفعہ کا فاتح علی نواز شاہ اس بار بھی انعام جیتنے کے لیے پر عزم تھا۔ اس کے اسکول کو اس سے بہت سی امیدیں وابستہ تھیں اور اسے خود بھی یقین تھا کہ اس کا اعزاز اس سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ مقابلے میں شریک تمام طلبا و طالبات کو ایک مخصوص وقت میں اپنے اپنے شاہکار مکمل کر کے ججز کے سامنے رکھ دینے تھے اور پھر ان میں سے تین تصاویر منتخب ہونی تھیں۔ جو بالترتیب پہلے دوسرے اور تیسرے انعام کی حقدار قرار پاتی تھیں۔ سنڈلی کے اسکولز کے درمیان ہونے والا یہ آرٹ کا مقابلہ بہت اہمیت کا حامل تھا۔ کیوں کہ جیتنے والی تصاویر کو مختلف آرٹ گیلریز اپنے شماروں میں نمایاں جگہ دیتے تھے اور پھر وہ آرٹسٹ بھی اپنے کام کی وجہ سے ایک نام پا لیتا تھا۔ اس مقابلے میں جو انعامی رقم دی جاتی تھی۔ وہ بھی کم نہیں تھی اس لیے سب بھرپور تیاری کے ساتھ اس مقابلے میں حصہ لے رہے تھے۔ تصاویر بنانے کے لیے جو وقت دیا گیا تھا وہ اب ختم ہو چکا تھا۔ تمام شاہکار ججز کے سامنے تھے۔ کچھ ہی دیر بعد انہوں نے نتائج کا اعلان کر دیا۔ حیرت انگیز طور پر اس بار علی نواز شاہ کی تصویر درجہ بندی میں دوسرے نمبر پر تھی۔ جب کہ پہلا انعام سائرہ پیٹر کی تصویر کو ملا تھا۔ وہ جب اسٹیج پر اپنا انعام وصول کرنے کے لیے آئی تو علی نے حیرت بھری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ لڑکی شکل سے ایشیائی لگتی تھی مگر کہیں کہیں اس کے نقوش یورپین ہونے کی چغلی بھی کھاتے تھے۔ مجموعی طور پر کہا جا سکتا تھا کہ وہ ایشیائی اور یورپین نقوش کا حسین امتزاج تھی۔ تقریب کے اختتام کے بعد اب تمام طلبا و طالبات ایک دوسرے کے ساتھ اپنے احساسات کو بیان کر رہے تھے۔ ایسے میں علی سب سے الگ تھلگ اسکول کے وسیع گراؤنڈ میں موجود ایک درخت کے پاس کھڑا تھا۔ وہ ابھی ابھی شکست کے ذائقے سے آشنا ہوا تھا اس لیے اپنی اداسی کو چھپا نہیں پایا تھا۔ اچانک سے وہی لڑکی سائرہ پیٹر ایک بڑا سا چپس کا پیکٹ لے کر اس کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے چپس کا پیکٹ علی کی طرف بڑھا دیا تھا جس میں سے چند چپس علی نے نہ چاہتے ہوئے بھی اٹھا لیے تھے۔ اس لڑکی کے چہرے پر وہی مسکراہٹ تھی جو ہر فاتح کے چہرے پر ہوتی ہے۔

"فرینڈز؟" اس لڑکی نے اپنا ہاتھ مصافحے کے لیے علی کی طرف بڑھا دیا تھا۔

"یس فرینڈز۔" علی نے بھی سائرہ کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ وہ دونوں کچھ دیر بیٹھ کر باتیں کرتے رہے۔ علی آج وہاں ہار رہا تھا مگر وہ خوش تھا کہ ایک خوب صورت دل رکھنے والی لڑکی اس کی دوست بن گئی ہے۔

☆......☆

عروہ جب اس آفس سے نکلی تو مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔ وہ نہایت مایوسی کے عالم میں اب سڑک کے کنارے چلنا شروع ہو گئی تھی۔ وہ حسبِ معمول ایک بار پھر انٹرویو میں کامیابی حاصل نہیں کر سکی تھی۔ ایک اچھی نوکری صرف اس کا خواب نہیں بلکہ اس کی ضرورت بھی تھی مگر لگتا تھا انٹرویو لینے والوں کو اس کی کسی ضرورت کا احساس ہی نہیں تھا۔ اسے سمجھ نہیں آتی تھی کہ انٹرویو کے پینل میں موجود لوگ ہر بار اس سے اوٹ پٹانگ قسم کے سوالات کیوں کرتے تھے۔ اس انٹرویو میں تو اس کا دل چاہ رہا تھا کہ سامنے پڑی کوئی چیز اٹھا کر اس گنجے منیجر کے سر پر مار دے جو جان بوجھ کر الٹے سیدھے سوالات کر کے عروہ کو زچ کر رہا تھا۔ یہ ناکامی کا تیسرا انٹرویو تھا جس میں وہ کامیاب نہیں ہو سکی تھی۔ وہ صحیح معنوں میں اب بیزار ہو چکی تھی۔ سڑک پر چلتی گاڑیوں میں بیٹھے امیر لوگوں کو دیکھ کر اسے اپنی معاشی بدحالی کا اور شدت سے احساس ہو رہا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا۔ اس کے والد سراج دین ایک کنسٹرکشن کمپنی میں سپروائزر تھے اور نہایت سخت مزاج کے حامل انسان تھے۔ ان کے مزاج کی سختی کی وجہ سے عروہ کے گھر کا ماحول بہت گھٹا گھٹا سا تھا۔ بے جا سختی کی [illegible] نے عروہ اور اس کے دیگر بہن بھائیوں کو اس کے والد سے دور کر دیا تھا۔ دو ماہ پہلے سراج دین کا ایک بہت [illegible] ایکسیڈنٹ ہوا تھا جس کے نتیجے میں وہ اپنی دونوں ٹانگوں سے محروم ہو گئے تھے۔ وہی سراج دین جو [illegible] گردن اکڑا کر چلا کرتے تھے اور اپنے بیوی بچوں کو انتہائی کمتر مخلوق سمجھتے تھے۔ اب صرف وہیل چیئر کے ہو کر رہ گئے تھے۔ ان کی نوکری بھی اب نہیں رہی تھی جس کے باعث وہ مزید بدمزاج ہو گئے تھے۔ گھر کا گزارا پہلے ہی بہت مشکل سے ہوتا تھا اور اب تو صورت حال اور خراب ہو گئی تھی۔ عروہ کی والدہ بھی پڑھی لکھی نہیں تھیں۔ جو وہ گھر کے معاشی حالات سدھارنے میں اپنا کوئی کردار ادا کر سکتیں۔ اس کے بہن بھائی ابھی چھوٹے تھے سب سے چھوٹی ثنا ابھی آٹھویں میں تھی۔ اس سے بڑی صبا میٹرک کے امتحانات دے چکی تھی اور چھوٹا بھائی بھی ابھی سیکنڈ ایئر کی تعلیم ہی حاصل کر رہا تھا اس لیے ساری ذمہ داری اب عروہ کے کندھوں پر آن پڑی تھی۔ اس نے گریجویشن کے بعد انگریزی ادب میں ماسٹرز کرنے کا خواب دیکھا تھا۔ مگر اب اس نے اپنے خوابوں میں تھوڑی سی ترمیم کر لی تھی۔ اب وہ اپنے بہن بھائیوں کی اعلیٰ تعلیم کے حوالے سے خواب دیکھتی تھی۔ اس کی انگریزی اچھی تھی کمپیوٹر سے بھی واقفیت تھی اس لیے اس کا خیال تھا کہ اسے نوکری بہت آسانی سے مل جائے گی مگر ابتدائی چند انٹرویوز میں ناکامی کے بعد ہی اسے احساس ہو گیا تھا کہ وہ جتنی مرضی قابل ہو جائے، بغیر سفارش کے اسے نوکری نہیں ملے گی۔ اپنی سوچوں میں گم چلتے چلتے وہ سڑک کے درمیان میں آ گئی اور سامنے سے آنے والی گاڑی سے ٹکرا کر گر پڑی تھی۔ وہ گاڑی موسیٰ کی تھی جو اپنے ایک دوست سے ملنے کے لیے جا رہا تھا۔ ایک لمحے کو اس کا دل چاہا کہ وہ اس لڑکی کو سڑک پر چھوڑ کر وہاں سے بھاگ جائے مگر انسانی ہمدردی کے جذبے کے تحت وہ وہاں پر رک گیا۔ اس نے چند لوگوں کی مدد سے لڑکی کو اپنی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بٹھایا اور اسپتال کی طرف چل پڑا۔ عروہ کے سر پر کافی گہری چوٹ آئی تھی۔ اسپتال کے شعبہ ایمرجنسی میں ابتدائی مرہم پٹی کے بعد عروہ کو فارغ کر دیا گیا تھا۔ ڈاکٹرز نے عروہ کو مکمل آرام کی ہدایات کی تھیں۔ موسیٰ نے ڈاکٹرز کی تجویز کردہ تمام ادویات عروہ کے لیے لے لی تھیں۔ وہ دونوں جب اسپتال سے باہر نکلے تو رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ عروہ اب موسیٰ کے ساتھ اس کی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ چکی تھی۔ اس کے سر پر ہلکا ہلکا درد تو تھا مگر اب اس کی حالت پہلے سے بہتر تھی۔ موسیٰ کی گاڑی بہت آہستگی سے عروہ کے گھر کی طرف رواں دواں تھی۔ موسیٰ ایک بار تیز گاڑی چلانے کا نقصان اٹھا چکا تھا۔ اس لیے اب وہ دوبارہ تیز گاڑی چلا کر کوئی نیا نقصان نہیں اٹھا سکتا تھا۔ ویسے بھی عروہ کے سر اور ماتھے پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور تیز ڈرائیونگ سے اسے تکلیف ہو سکتی تھی۔ عروہ کا گھر ایک گنجان آباد علاقے میں تھا اور رات کے اس وقت بھی وہاں بہت رونق تھی۔ عروہ چاہتی تھی کہ موسیٰ اسے سڑک کنارے اتار دے وہ اپنے گھر خود ہی چلی جائے گی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اسے کوئی موسیٰ کے ساتھ دیکھے وہ اپنے محلے والوں اور گھر والوں کی ذہنیت سے بہت اچھی طرح واقف تھی مگر موسیٰ بضد تھا کہ وہ اسے اس کے گھر کے بالکل سامنے اتارے گا۔ موسیٰ کے ساتھ اس کا ابتدائی تعارف ہو چکا تھا۔ عروہ کا جس طرح اس نے خیال رکھا تھا۔ عروہ دل سے موسیٰ کے خلوص کی قائل ہو گئی تھی۔ عروہ کا گھر آ چکا تھا۔ موسیٰ نے اپنی گاڑی عروہ کے گھر کے سامنے کھڑی کر دی تھی۔ عروہ نے تشکر آمیز نگاہوں سے موسیٰ کی طرف دیکھا

اور گاڑی سے اتر کر اپنے گھر کے اندر چلی گئی۔ موسیٰ نے مطمئن ہو کر اپنی گاڑی کا رخ اپنے گھر کی طرف موڑ لیا تھا۔ اب وہ گھر جا کر آرام کرنا چاہتا تھا۔ گاڑی میں بیٹھے بیٹھے مائدہ کا خیال آتے ہی اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ دوڑنے لگی تھی۔ وہ ابھی راستے میں ہی تھا کہ اچانک اس کی نظر اپنی گاڑی میں موجود اس لفافے کی طرف پڑی جس میں عروہ کی ادویات تھیں۔ اپنے بھولنے کی عادت پر لعنت ملامت کرتا ہوا وہ اب دوبارہ سے عروہ کے گھر کی طرف جا رہا تھا مگر وہاں پہنچنے سے پہلے ہی اس نے سڑک پر ایک عجیب و غریب منظر دیکھا جو اس کے لیے صرف حیران کن نہیں بلکہ بہت حد تک تکلیف دہ بھی تھا۔

☆......☆

آرٹ اسکول کا کیمپین ختم ہوئے بہت دن ہو چکے تھے مگر علی ابھی تک اس ہنستے مسکراتے چہرے کو بھول نہیں پایا تھا جس کی مسکراہٹ اسے دنیا کی خالص ترین مسکراہٹ لگی تھی۔ وہ لڑکی بہت حسین تھی اور علی نواز شدہ وہ اس کا حسن متاثر کر چکا تھا مگر علی کو نہ صرف اس کے حسن بلکہ اس کے آرٹ نے بھی اپنی طرف کھینچا تھا۔ اس لڑکی کا گہرا مشاہدہ اس کی بنائی ہوئی تصویر میں صاف نظر آ رہا تھا۔ علی نے ایک میگزین میں بھی سائرہ کی ہاتھ سے بنائی گئی اور بھی تصویریں دیکھیں تھیں۔ اس کے کام کی خوب صورتی نے علی کی توجہ حاصل کر لی تھی۔ بلاشبہ اس کی تصویر ہی پہلے انعام کی حقدار تھی۔ سائرہ کی بنائی ہوئی تصویر کے مقابلے میں علی کو اپنی بنائی ہوئی تصویر خامیوں کا مجموعہ لگتی تھی اور اسے لگا تھا کہ اس کے کام میں بہتری کی بہت گنجائش ہے۔ سائرہ کی دوستی کی پیشکش کو وہ قبول کر چکا تھا۔ اس کے پاس سائرہ کا نمبر بھی تھا ہر بار جب وہ اسے فون کرنے کا ارادہ کرتا کوئی نہ کوئی مصروفیت آڑے آ جاتی۔ وہ اس کے فون کے انتظار میں بھی تھا مگر سائرہ کا اسے کوئی فون نہیں آیا۔ اسی طرح دن گزرتے چلے گئے۔ علی کے امتحانات شروع ہوئے اور جب نتیجہ آیا تو علی نے بہت اچھے نمبروں سے کامیابی حاصل کی تھی۔ وہ اب آگے مزید تعلیم فائن آرٹس کے شعبے میں ہی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کا شہر کے ایک آرٹ کالج میں داخلہ ہو چکا تھا۔ ابھی کالج میں اس کی کلاسز کا باقاعدہ آغاز نہیں ہوا تھا کہ ایک روز اپنے بابا کے ساتھ ایک شاپنگ مال میں اس کا سائرہ سے ٹکراؤ ہو گیا اور اسے دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔

☆......☆

عروہ جیسے ہی گھر کے اندر داخل ہوئی اس کی پہلی نظر سراج دین پر پڑی جو اپنی مخصوص وہیل چیئر پر بیٹھے شاید اسی کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کا مزاج کچھ ضرورت سے زیادہ ہی تلخ نظر آ رہا تھا۔ اس کی والدہ اور باقی بہن بھائی بھی عجیب نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ اپنے والد کے مزاج سے بہت اچھی طرح واقف تھی اور سمجھ سکتی تھی کہ رات کے اس پہر گھر میں داخل ہوتے وقت وہ طنز کے کتنے تیر اس پر برسائیں گے۔ وہ اس تمام صورت حال کے لیے تیار تھی جو اس کے والد کی طرف سے اسے پیش آ سکتی تھی مگر اس وقت معاملات اس کی سوچ سے بھی زیادہ سنگین لگ رہا تھا۔ اس کے سر میں ابھی بھی ہلکا ہلکا درد تھا۔ ایک حادثے کے بعد اب کٹہرے میں کھڑے ہو کر اپنی صفائیاں پیش کرنا اسے بہت مشکل لگ رہا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں جائے اور دروازہ بند کر لے مگر یہ سب اتنا آسان نہیں تھا۔ ابھی تو اسے اپنے گھر والوں کو مطمئن کرنا تھا۔ اس کے سر پر بندھی پٹی دیکھ کر اس کی والدہ آگے بڑھیں تو اپنے باپ کے زہر بھرے چند جملے اسے سنائی دیے۔

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"رک جائیں آمنہ بیگم! ابھی مجھے اس سے پوچھ تو لینے دیں کہ یہ اس وقت کس کے ساتھ اپنا منہ [illegible] کے آرہی ہے۔"

عروہ نے دکھ سے ایک سسکی بھری۔ اس قسم کے جملے اپنے باپ کے منہ سے سننا اس کے لیے نیا نہیں تھا مگر اس بار ان جملوں نے اس کے سر کا درد بہت بڑھا دیا تھا۔

"آپی! ابھی تھوڑی دیر پہلے بڑے تایا کے گھر سے رضوان بھائی آئے تھے۔ انہوں نے بتایا تھا کہ آپ کسی لڑکے کے ساتھ تھیں اور یہ بھی کہ آپ کو وہ پہلے بھی کئی بار اس لڑکے کے ساتھ دیکھ چکے ہیں۔" [illegible] سے چھوٹی حنا سر جھکا کر بولی۔

عروہ پر تہمت لگ چکی تھی اور گھر والوں نے اسے بدکرداری کی سزا ابھی سنا دی تھی۔ اس قسم کے حالات میں رائے کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی سو عروہ کی وضاحتوں کو بھی کوڑے دان میں پھینک دیا گیا۔ اس نے بہت منت کی مگر اس کی والدہ سمیت شاید سب کے دل پتھر کے ہو چکے تھے۔ دس منٹ کے اندر اندر وہ گھر سے باہر تھی۔ اس کی زندگی کے اس مقدمے کا فیصلہ دس منٹ میں ہو گیا تھا۔ ان دس منٹوں میں اسے ایک بات بہت اچھی طرح سمجھ آگئی تھی کہ جب برا وقت آتا ہے تو اپنا سایا بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ اسے اپنے [illegible] سے کوئی شکوہ نہیں تھا۔ اسے تو گلہ اپنی ماں اور بہن بھائی سے تھا۔ زخم اگر اپنوں کی طرف سے ملے تو وہ بھرتا بھی دیر سے ہے اور تکلیف بھی زیادہ ہوتی ہے۔ وہ سڑک پر آگئی تھی۔ اس نے اپنے سر اور ماتھے پر بندھی پٹی بھی اتار دی تھی۔ اس کے زخموں سے خون رسنے لگا تھا مگر اسے اب کسی زخم کی کوئی پروا نہیں تھی۔ وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو چکی تھی اور اس نے بہتر یہی سمجھا کہ وہ کسی گاڑی کے نیچے آکر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لے۔ وہ سڑک کے عین درمیان میں کھڑی تھی۔ اس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ اس سے پہلے کہ کوئی گاڑی اسے کچلتی ہوئی گزر جاتی اچانک سے موسیٰ نے اس کا بازو پکڑا اور گھسیٹتا ہوا اسے اپنی گاڑی کے پاس لے کر آیا۔ اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ عروہ کو فرنٹ سیٹ پر بٹھا کر اب وہ دوبارہ سے اسپتال کی طرف جا رہا تھا۔

"عروہ! آپ نے اپنی پٹی اتار دی۔ آپ کو اندازہ ہے کہ ایک بار زخم بڑھ جائے تو پھر ٹھیک ہونے میں کتنا وقت لیتا ہے۔" اسے عروہ کی لاپروائی پر شدید قسم کا غصہ آرہا تھا۔

"زخم تو بڑھ گیا مسٹر موسیٰ!" عروہ نے عجیب سے انداز میں کہا۔ عروہ کے لہجے پر موسیٰ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ اسے احساس ہوا کہ عروہ کے ساتھ کچھ بہت برا ہوا ہے۔ وہ ٹھیک نہیں ہے۔ اس نے مزید کوئی بات پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ عروہ کے ساتھ اب دوبارہ اسپتال آچکا تھا۔ وہاں پر اس کی دوبارہ سے مرہم پٹی کی گئی۔ ڈاکٹرز سے ہدایات لینے کے بعد اب وہ اور عروہ ایک بار پھر اس کی گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔ عروہ نے مختصر الفاظ میں اپنے گھر والوں کے رویوں کی داستان سنا دی تھی۔ موسیٰ کو یہ سب سن کر بہت دکھ پہنچا تھا۔ اسے حیرت ہو رہی تھی کہ اس دور میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں۔ اس نے عروہ کی طرف دیکھا۔ اسے لگا کہ اس لڑکی کو اس کی ضرورت ہے اگر وہ اسے بیچ راستے میں چھوڑ دے گا تو وہ خود کو کبھی معاف نہیں کر سکے گا۔

"عروہ! آپ مجھ پر اعتبار کر سکتی ہیں۔" موسیٰ نے یقین بھرے لہجے میں عروہ کو مخاطب کیا۔ اس تھوڑے سے وقت میں نہ جانے کیوں موسیٰ کو وہ اپنی اپنی سی لگنے لگی تھی۔ عروہ نے اپنا سر گاڑی کی سیٹ سے لگا لیا۔ وہ موسیٰ پر اعتبار کر چکی تھی۔ اسے موسیٰ پر اعتبار کرنا ہی تھا۔ کیوں کہ اسے اس کے سارے رشتوں نے

دیا تھا۔ وہ شدید ذہنی کرب سے گزر رہی تھی اور اس لمحے موسیٰ کی جگہ کوئی اور بھی ہوتا عروہ نے اس پر بھی ایسے ہی بھروسا کرنا تھا۔ موسیٰ کی گاڑی کا رخ اب اس کے گھر کی طرف ہو گیا تھا اور وہ نہیں جانتا تھا کہ عروہ کو گھر لا کر وہ اپنی زندگی کا اہم ترین قدم اٹھانے لگا ہے اور اس ایک فیصلے سے اس کی زندگی یکسر بدل جائے گی۔

☆ ..... ☆

شاپنگ کرنا علی کو کبھی بھی پسند نہیں رہا تھا مگر اس وقت مجبوری تھی کیوں کہ وہ اپنے بابا کی لاپروا طبیعت سے واقف تھا اور جانتا تھا کہ جب تک وہ اپنے بابا کے ساتھ جا کر ان کے لیے نئے کپڑے اور جوتے نہیں خریدے گا وہ پرانے کپڑوں میں ہی گزارا کرتے رہیں گے۔ سڈنی کے اس جدید شاپنگ مال میں آکر اسے ہمیشہ سے ایک خوشگوار احساس ہوتا تھا۔ یہ شاپنگ کے لیے اس کی پسندیدہ جگہ تھی۔ شاپنگ مال میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنے بابا کے لیے کپڑوں کی خریداری شروع کر دی تھی۔

"بابا! یہ آپ پر کیسا لگے گا؟" علی نے ایک شرٹ ان کے ساتھ لگا کر پوچھا۔ علی کی اس بات پر مسکراتے ہوئے نواز شاہ نے اپنے اس بیٹے کی طرف دیکھا جو محض سترہ سال کی عمر میں ان سے لمبا لگنے لگا تھا۔

"جی، بابا کی جان! آپ جو بھی میرے لیے لو گے وہ مجھ پر اچھا ہی لگے گا۔" نواز شاہ نے ڈھیر سارا پیار اپنی آنکھوں میں سموتے ہوئے کہا۔ وہ اپنے بیٹے کی اس عادت سے اچھی طرح واقف تھے کہ وہ جب بھی شاپنگ کرتا ہے ہمیشہ اپنے بابا کے لیے ہی کرتا ہے۔ نواز شاہ کی بیگم علی کی پیدائش کے کچھ عرصے بعد ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئی تھیں۔ بیگم کے چلے جانے کے بعد نواز شاہ نے ہمیشہ کے لیے اپنا ملک چھوڑ دیا تھا اور آسٹریلیا شفٹ ہو گئے تھے۔ ان کا اپنا بزنس تھا۔ ان کی کمپنی ووڈ ورک کا شمار پاکستان کی بہترین فرنیچر بنانے والی کمپنیوں میں ہوتا تھا۔ آسٹریلیا میں بھی ان کی کمپنی کا بنایا گیا فرنیچر اپنے اعلیٰ معیار کے باعث بہت پسند کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سڈنی میں بھی ان کا شمار خوشحال افراد میں کیا جاتا تھا اور اب تو ان کا بزنس بہت پھیل گیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ علی کو بزنس میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ وہ رنگوں کا کھلاڑی تھا اس لیے انہوں نے اپنے بیٹے پر کبھی کوئی دباؤ نہیں ڈالا تھا کہ وہ صرف بزنس کی ہی تعلیم حاصل کرے اور علی کو اپنے بابا کی یہی بات پسند تھی۔ شاپنگ کے بعد ان دونوں باپ اور بیٹے کا ارادہ قریبی فاسٹ فوڈ ریسٹورنٹ سے کچھ کھانے پینے کا تھا کہ اچانک سے علی کی نظر سارہ پر پڑی جو اس وقت کسی سیاہ فام کے ساتھ اسی ریسٹورنٹ کی طرف جا رہی تھی علی اسے اپنے بابا سے بھی ملوانا چاہتا تھا۔

"ہیلو سارہ!" علی نے مسکراتے ہوئے ہاتھ ہلایا۔ علی کی آواز سن کر سارہ رک گئی تھی۔ علی اپنے بابا کو پیچھے چھوڑ کر اب اس کے پاس آکر کھڑا ہو گیا تھا۔ سارہ کو اپنے سامنے دیکھ کر اسے بہت خوشی ہو رہی تھی اور اس خوشی میں وہ یہ بھول گیا تھا کہ سارہ اکیلی نہیں ہے اس کے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔

"ہیلو۔" سارہ نے انتہائی روکھے لہجے میں جواب دیا۔ سارہ کے ساتھ کھڑے اس سیاہ فام لڑکے نے نہایت گرمجوشی کے ساتھ علی سے مصافحہ کیا۔ علی ابھی تک سارہ اور اس لڑکے کے درمیان تعلق کی نوعیت جان نہیں پایا تھا۔

"میں ایرک ہوں۔ سارہ کا بوائے فرینڈ اور فیانسی (منگیتر) اور کچھ عرصے بعد شوہر بھی کہلاؤں گا۔" ایرک مسکراتے ہوئے بولا۔

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

علی کو ایرک کی یہ بات بہت بری لگی تھی۔ وہ کچھ دیر ان دونوں کے پاس کھڑا ہونے کے بعد واپس اپنے والد کے پاس آ گیا تھا جو کافی دیر سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ ایرک کی یہ بات سن کر علی کو کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ اپنی اس عجیب و غریب کیفیت پر وہ خود بھی حیران ہو رہا تھا۔ اس روز سائرہ کو دیکھ کر اس کے دل کی دھڑکن جس عجیب انداز سے بے ترتیب ہوئی تھی وہ محبت کی ہی علامت تھی اور علی نواز شاہ کو یہ بات سمجھنے میں بہت دن لگ گئے کہ سائرہ سے اس کی صرف دوستی ہی نہیں تھی بلکہ سائرہ سے اسے بہت شدید قسم کی محبت ہو گئی تھی۔

☆......☆

سرخ اینٹوں سے بنا وہ گھر شاید موسیٰ کی آمد کا منتظر تھا۔ اس گھر کے در و دیوار بھی موسیٰ کی واپسی پر مسکرا اٹھے تھے۔ کم از کم عروہ کو تو یہی لگ رہا تھا۔ وہ گاڑی سے اتر چکی تھی اور اب موسیٰ کے ساتھ گھر کے اندر داخل ہو رہی تھی۔ گھر میں موجود بلیک شیفرڈ بھی موسیٰ کو دیکھ کر زور زور سے بھونکنا شروع ہو گیا تھا۔ وہ تیزی سے بھاگتا ہوا آ کر موسیٰ کے پاس کھڑا ہو گیا تھا۔ موسیٰ کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر اس کی آنکھوں میں جو چمک اتری تھی اس نے لمحے بھر کے لیے عروہ کو بھی حیران کر دیا تھا۔ موسیٰ نے اس کتے کو گود میں لے کر سہلایا اور پھر اسے نیچے اتار کر جانے کا اشارہ کیا۔ وہ بلیک شیفرڈ بھی موسیٰ کا اشارہ سمجھ کر آگے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ دونوں اب گھر کے وسیع و عریض لان سے گزر کر اندر کی طرف داخل ہو رہے تھے۔ گھر کا لان مکینوں کے اعلیٰ ذوق کا اظہار کر رہا تھا۔ وہ دونوں ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئے تھے۔ ڈرائنگ روم میں موجود فرنیچر اور پرتعیش اشیاء کی سجاوٹ بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ عام حالات ہوتے تو عروہ اس امارت سے بہت متاثر ہوتی مگر اس وقت تو وہ خود اپنی زندگی سے بیزار تھی۔ اگر موسیٰ اسے نہ بچاتا تو وہ کسی گاڑی کے نیچے آ کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیتی۔ کیوں کہ اسے لگتا تھا کہ اس کے جینے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ موسیٰ اسے ڈرائنگ روم میں بٹھا کر خود اوپر سیڑھیوں کی طرف چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو وہ اکیلا نہیں تھا اس کے ساتھ اس کے گھر کی کوئی ملازمہ تھی۔ جو عروہ کو ہی لینے آئی تھی۔

"عروہ! یہ رضیہ ہیں۔ ہماری خاندانی ملازمہ ہیں۔ آپ ان کے ساتھ اوپر چلی جائیں۔ یہ آپ کو آپ کے کمرے میں لے جائیں گی۔ ابھی آپ آرام کریں۔ کیوں کہ ابھی آپ کو آرام کی سخت ضرورت ہے۔ صبح پھر دیکھتے ہیں۔ کیا کرنا ہے۔" یہ سب کہتے ہوئے موسیٰ اب اس کے پاس ہی بیٹھ گیا تھا۔

"آپ کی زندگی کی یہ بہت بڑی آزمائش ہے عروہ! آپ نے مجھ پر بھروسہ کیا ہے تو یقین رکھیں موسیٰ آپ کو اکیلا نہیں چھوڑے گا۔"

موسیٰ کے یہ ڈھارس بھرے جملے سن کر عروہ کی آنکھوں سے آنسو اب اور شدت سے بہنے لگے تھے۔ خود پر بٹھائے گئے ضبط کے تمام پہرے اس نے ہٹا دیے تھے۔ زندگی میں ہم پر اکثر ایسے لمحات آتے ہیں جب ہم کسی ایسے کاندھے کی تلاش میں ہوتے ہیں جس پر سر رکھ کر ہم اپنے سارے آنسو بہا دیں اور اس ایک کاندھے پر ہم اپنے آنسوؤں کا بوجھ ڈال کر پرسکون ہو جاتے ہیں اور عروہ کو رات کے اس پہر وہ کاندھا میسر آ گیا تھا۔ عروہ کو اس طرح روتے دیکھ کر موسیٰ کا اپنا دل بھی دکھی ہو گیا تھا مگر اس وقت تو وہ عروہ کے لیے صرف دعا ہی کر سکتا تھا۔ وہ کچھ دیر عروہ کے پاس بیٹھ کر اسے تسلیاں دیتا رہا اور پھر عروہ رضیہ کے ساتھ اوپر کمرے میں چلی گئی۔ موسیٰ نے اپنی والدہ کو ساری حقیقت بتا دی تھی۔ انھوں نے موسیٰ کو یقین دلایا تھا

کہ وہ عروہ کا اپنی بچیوں کی طرح ہی خیال رکھیں گی۔ بلکہ اس کے والدین سے خود جا کر بات کریں گی وہ پُرامید تھیں کہ کوئی نہ کوئی بہتری کی صورت نکل آئے گی۔

☆......☆

پیٹر جانسن کی زندگی دو ہی چیزوں کے گرد گھومتی تھی یا تو وہ بہت زیادہ شراب پیتا تھا یا پھر عورتوں کے ساتھ دل لگی کرتا رہتا تھا۔ ان دونوں چیزوں کے لیے بہت پیسہ چاہیے تھا جو کبھی اس کے پاس ہوتا تھا اور کبھی نہیں ہوتا تھا۔ پہلے تو اس کی بیوی اسے کچھ نہ کچھ دیتی رہتی تھی اگر نہیں بھی دیتی تھی تو وہ بیوی سے چھین کر اپنا گزارا کر لیا کرتا تھا مگر جب سے اس کی بیوی بستر سے لگی تھی اس کا گزارا بہت مشکلوں سے ہونے لگا تھا۔ وہ ایک بار میں ملازمت کرتا تھا۔ اس کی چوری کرنے کی عادت کی وجہ سے بار کا مالک اسے کئی دفعہ نوکری سے نکال چکا تھا مگر پیٹر اس سے ہر بار تیرے میرے سے معافی مانگ کر پھر سے کام شروع کر دیتا تھا۔ بار کا مالک جانتا تھا کہ پیٹر جیسا بھی ہے بہت محنتی ہے۔ اس لیے ہر بار وہ اسے کچھ نہ کچھ رعایت دے دیا کرتا تھا۔ پچھلے کچھ عرصے سے اسے قرض مانگنے کی عادت پڑ گئی تھی اور سود در سود کی وجہ سے وہ قرض بہت بڑھ گیا تھا اور اب تو قرض خواہ اسے جان سے مارنے کی دھمکی دینے لگے تھے۔ اس کی ایک ہی بیٹی تھی سائرہ جس کی ذہانت کے چرچے اس کے پورے علاقے میں تھے اور اب تو اس کے ہاتھ سے بنائی گئی تصاویر ہاتھوں ہاتھ بک رہی تھیں مگر وہ اپنی کمائی میں سے پیٹر کو ایک پیسہ بھی نہیں دیتی تھی۔ پیٹر جانتا تھا کہ یہ سب اس کی بیوی کے پڑھائے ہوئے اسباق ہیں جن پر اب اس کی بیٹی دل و جان سے عمل پیرا ہے۔ باقی قرض خواہوں کو تو وہ کسی نہ کسی طرح ٹال دیا کرتا تھا مگر تھیمو جانسن جو کہ ایک سیاہ فام بدمعاش تھا اس نے پیٹر کا جینا حرام کر رکھا تھا۔ وہ ایک دو بار پیٹر کو اپنے غنڈوں سے مار بھی پڑوا چکا تھا۔ تھیمو جانسن کا ایک ہی بیٹا تھا ایرک۔ تھیمو جو اسی کی طرح ہی زمانے بھر کا ٹھگ اور مجرمانہ ذہنیت رکھنے والا انسان تھا اور پیٹر دیکھ چکا تھا کہ وہ سائرہ کو انتہائی بے ہودہ نظروں سے دیکھتا تھا۔ جب تھیمو نے ایرک اور سائرہ کی شادی کی تجویز رکھی تو پیٹر نے صاف انکار کر دیا۔ کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ اس کی بیوی اس کی یہ بات کبھی بھی نہیں مانے گی اور وہ خود بھی ایرک کو سائرہ کے لیے انتہائی غیر مناسب سمجھتا تھا مگر تھیمو کا قرض کی واپسی کا تقاضا حد سے بڑھتا جا رہا تھا اور اس نے پیٹر کو دھمکی دی تھی کہ اگر وہ اس رشتے پر رضامند نہ ہوا تو سائرہ کے ساتھ جو کچھ ہو گا اس کا ذمہ دار پیٹر خود ہو گا۔ پیٹر کے لیے یہ ساری صورت حال بہت پریشان کن تھی اگر وہ سائرہ اور ایرک کا رشتہ کر دیتا تو کم از کم تھیمو اس کا قرضہ معاف کر دیتا سو ایک روز اس نے ایرک اور سائرہ کی منگنی کر دی۔ منگنی کا انتظام تھیمو کے گھر پر تھا۔ یہ بات اس نے اپنی بیوی سے چھپائی تھی اور بیٹی کو کسی طرح منا لیا تھا کہ وہ فی الحال منگنی کر لے شادی وہ سائرہ کی پسند سے ہی کرے گا۔ سائرہ باپ کی التجا پر مان تو گئی تھی مگر اسے جلد از جلد ایرک سے جان چھڑانی تھی۔ کیوں کہ منگنی کے بعد ایرک اب ہر جگہ زبردستی اس کے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔ ویسے بھی اب تو اس کی آنکھوں میں کوئی اور ہی چہرہ سما گیا تھا جو سائرہ کے لیے دنیا کا خوب صورت ترین چہرہ تھا۔

☆......☆

عروہ کی زندگی کی وہ پہلی بدترین رات تھی۔ اس رات اس کے ساتھ اتنا کچھ برا ہو چکا تھا کہ اب مزید کچھ برا ہونے کی گنجائش نہیں تھی۔ وہ اپنی قسمت پر ماتم کرتے ہوئے نرم اور آرام دہ بستر پر لیٹ گئی تھی جو

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

خاص طور پر شاید اسی کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اسے نیند نہیں آئے گی۔ جس کرب سے وہ گزری تھی اس میں نیند کا آنا بہت مشکل تھا مگر بستر پر لیٹتے وہ نیند کی آغوش میں چلی گئی۔ شاید ان ادویات کا اثر تھا جو ڈاکٹرز نے اسے دی تھیں۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو گھڑی صبح دس بجے کا وقت بتا رہی تھی۔ وہ یقیناً بہت دیر تک سوتی رہی تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ چکی تھی۔ ابھی وہ کمرے سے باہر نکلنے کا سوچ ہی رہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

"جی آ جائیں۔" اتنا کہہ کر وہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔

"سلام میم! موسیٰ صاحب نے کہا ہے آپ فریش ہو کر ناشتہ کر لیں۔ ناشتہ آپ نے ضرور کرنا ہے۔ اس کے بعد آپ کو میڈیسن لینی ہے۔" رضیہ نے اندر داخل ہوتے ہی یہ سب کہنے کے بعد ناشتہ میز پر رکھ دیا۔

"موسیٰ! خود کہاں ہیں؟" عروہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

"موسیٰ صاحب تو یونیورسٹی جا چکے ہیں۔ وہ تو اب شام کو ہی آئیں گے۔ آپ البتہ ناشتہ کرنے کے بعد بیگم صاحبہ سے ضرور مل لیجیے گا۔ وہ صبح سے دو تین بار آپ کے متعلق پوچھ چکی ہیں۔" رضیہ اور بھی بہت کچھ بولتی جا رہی تھی مگر عروہ کو اس کی کسی بات میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ ناشتہ رکھ کر کمرے سے باہر چلی گئی تھی۔ عروہ نے نہایت بے دلی سے چند لقمے لیے۔ اس کا کچھ بھی کھانے کو دل نہیں کر رہا تھا۔ اسے موسیٰ کی والدہ بلا رہی تھیں اس کا مطلب یہی تھا کہ موسیٰ نے انہیں سب کچھ بتا دیا ہے وہ ان سے ملنے سے تھوڑا گھبرا رہی تھی کہ اچانک وہ خود سے اس کے کمرے میں آ گئیں۔ وہ نہایت پروقار سی شخصیت کی مالک تھیں۔ عروہ ان سے پہلی ہی نظر میں متاثر ہو چکی تھی۔

"کیسی ہو عروہ بیٹا؟" وہ عروہ کے قریب آ کر بیٹھ گئی تھیں۔ عروہ کو ان کے پوچھنے کا انداز اتنا اپنائیت بھرا لگا تھا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

"ارے یہ کیا تم پھر سے رونے لگ گئیں۔" موسیٰ کی والدہ نے اسے خود سے بہت قریب کر لیا تھا۔ وہ اب اس کی پشت سہلاتے ہوئے اسے تسلیاں دے رہی تھیں۔

"مجھے موسیٰ نے آپ کے بارے میں سب بتا دیا ہے بیٹا! میں اور موسیٰ بہت جلد آپ کے والدین سے مل کر آئیں گے۔ مجھے امید ہے کہ بہتری کی کوئی صورت ضرور نکل آئے گی۔"

وہ بہت دیر تک اس کے پاس بیٹھیں اس سے باتیں کرتی رہیں تھیں۔ انہیں اس لڑکی سے بہت زیادہ ہمدردی محسوس ہو رہی تھی۔ اسے ٹھیک سے ناشتہ کروا کر اور میڈیسن دے کر اب وہ اس کے کمرے سے باہر آ چکی تھیں۔ عروہ کی ذہنی حالت اب پہلے سے بہتر تھی مگر وہ اپنے گھر واپس نہیں جانا چاہتی تھی اور اسے موسیٰ اور اس کی والدہ کو جلد از جلد یہ بات بتانا تھی۔

☆...—☆

سڈنی کالج آف فائن آرٹس یونیورسٹی آف سڈنی سے ملحقہ ایک ایسا ادارہ ہے جو دنیا بھر میں فائن آرٹس کے متوالوں کے لیے اپنی الگ پہچان رکھتا ہے۔ یہاں سے فارغ التحصیل طلباء و طالبات میں آرٹ کے بہت سے نامور لوگ بھی شامل ہیں۔ یہ ادارہ اس شعبے میں ماہر ہی نہیں بناتا بلکہ طلبا کی شخصیت میں ایک ایسا اعتماد پیدا کرتا ہے جو عملی زندگی میں ان کے بہت کام آتا ہے۔ یہاں تعلیم حاصل کرنا آسٹریلیا کے ہر اس طالب علم کا خواب ہے جو فائن آرٹس کی دنیا میں کچھ کرنا چاہتا ہو اور علی نواز شاہ کا بھی کچھ ایسا ہی خواب

القریش پبلی کیشنز کے نئے ناول شائع ہو گئے ہیں

اب کر میری رفوگری — مصنفہ: سائرہ رضا — قیمت: -/600 روپے
رگِ جاں سے جو قریب تھے — مصنفہ: صالحہ محمود — قیمت: -/600 روپے
دل کی دہلیز پہ — مصنفہ: اشتیاق فاطمہ — قیمت: -/600 روپے
میرے ہمنوا کو خبر کرو — مصنفہ: فاخرہ گل — قیمت: -/600 روپے
زندگی کی حسین راہ گزر — مصنفہ: سمیرا شریف طور — قیمت: -/400 روپے
وہ اک لمحہ محبت — مصنفہ: سمیرا شریف طور — قیمت: -/400 روپے
دردِ دل — مصنفہ: نبیلہ عزیز — قیمت: -/900 روپے
زرد پتوں کا شجر — مصنفہ: نایاب جیلانی — قیمت: -/400 روپے

القریش پبلی کیشنز
سرکلر روڈ، چوک اردو بازار لاہور
فون: 042-37668958---37652546

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

تھا اور اس کا وہ خواب اس روز پورا ہو گیا تھا جس روز اس نے کالج میں اپنا پہلا قدم رکھا تھا۔ وہ اپنے بچپن میں اکثر اس عمارت کے سامنے کھڑا اسے دیکھتا رہتا تھا۔ وہاں سے نکلنے والے وہ طالب علم جو ہاتھوں میں کینوس اور برش پینٹس اٹھائے ادھر سے ادھر جا رہے ہوتے تھے علی کی خصوصی توجہ کے مرکز رہتے تھے۔ اس وقت علی کا دل چاہتا تھا کہ بھاگ کر اس عمارت کے اندر جائے اور ان طالب علموں کے ہاتھوں سے کینوس چھین کر تصویریں بنانی شروع کر دے۔ اس کے خوابوں کو تعبیر مل چکی تھی اور اب وہ آرٹ کے اس تاج محل میں اپنے خوابوں کی تعبیر سے لطف اندوز ہو رہا تھا اس کالج کے وسیع و عریض گراؤنڈز وہاں پر موجود درخت اور ان سے گرتے پتے ایک نہایت خوب صورت منظر تخلیق کرتے تھے۔ قدرتی مناظر سے محبت رکھنے والوں کے لیے یہ مناظر کسی نعمت سے کم نہیں تھے۔ اکثر تو مصور انہی گراؤنڈز میں کھڑے ان مناظر کو کینوس پر اتارنے کی کوشش کرتے نظر آتے تھے۔ علی کو لگتا تھا کہ جیسے وہ جادو کی کسی ایسی دنیا میں آ گیا ہو جہاں ہر رنگ ہی رنگ بکھرے ہوئے ہوں اور وہ خود بھی کسی شوخ رنگ کا حصہ ہو۔ اسے یقین تھا کہ یہاں سے وہ جو کچھ بھی سیکھے گا وہ آگے چل کر اس کے بہت کام آئے گا۔ یہاں کے اساتذہ کے سکھانے کا انداز بہت دوستانہ تھا اور باتوں ہی باتوں میں وہ بہت کام کی باتیں سکھا جاتے تھے۔ علی کی کلاس کے تمام طالب علم ہی بہت دوستانہ مزاج کے حامل تھے۔ شروع کے دنوں میں وہ لوگ سینئرز کے ہاتھوں بے وقوف بنتے رہتے تھے مگر اب صورت حال نارمل ہو چکی تھی۔ ان کی کلاسز شروع ہوئے ابھی چند دن ہی ہوئے تھے کہ ایک روز ان کے کالج میں ایک رنگ اترا اس رنگ کی بارش نے علی کے پورے وجود کو بھگو ڈالا تھا۔ ایک انوکھی سی لطیف خوشبو نے اسے اپنے حصار میں لے لیا تھا۔ وہ رنگ سائرہ کی محبت کا رنگ تھا۔ جو اپنی کلاس میں اسے دیکھتے ہی علی کو ہر طرف نظر آنے لگا تھا۔ سائرہ اس کے ساتھ پڑھے گی یہ احساس ہی علی کے لیے بہت خوب صورت تھا۔ اس احساس میں گم علی اس روز کی تلخی بھی بھول گیا جب ایرک کی سائرہ کے حوالے سے ایک بات نے اسے کئی دن تک پریشان کر رکھا تھا۔ اسے صرف اتنا یاد تھا کہ سائرہ اس کی کلاس فیلو ہے۔ یہ کالج اتنا حسین علی کو پہلے کبھی نہیں لگا تھا۔

☆.....☆

"مجھے اپنے گھر نہیں جانا۔ آپ گاڑی واپس موڑ لیں۔ مہربانی کر کے مجھے دارالامان چھوڑ دیں۔ میں اپنے گھر نہیں جانا چاہتی۔"

عروہ کی اس بات پر موسیٰ نے گاڑی روک دی۔ موسیٰ اس وقت اپنی والدہ اور عروہ کو لے کر عروہ کے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس کی والدہ عروہ کے والدین کو راضی کر لیں گی اور سب پہلے کی طرح نارمل ہو جائے گا۔ مگر کبھی کبھی بہت کوشش کے باوجود بھی سب پہلے کی طرح نارمل نہیں ہوتا۔ عروہ کی اس بات پر اسے حیرت کا ایک شدید جھٹکا لگا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ عروہ کو اچانک کیا ہو گیا ہے۔

"مگر کیوں عروہ بیٹا! ہم آپ کے گھر والوں کو سمجھا دیں گے۔ وہ کسی غلط فہمی کا شکار ہیں۔" موسیٰ کے بجائے ثمینہ بیگم بولیں۔ انہیں عروہ کے لہجے اس کے رویے نے دکھ پہنچایا تھا۔

"آنٹی! اس رات مجھ پر میرے باپ نے کیچڑ لگا دیا تھا۔ آنٹی میں گندی ہو گئی ہوں۔ میرے اندر سے تہمت کی بدبو آنے لگی ہے۔ میری ماں، بہن، بھائی کسی نے بھی آگے بڑھ کر میرے کردار کی گواہی نہیں دی۔ مجھے اب دوبارہ سے اپنے اس کیچڑ زدہ وجود کو لے کر اس گھر میں نہیں جانا۔ اگر انہیں میری

ضرورت نہیں ہے تو مجھے بھی ان کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ لوگ میری وجہ سے اپنا قیمتی وقت برباد نہ کریں۔" وہ نم لہجے میں اتنا کچھ بول کر اب خاموش ہو گئی تھی۔ موسیٰ اور ثمینہ بیگم کے پاس عروہ کی ان باتوں کا کوئی جواب نہیں تھا اور فی الحال انہیں اس مسئلے کا کوئی حل بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ موسیٰ نے گاڑی کا رخ اپنے گھر کی طرف واپس موڑ لیا۔ وہ عروہ کو دارالامان بھیجنے کے حق میں نہیں تھا۔ وہ ایسا کیوں نہیں چاہتا تھا شاید وہ نہیں جانتا تھا مگر وہ اب عروہ کو کبھی اداس نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔

☆.....☆

"پیٹر! تم نے سائرہ کی ایک عیسائی کے ساتھ منگنی کر دی مگر میری بیٹی مسلمان ہے۔ تم ایسا کیسے کر سکتے ہو؟" پیٹر کی بیوی بستر پر بیٹھی غضب ناک لہجے میں اس سے پوچھ رہی تھی۔ چند سال پہلے ایک حادثے کے نتیجے میں وہ اپنی دونوں ٹانگوں سے محروم ہو گئی تھی۔ اس نے اپنی معذوری کو اپنی کمزوری نہیں بنایا تھا۔ وہ ایک مصورہ تھی اور کچھ نہ کچھ تصویریں اور مجسمے بنا کر اپنا گزارہ کر لیا کرتی تھی۔ سائرہ کو مصوری سے لگاؤ اپنی ماں سے ورثے میں ملا تھا۔ سائرہ اس کا خیال بھی بہت رکھتی تھی اسے اپنی بیٹی پر فخر تھا۔ پیٹر جو اس وقت اپنے پسندیدہ مشروب سے لطف اندوز ہونے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس نے نہایت بیزاری سے گردن موڑ کر اپنی بیوی کی طرف دیکھا جو غصے میں بہت حسین لگ رہی تھی۔ اتنے برسوں بعد بھی اس کے حسن کی آب و تاب میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔

"میں نے کوئی زبردستی نہیں کی۔ سائرہ کی مرضی اس میں شامل تھی۔" پیٹر نے شراب کا گھونٹ بھرتے ہوئے نہایت اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ الجھ کر اس شراب کا مزہ خراب نہیں کرنا چاہتا تھا جو اس کے باس کے مالک نے پیٹر کے کام سے خوش ہو کر اسے دی تھی۔ اس کے علاوہ اسے ٹپ بھی زیادہ ملی تھی۔ اس کا ارادہ وہ شام بے حد حسین لمحات اپنی کچھ گرل فرینڈز کے ساتھ گزارنے کا تھا مگر اب اپنی بیوی کے منہ سے یہ فضول باتیں سن کر اس کا موڈ خراب ہو رہا تھا۔

"تم ایک انتہائی جھوٹے اور دھوکا باز شخص ہو۔ تم نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے۔" اس کی بیوی نہ جانے کون سے دھوکے کی بات کر رہی تھی جس پر پیٹر کے غصے کی انتہا نہ رہی وہ اٹھا اور اپنی بیوی کے قریب جا کر اس کے بالوں کو پکڑ کر زور سے کھینچنا شروع کر دیا۔ اس کی بیوی درد سے بلبلا اٹھی اس سے پہلے کہ پیٹر اس پر مزید تشدد کرتا اچانک سے ایک آواز نے اسے روک دیا۔

"ڈیڈی! رک جائیں۔" سائرہ کی آواز سن کر پیٹر نے جھنجھلا کر اس کی طرف دیکھا اور پھر غصے سے پاؤں پٹختا ہوا اپنے کمرے سے باہر نکل گیا۔ سائرہ تیزی سے اپنی ماں کی طرف بڑھی اسے پانی پلایا اور اس کا سر سیدھا کیا۔ ماں کے قریب بیٹھ کر اب وہ اس کا سر دبا رہی تھی۔ یہ سب اس کے لیے نیا نہیں تھا۔ وہ بچپن سے ہی یہ سب دیکھتی آ رہی تھی۔ وہ مسلمان والدین کی بیٹی تھی مگر اس کا باپ مسلمان ہوتے ہوئے بھی غیر مسلموں جیسی زندگی گزار رہا تھا۔ سائرہ چاہتی تھی کہ اس کا باپ سدھر جائے وہ راہ راست پر آ جائے مگر دعا کے علاوہ وہ کر بھی کیا سکتی تھی۔

☆.....☆

"موسیٰ! اب تم نے اس لڑکی کو کہاں بھیجنا ہے؟" ثمینہ بیگم اپنے کمرے میں موجود اپنے بیٹے سے مخاطب تھیں جو ان دنوں ضرورت سے کچھ زیادہ ہی پریشان نظر آ رہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ماما! میں اس حالت میں اسے دارالامان نہیں بھیج سکتا۔ وہ اپنے گھر نہیں جانا چاہتی۔ عجیب سی الجھن کا شکار ہوں۔" موسیٰ سر جھکائے بول رہا تھا۔

"اس لڑکی کو کہیں نہ کہیں تو بھیجنا ہے۔ اس کے گھر والے بھی اسے لینے کو تیار نہیں ہیں۔ تم اپنے ڈیڈی کا مزاج تو جانتے ہو انہوں نے آج مجھے سختی سے منع کیا ہے کہ یہ لڑکی دوبارہ سے انہیں اس گھر میں نظر نہ آئے تمہارے سسرال والوں کو بھی خبر ہو گئی ہے۔ وہ لوگ بھی ہم سے عجیب عجیب سوال کرتے ہیں۔" ثمینہ بیگم نے دبے لفظوں میں اپنے خدشات کا اظہار کیا۔

"ماما! میں سب جانتا ہوں۔" موسیٰ کا سر ابھی بھی جھکا ہوا تھا۔

"تم نے اس کے گھر والوں سے دوبارہ بات کی؟" ثمینہ بیگم نے پوچھا۔

"ماما! میں اس کے گھر والوں سے کئی بار مل چکا ہوں۔ اس کی ماں اور بہنیں تو اس سے ملنا چاہتی ہیں مگر اس کے والد صاحب کسی صورت نہیں مان رہے۔ سب سے بڑھ کر یہ عروہ بھی کسی صورت اپنے گھر والوں کے پاس دوبارہ واپس جانے پر تیار نہیں ہے۔" موسیٰ نے تفصیل سے بتایا۔

"اب تم کیا چاہتے ہو؟" ثمینہ بیگم نے اس سے پوچھا نہیں اس کا لہجہ بہت عجیب لگ رہا تھا۔

"ماما! عروہ کی یہ حالت میری وجہ سے ہوئی ہے۔" اب کی بار موسیٰ نے سر اٹھا کر ثمینہ بیگم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یہ بات کی تھی۔

"ہاں میں جانتی ہوں۔ تم نے اتنا کچھ تو کیا ہے اس کے لیے۔" ثمینہ بیگم نے آہستہ آواز میں کہا۔

"ماما! عروہ کے اوپر جو کیچڑ کے داغ لگے ہیں انہیں اب میں نے ہی صاف کرنا ہے۔" موسیٰ کی بات سن کر ثمینہ بیگم کو لگا کہ ان کے پیروں کے نیچے سے آہستہ آہستہ زمین کھسکتی جا رہی ہے۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو۔ کھل کر کہو۔" ثمینہ بیگم نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

"ماما! میں عروہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ میں اسے اپنا نام دینا چاہتا ہوں۔" موسیٰ نے بالآخر وہ بات کہہ ہی دی جو وہ بہت دیر سے کہنا چاہ رہا تھا۔

"موسیٰ! مائدہ کا کیا ہوگا؟" ثمینہ بیگم نے انتہائی دکھ بھرے لہجے میں موسیٰ سے کہا۔ انہیں اب تک یقین نہیں آ رہا تھا کہ موسیٰ ان سے کیا کہہ رہا ہے۔

"مائدہ! بہت اچھی ہے۔ اسے بہت سے اچھے لوگ مل جائیں گے مگر عروہ کو اب میرے علاوہ کوئی نہیں اپنائے گا۔" موسیٰ یہ کہہ کر کمرے سے باہر چلا گیا تھا اور ثمینہ بیگم کو زندگی میں پہلی بار اپنے اس بیٹے سے بہت خوف محسوس ہو رہا تھا۔

☆......☆

کالج میں علی کو دیکھ کر سائرہ کو ایک خوشگوار قسم کی حیرت ہوئی تھی۔ دل ایک انوکھی سی دھن پر دھڑکنے لگا تھا۔ جسے محبت کے علاوہ کوئی نام نہیں دیا جا سکتا تھا۔ کالج میں اس کا داخلہ تھوڑی دیر سے ہوا تھا مگر یہ دیر بھی اب اسے بری نہیں لگ رہی تھی۔ کالج میں لیکچر کے دوران کن انکھیوں سے علی کو دیکھنا اسے اچھا لگتا تھا۔ وہ علی سے بہت سی باتیں کہہ دینا چاہتی تھی مگر اسے اس کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ ایک روز کالج آڈیٹوریم کے لیے اسٹوڈنٹس کو مختلف فن پارے بنانے کا ٹاسک دیا گیا۔ تمام اسٹوڈنٹس ہی بہت پرجوش تھے اور سب ایک سے بڑھ کر ایک شاہکار تخلیق کرنا چاہتے تھے۔ علی کے گروپ میں ان کی ایک کلاس فیلو کیتھی بھی تھی۔

جس کا صدمے سے بڑھتا ہوا التفات سائرہ کو بہت برا لگ رہا تھا۔ کیتھی اور علی اب اکثر اکٹھے ہی نظر آتے تھے اور سائرہ کو لگتا تھا جب کیتھی علی کے ساتھ ہوتی ہے تو وہ اسے مکمل نظر انداز کر دیتا ہے۔ کالج آڈیٹوریم کے لیے سائرہ کے بنائے ہوئے شاہکار کو ہی سب سے زیادہ پسند کیا گیا تھا۔ تمام اساتذہ اور اسٹوڈنٹس اس کے اس بہترین فن پارے کی تعریف کر رہے تھے۔ اسے سراہ رہے تھے۔ ایسے میں سائرہ کو علی کی کمی بہت بری طرح محسوس ہو رہی تھی وہ نہ جانے کہاں پر تھا۔ ساری دنیا کی تعریف ایک طرف تھی اور علی کے بولے ہوئے چند جملے ایک طرف تھے۔ اگر علی اس کے فن پارے کی تعریف میں چند جملے بول دیتا تو سائرہ کی ساری محنت کا صلہ اسے مل جاتا۔ سائرہ کو اپنی بنائی ہوئی تصویر کے مقابلے میں علی کی تصویر زیادہ بہتر لگی تھی۔ وہ اسے یہ سب کچھ بتانا چاہتی تھی مگر علی اس لمحے اس کے ساتھ نہیں تھا۔ اسے پریشانی لاحق ہوئی کہ آخر علی کالج آڈیٹوریم میں کیوں نہیں تھا اسے تجسس ہوا کہ آخر وہ کہاں تھا اور اس وقت کیا کر رہا تھا۔ وہ آڈیٹوریم سے نکل کر اب علی کو ڈھونڈنے نکل کھڑی ہوئی تھی۔ وہ لائبریری کی طرف جا رہی تھی۔ اس کا خیال تھا علی بھی اسے لائبریری میں ملے گا مگر وہ لائبریری میں نہیں تھا وہ لائبریری کے سامنے موجود لان میں ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اکیلا نہیں تھا اس کے ساتھ کوئی اور بھی تھا جو اس کے کاندھے پر سر ٹکائے دنیا جہان سے بے خبر بیٹھا تھا۔ وہ وجود علی کے اتنا قریب تھا کہ اس کی سانسوں کی گرمی سے علی کا چہرہ دہک رہا تھا۔ سائرہ ایک مغربی معاشرے کی پیداوار تھی۔ ایسے مناظر وہ اپنے اردگرد روز ہی دیکھتی تھی مگر علی اور کیتھی کو ایک ساتھ اس طرح دیکھ کر اسے لگا کہ جیسے کسی نے اسے بہت گہری کھائی میں دھکا دے دیا ہو۔ اس کی زندگی کی تصویر میں چند شوخ رنگ جو ابھی اس نے بھرنے شروع ہی کیے تھے۔ ایک دم سے ٹوٹ کر بکھر گئے تھے۔ سیاہ رنگ نے اس کے پورے وجود کے اوپر اپنا قبضہ جما لیا تھا۔ وہ تھکے تھکے قدموں سے آڈیٹوریم کی طرف واپس جا رہی تھی۔ جہاں اس کے فن سے محبت کرنے والے بہت سے لوگ موجود تھے مگر وہ جس سے محبت کرنے لگی تھی اس نے اس کی محبت کو اس کے منہ پر دے مارا تھا۔ علی کی آنکھوں میں ہمیشہ اسے اپنے لیے محبت نظر آتی تھی۔ پھر وہ کیسے دھوکہ کھا گئی یا شاید اس کی محبت کا رنگ ابھی کچا تھا جو اتنی جلدی اتر گیا۔ کبھی کبھی ہم جو دیکھتے ہیں وہ ہماری نظروں کا دھوکا ہوتا ہے جو ہمارے سامنے ہوتا ہے اس کے پس منظر میں کچھ اور حقیقت ہوتی ہے جو ہماری نظروں سے اوجھل ہوتی ہے سائرہ بھی ایک ایسے ہی دھوکے کا شکار ہوئی تھی۔ وہ اب علی کا کسی بھی صورت سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسے اس سے نفرت محسوس ہو رہی تھی مگر نفرت سے زیادہ اسے اپنی بے بسی پر رونا آ رہا تھا۔

☆—☆

موسیٰ یونیورسٹی کینٹین میں بیٹھا اس وقت مائدہ کے سامنے اپنی صفائی پیش کرنے لگا تھا اور موسیٰ کو لگا تھا اس پر اس سے زیادہ مشکل وقت کبھی نہیں آیا تھا۔

"عروہ کون ہے؟" مائدہ نے انتہائی ناگواری سے اس سے پوچھا تھا۔

"عروہ چند روز پہلے میری گاڑی سے ٹکرائی تھی۔" موسیٰ اب اسے اب تک کے تمام واقعات کی تفصیل بتا رہا تھا اور ساتھ ساتھ اس کے چہرے کے تاثرات بھی نوٹ کرتا جا رہا تھا جہاں اسے صد درجہ بیزاری کے علاوہ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

"اب تم کیا چاہتے ہو؟" اگلا سوال کیا گیا۔

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں نے ہر طریقے سے اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی۔ اس کے گھر والے نہیں مان رہے۔ دارالامان میں اسے بھیجنا نہیں چاہتا۔ اب اس مسئلے کا ایک ہی حل رہ گیا ہے۔" موسیٰ نے عجیب سی نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے پوچھا ہے۔ اب تم کیا چاہتے ہو؟" وہی سوال دوبارہ پوچھا گیا مگر اس بار لہجے میں خوف تھا۔

موسیٰ خاموش تھا وہ لفظوں کو ترتیب دے رہا تھا مگر لفظ لگتا تھا اس کے حلق میں کہیں پھنس گئے ہیں۔

"موسیٰ! میں تم سے پوچھ رہی ہوں اب تم کیا چاہتے ہو؟ ابھی کے ابھی مجھے بتاؤ ورنہ میرا دم گھٹ جائے گا۔" اس بار سوال پوچھنے والے کے لہجے میں صرف شکوہ نہیں بلکہ درد اور اذیت سے بھری ہوئی چیخیں بھی شامل تھیں۔

"میں مروہ سے شادی کر رہا ہوں۔ میرا خیال ہے اس مسئلے کا ایک یہی حل ہے۔" یہ کہہ کر موسیٰ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ وہ مائدہ کا سامنا نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اس کے آنسوؤں کو نہیں دیکھ سکتا تھا مگر وہ مروہ کو بھی اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اسے مروہ سے شادی کرنی ہی تھی اور وہ یہی کر رہا تھا۔

☆…☆

سڈنی کے موسم کا مزاج دیگر شہروں کے موسموں کی نسبت تھوڑا مختلف ہے۔ دیگر شہروں میں جن دنوں گرمیاں زوروں پر ہوتی ہیں یہاں پر ہلکی ہلکی سردی سے موسم انتہائی خوشگوار ہو جاتا ہے اور جب وہاں سردیاں اپنے رنگ دکھا رہی ہوں تب یہاں گرم ہوائیں اپنے جلوے بکھیرتی نظر آتی ہیں مگر بارشوں کی کثرت کے باعث یہاں کا موسم کبھی بھی ناقابل برداشت نہیں رہا ہے۔ ویسے تو یہاں آئے روز بارشیں ہوتی رہتی ہیں مگر مارچ سے لے کر جون تک یہاں بادل ٹوٹ کر برستے ہیں۔ یہاں کے شہری ان بارشوں کے اتار چڑھاؤ سے بہت اچھی طرح واقف ہیں۔ اس لیے ان کے معمولات زندگی کچھ خاص متاثر نہیں ہوتے۔ انہی شدید بارشوں کے دنوں میں جب سڈنی شہر پر کہر پوری طرح چھائی ہوئی تھی پیٹر کے گھر کا ڈرائنگ روم ایک مہمان کی آمد سے سجا ہوا نظر آ رہا تھا۔ وہ مہمان میتھیو تھا جو اس وقت ایرک اور سائرہ کی شادی کی بات فائنل کرنے آیا تھا۔ وہ پیٹر کے روز روز کے بہانے سن کر تنگ آ چکا تھا اور اس روز وہ گھر سے فیصلہ کر کے آیا تھا کہ وہ پیٹر سے اس سلسلے میں آخری بات کرے اور اس ذہنی اذیت سے نکلے جس نے پچھلے کئی روز سے اس کی راتوں کی نیندیں حرام کی ہوئی تھیں۔ ایک تو اسے پیٹر کا رویہ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا دوسرا وہ ایرک کی وجہ سے بھی پریشان تھا۔ ایرک نے اسے بہت تنگ کیا ہوا تھا اس کا روزانہ ایک ہی مطالبہ ہوتا تھا کہ میتھیو پیٹر سے مل کر شادی کے معاملات کو حتمی شکل دے۔ سو اس روز شدید بارش کے باوجود وہ میتھیو کے گھر پر بات کرنے کے لیے آیا تھا۔ ابھی اسے ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ پیٹر بھی آ گیا۔ میتھیو کو اپنے گھر میں دیکھ کر پیٹر کو کچھ خاص خوشی نہیں ہوئی تھی مگر وہ یہ سب میتھیو پر ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے ڈرائنگ روم سے ملحقہ کمرے کی طرف نظر ڈالی جہاں اس کی بیوی سو رہی تھی۔ اس نے دل ہی دل میں سکون کا سانس لیا کہ اس کی بیوی جاگ نہیں رہی ورنہ میتھیو کو دیکھ کر اس نے ایک ہنگامہ کھڑا کر دینا تھا۔

"کیسے ہو پیٹر؟" میتھیو نہایت گرمجوشی سے اس سے ملنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔

"میں ٹھیک ہوں میتھیو! تم سناؤ کیسے آنا ہوا؟" پیٹر نے اس کے بیٹھتے ہی اس سے آنے کی وجہ پوچھی۔ یہ بات میتھیو کو بری لگی تھی مگر اس نے ظاہر نہیں کیا تھا۔

"میں دراصل ایرک اور سائرہ کی شادی سے متعلق بات کرنے آیا ہوں۔" میتھیو نے آنے کی اصل وجہ بیان کر دی تھی اور اب وہ پیٹر کا کوئی نیا بہانہ سننے کا منتظر تھا۔

"میتھیو! تم جانتے ہو سائرہ کی پڑھائی مکمل ہونے سے پہلے میں اس بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ میں تمہیں پہلے بھی کئی بار یہ بات بتا چکا ہوں۔" پیٹر نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اسے میتھیو کی جلد بازی پر غصہ آ رہا تھا۔ وہ یہ بات بہت دفعہ میتھیو کو بتا چکا تھا مگر میتھیو پھر وہی بات لے کر بیٹھ جاتا تھا۔

"مگر اس بار صورت حال مختلف ہے۔ دراصل ایرک کو اسکاٹ لینڈ کی ایک کمپنی میں بہت اچھی نوکری مل گئی ہے اور میں چاہ رہا ہوں کہ سائرہ بھی اس کے ساتھ چلی جائے۔ ایرک کی بھی یہی خواہش ہے۔" میتھیو نے سچ اور جھوٹ کی آمیزش کرتے ہوئے بات بتائی۔ ورنہ ایرک کے تو فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی کہ اسے اسکاٹ لینڈ میں نوکری مل گئی ہے۔ اس کا شمار تو سڈنی کے انتہائی واہیات قسم کے بے کاروں میں ہوتا تھا۔ جو کوئی بھی کام کرنا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔

"اور سائرہ کی تعلیم؟" پیٹر نے پوچھا۔

"اسکاٹ لینڈ میں بہت سے آرٹ کے ادارے ہیں۔ سائرہ وہاں سے پڑھ لے گی۔ ویسے بھی وہ اتنی ذہین ہے جہاں بھی جائے گی، کامیابی ہی حاصل کرے گی۔" میتھیو نے یہ کہہ کر اب پیٹر کے لیے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی تھی کہ وہ مزید کچھ سوال کرے۔

"مگر سائرہ کیسے مانے گی؟" پیٹر نے خود کلامی کی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ سائرہ اس شادی کے لیے کبھی نہیں مانے گی۔ میتھیو پیٹر کی خود کلامی سن چکا تھا۔

"اپنی بیٹی کو منانا اب تمہاری ذمہ داری ہے پیٹر! منگنی پر وہ نہایت خوش نظر آ رہی تھی۔ اب اس کو کیا مسئلہ ہے اگر تم اس رشتے کو ختم کرنا چاہتے ہو تو پہلے میرا اتنا قرضہ سود سمیت مجھے دو دن میں واپس کر دو، پھر جو چاہے فیصلہ کر لینا اور تم اچھی طرح جانتے ہو کہ کل رقم کتنی بنتی ہے۔" میتھیو کی یہ باتیں سن کر پیٹر کو پسینہ آ گیا تھا۔ اسے کچھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کرے مگر اب اس نے اس مسئلے کو کسی نہ کسی طرح حل کرنا تھا۔

"ٹھیک ہے میتھیو! اگلے سنڈے کو ہم ایرک اور سائرہ کی شادی کر رہے ہیں۔" پیٹر نے نہایت شکست خوردہ انداز میں جواب دیا۔ بارش کی رفتار بہت کم ہو گئی تھی۔ میتھیو نہایت خوشگوار موڈ کے ساتھ اپنے گھر واپس چلا گیا تھا مگر پیٹر کی پریشانیوں میں ایک اور پریشانی کا اضافہ ہو گیا تھا۔ وہ جس طرح اپنی بیوی پر تشدد کر کے اپنی بات منوا لیتا تھا سائرہ کے ساتھ اس نے کبھی بھی غصے سے بات نہیں کی تھی مگر اب مجبوری تھی اس نے سائرہ پر بھی وہی طریقہ اپنانا تھا۔ سائرہ کے کالج سے آنے میں تھوڑا وقت ہی رہ گیا تھا اور سنڈے آنے میں بھی بہت کم دن تھے۔ پیٹر نے اب اپنی بیوی اور بیٹی دونوں کو اس شادی کے لیے تیار کرنا تھا۔ اگر وہ بغیر کسی جھگڑے کے اس کی بات مان لیتیں تو ان کے لیے بہتر تھا ورنہ پیٹر کو دوسرا طریقہ اختیار کرنے میں کوئی قباحت نظر نہیں آ رہی تھی۔

☆…☆

"مروہ! ابھی تھوڑی دیر میں تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔ میں گاڑی میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔" مکی مروہ کو یہ کہہ کر واپس اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

موحی اب نہ جانے اس کو کہاں لے کر جانے والا تھا۔ مروہ اس کے لہجے سے ڈر گئی تھی۔ اسے موحی کے گھر میں رہتے ہوئے بہت دن ہو چکے تھے۔ یہاں رہتے ہوئے وہ اس گھر کے مکینوں کے رویوں کو بہت اچھی طرح سمجھ چکی تھی۔ موحی کی والدہ اب اس سے زیادہ بات نہیں کرتی تھیں۔ مطلب اب وہ مروہ سے بیزار ہو چکی تھیں۔ گھر کے نوکروں کی زبانی اسے معلوم ہو چکا تھا کہ موحی کے والد اب اس کو مزید اس گھر میں رکھنے کے حق میں نہیں ہیں۔ اس گھر میں صرف ایک موحی ہی تھا جس کا رویہ مروہ کے ساتھ ابھی تک دوستانہ تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ جب تک مروہ مکمل طور پر صحت یاب نہیں ہو جاتی تب تک وہ کہیں اور جانے کا سوچے بھی نہیں۔ وہ یہاں آرام کرے کیوں کہ اسے آرام کی سخت ضرورت ہے۔ مروہ کے زخم اب بہت حد تک مندمل ہو چکے تھے۔ وہ خود بھی جلد از جلد اس گھر سے جانا چاہتی تھی وہ کہیں بھی چلی جاتی مگر یہ طے تھا کہ اب اسے اپنے گھر نہیں جانا تھا۔

مروہ اب موحی کی گاڑی میں بیٹھ چکی تھی مگر نہیں جانتی تھی کہ موحی اسے کہاں لے کر جا رہا ہے۔ اسے ابھی بھی اس نے اب اپنی زندگی کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیا تھا۔ موحی گاڑی چلاتے ہوئے انتہائی سنجیدہ تھا اور ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے وہ کسی گہری سوچ میں گم ہو۔ مروہ کو احساس ہوا کہ اس نے اس شخص کے ساتھ بڑی زیادتی کر دی ہے۔ ایک حساس دل رکھنے والے انسان کو اس نے کتنا پریشان کر دیا ہے۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ بس اب وہ اس کی زندگی سے نکل جائے گی مگر موحی اس لیے مروہ سے جو کچھ کہنے والا تھا وہ مروہ کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ شہر کی ایک معروف شاہراہ کے کنارے موحی نے اپنی گاڑی کھڑی کر دی تھی۔ اب وہ اس کی طرف دیکھ رہا تھا جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو۔

"مروہ! جہاں ہم نے جانا ہے وہ عمارت یہاں سے تھوڑی ہی آگے ہے مگر وہاں جانے سے پہلے میں تمہاری مرضی جاننا چاہتا ہوں۔" یہ کہہ کر موحی خاموش ہو گیا تھا۔

مروہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا جیسے اس کی بات سمجھ نہ پائی ہو۔

"مروہ! میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" موحی نے براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

موحی کے الفاظ تھے یا کوئی تیز دھار آلہ جس نے لمحوں میں مروہ کی سماعتوں کو چیر ڈالا تھا۔

"مروہ! تم میری گاڑی سے ٹکرائی تھیں۔ تمہاری زندگی میں بہت برا میری وجہ سے ہوا ہے۔ میں پچھلے کئی دن سے تمہارے والد صاحب سے مل رہا ہوں مگر وہ میری کوئی بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ ان کے کان بھرنے میں تمہارے کچھ رشتے داروں اور محلے والوں کا ہاتھ تو ہے جن کی تمہارے خاندان سے کوئی ذاتی رنجش ہے۔ میں نے تمہارے والد کو بہت سمجھایا ہے مروہ۔" اتنا کہہ کر موحی رک گیا تھا۔ اس کی آنکھیں اور لہجہ دونوں ہی نم ہو رہے تھے۔

"میں نے زندگی میں کبھی کسی کو اتنی صفائی نہیں دی۔ کسی کی اتنی منت نہیں کی مگر مروہ تمہاری خاطر تمہارے والد صاحب کے سامنے اپنی اور تمہاری صفائی میں بہت کچھ کہا۔ مگر وہ نہیں مانے۔ میں پچھلی کئی راتوں سے سکون سے سو نہیں پایا ہوں۔ ایک عجیب سے دوراہے پر کھڑا ہو گیا ہوں مگر اب میں نے تمہیں اپنانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ مجھے اب تمہاری رائے کا انتظار ہے۔" موحی اپنی بات مکمل کر کے اب مروہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ مروہ نے حیرت سے اس انسان کو دیکھا جو اس کی محبت میں اس حد تک چلا گیا تھا کہ اس نے اپنے سگے رشتوں تک کو داؤ پر لگا دیا تھا۔ یہ محبت تھی یا ہمدردی وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی مگر اسے موحی حیات کے لیے شدید قسم کی محبت ہو گئی تھی۔ اسے لگا کہ اگر وہ موحی کی محبت کو ٹھکرا دے گی تو وہ خود پر بہت ظلم کرے گی اور اسے اب خود پر ظلم نہیں کرنا تھا۔

"موحی! مجھے آپ کا ہر فیصلہ قبول ہے۔" مروہ نے موحی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ موحی کو لگا کہ اس سے زیادہ خوب صورت لمحہ اس کی زندگی میں پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔ مروہ کے اقرار نے اسے ذہنی طور پر بہت پرسکون کر دیا تھا۔ وہ اطمینان سے گاڑی چلاتا ہوا عدالت میں داخل ہوا۔ عدالت میں ایک مختصر کارروائی کے بعد وہ دونوں قانونی طور پر میاں بیوی تھے۔ عدالت میں داخل ہونے سے پہلے وہ اجنبی تھے مگر باہر آ کر وہ دونوں اس دنیا کے سب سے خوب صورت رشتے میں بندھ چکے تھے۔

☆......☆

مائدہ کے سر میں بہت شدید درد ہو رہا تھا۔ اس طرح کا سر درد اسے پہلے بھی ہو چکا تھا مگر اس روز درد کی شدت کی وجہ سے مائدہ کی چیخیں نکل گئی تھیں۔ وہ درد کسی صورت ختم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ اس کے گھر والے اسے ڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہتے تھے مگر مائدہ کم از کم اس رات گھر سے باہر جانا نہیں چاہتی تھی۔ اس کے درد کی دوا تو موحی کے پاس تھی جو ہمیشہ کے لیے اسے چھوڑ کر جا چکا تھا۔ اس کی محبت کے تکمیل کو اپنے پیروں تلے روند کر موحی نے ایک نئے راستے کا انتخاب کر لیا تھا۔ موحی کی دل پھینک طبیعت سے وہ واقف تھی مگر یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ موحی اسے چھوڑ کر ایک عام سی لڑکی کا انتخاب کرے گا۔ اسے مروہ سے نفرت محسوس ہو رہی تھی جس نے چند ہی دنوں میں اس کی محبت کو اس سے چھین لیا تھا۔ مائدہ کے ہاتھ خالی رہ گئے تھے اور موحی، مروہ کے ساتھ محبت کے نئے راستوں پر چل پڑا تھا۔ مائدہ کے گھر والے موحی کی محبت پر برہم تھے اور چاہتے تھے کہ موحی جلد از جلد اس لڑکی سے جان چھڑائے اور پھر یونیورسٹی کی تعلیم مکمل ہوتے ہی ان دونوں کی شادی کر دی جائے مگر وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ موحی ہمیشہ کے لیے اس لڑکی کو اپنانے والا ہے۔ مائدہ نے اس رات جتنے آنسو بہانے تھے بہا لیے تھے۔ ایک ماہ بعد اس کے امتحانات تھے اور امتحانات ختم ہوتے ہی ڈگری ملنے کے بعد اس کا ارادہ ملک سے باہر جانے کا تھا۔ وہ کم از کم اب موحی کی نظروں سے بہت دور جانا چاہتی تھی۔ گھر والوں کے اصرار پر وہ ڈاکٹر کے پاس چلی گئی تھی۔ ڈاکٹرز نے اس کو کچھ مخصوص سکون آور دوائیں لکھ دی تھیں جن کے زیر اثر وہ سو تو گئی تھی مگر وہ درد ہمیشہ کے لیے اس کی زندگی کا روگ بن گیا تھا۔

☆......☆

"تمہاری [illegible] ایرک کی اگلے سنڈے کو شادی ہے۔" پیٹر کے اس انکشاف پر سائرہ کو لگا کہ پیٹر اس کا باپ نہیں کوئی جلاد ہے جو ایک ہی جھٹکے میں اس کا سر تن سے جدا کرنا چاہتا ہو۔ وہ جو اپنی محبت کی بربادی پر پہلے ہی افسردہ تھی اور اس پر ٹوٹنے والی مصیبت پر اسے لگا کہ جتنی جان اس کے وجود میں باقی رہ گئی ہے وہ بھی ختم ہو رہی ہے۔ اپنی بات مکمل کر کے پیٹر اب بڑے اطمینان سے گھونٹ گھونٹ شراب اپنے اندر اتار رہا تھا۔

"ڈیڈ! آپ رب کو مانتے ہیں؟" سائرہ نے بہت عجیب نظروں سے پیٹر کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا وہ جانتی تھی کہ یہ سوال اس کے باپ کو آگ بگولہ کر دے گا۔ اس کی ماں جب بھی مذہب کے متعلق کوئی بات کرتی تھی اس کا باپ ایسے ہی سیخ پا ہو جاتا تھا اور پھر کئی دنوں تک ان کا جھگڑا چلتا رہتا تھا۔

"میں تمہارے کسی فضول سوال کا جواب دینے کا پابند نہیں ہوں۔ میں نے تمہیں بتا دیا ہے کہ سنڈے کو

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تمہاری شادی ہے اور تم اپنی ماں کو بھی بتا دو۔ اگر تم دونوں میں سے کسی نے گڑبڑ کی کوشش کی تو اچھا نہیں ہوگا۔" پیٹر نے غصے سے کہا۔ اسے اپنی بیٹی کے چہرے کے تاثرات ٹھیک نہیں لگ رہے تھے۔

"ٹھیک ہے ڈیڈ! میں تیار ہوں۔" سائرہ شکست خوردہ انداز میں اٹھتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

پیٹر حیران نظروں سے اسے اپنے کمرے میں جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ اسے امید نہیں تھی کہ سائرہ اتنی جلدی مان جائے گی مگر سائرہ تو اس روز ویسے ہی اتنی ٹوٹی اور بکھری ہوئی تھی کہ اس کے اندر اب ساری مزاحمت دم توڑ چکی تھی۔ وہ زندگی سے حد درجہ مایوس ہو چکی تھی اور خودکشی جیسے حرام فعل سے بہتر تھا کہ وہ ایک سے شادی کر لیتی اور وہ یہی کرنے جا رہی تھی۔

☆......☆

عروہ کے ساتھ شادی نے موسیٰ کی زندگی میں جو مشکلات کھڑی کر دی تھیں موسیٰ ان سے بہت اچھی طرح واقف تھا۔ اس لیے اس نے یہی بہتر سمجھا کہ عروہ کو اپنے گھر لے جانے کی بجائے اپنے دوست کے گھر لے جائے۔ محسن اس کا صرف دوست ہی نہیں بلکہ اس کے لیے بھائیوں کی طرح تھا۔ وہ اس تمام کرب اور اذیت کو محسوس کر سکتا تھا جس سے ان دنوں موسیٰ گزر رہا تھا۔ محسن کا گھر موسیٰ کو ہر لحاظ سے بہتر لگا تھا۔ یہ تین کمروں پر مشتمل ایک درمیانے درجے کا گھر تھا جس کے ایک کمرے میں موسیٰ نے اپنی رہائش رکھی ہوئی تھی جب کہ باقی دو کمروں کو اس نے آرٹ روم بنایا ہوا تھا اور کبھی کبھی وہ سب دوست کمبائن اسٹڈی کے لیے بھی ان کمروں کو استعمال کر لیتے تھے۔ محسن کی فیملی ملک سے باہر تھی۔ وہ اس گھر میں اکیلا رہتا تھا۔ ڈگری حاصل کرنے کے بعد اس کا ارادہ خود بھی ملک سے باہر جانے کا تھا۔ موسیٰ کے کہنے پر اس نے اپنے گھر کے باقی دو کمرے مکمل طور پر خالی کر دیے تھے اور وہاں پر ضرورت کی تمام چیزیں رکھوا دی تھیں۔ اس نے موسیٰ کو کہہ رکھا تھا کہ وہ جب تک چاہے اس کمرے میں رہ سکتا ہے۔ موسیٰ جانتا تھا کہ محسن صرف زبانی باتیں نہیں کر رہا بلکہ وہ عملی طور پر بھی ایسا کچھ کر گزرے گا۔ محسن نے نہ صرف اس کمرے میں ایک بیڈ کا سامان مکمل طور پر سیٹ کر دیا تھا بلکہ وہاں موجود الماری میں بھی جدید طرز کے کچھ لباس رکھوا دیے تھے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ نئی نویلی دلہن کے سامنے اس کے دوست کو کوئی شرمندگی ہو۔ محسن نہ صرف موسیٰ کا بلکہ مائدہ کا بھی بہت اچھا دوست تھا۔ وہ مائدہ کے ساتھ ہونے والی زیادتی پر سوائے افسوس کے کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ مائدہ کو اس حقیقت کو مان لینا چاہیے کہ اس کا اور موسیٰ کا ساتھ بس اتنا ہی تھا۔ محسن کے نزدیک جو بہت معمولی بات تھی۔ مائدہ کے نزدیک وہ ایک ایسی حقیقت تھی جس نے اس کے پورے وجود میں آگ بھر دی تھی جس میں اب ساری عمر اسے جلنا تھا۔ ان دونوں کی سوچ میں بس اتنا ہی فرق تھا۔

عروہ، موسیٰ کے ساتھ شہر کے اس پوش علاقے میں موجود محسن کے اس خوب صورت گھر میں داخل ہو چکی تھی۔ گھر کو دیکھ کر پہلا خیال یہی آتا تھا کہ یہ واقعی میں کسی آرٹسٹ کا گھر ہے۔ وہ دونوں جیسے ہی گاڑی سے اترے ایک دبلے پتلے سے نوجوان نے ان دونوں کا استقبال کیا اور وہ یقیناً محسن ہی تھا جس کا ذکر موسیٰ، عروہ سے کر چکا تھا۔ محسن اور موسیٰ کی بے تکلفی دیکھ کر عروہ کو اندازہ ہو رہا تھا کہ محسن اس کا بہت گہرا دوست ہے۔ عروہ اب محسن اور موسیٰ کے ساتھ گھر کے اندرونی حصے میں داخل ہو رہی تھی۔ موسیٰ کے سنگ چلتے ہوئے عروہ کے احساسات بہت عجیب سے ہو رہے تھے۔ یہ احساسات بہت خوب صورت، دلنشین

اور محبت سے لبریز تھے۔ وہ محبت سے گندھی ہوئی لڑکی تھی۔ موسیٰ کا نام اس کے دل پر نقش ہو چکا تھا اور اب وہ ساری زندگی اس نقش کو اپنے دل سے مٹا نہیں سکتی تھی۔ موسیٰ کے احساسات بھی عروہ سے مختلف نہیں تھے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اسے عروہ سے محبت ہے یا نہیں مگر اب وہ کسی صورت عروہ کو خود سے دور نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر یہ محبت تھی تو موسیٰ کو واقعی میں عروہ سے محبت ہو گئی تھی۔ اسے یہ کہنے میں کوئی قباحت نہیں تھی کہ گہری آنکھوں والی لڑکی نے اس کے دل میں گھر کر لیا ہے۔ محسن ان دونوں کو ان کے کمرے میں چھوڑ کر آیا۔ کمرے میں پھولوں کی ہلکی ہلکی سجاوٹ نظروں کو بہت بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ موسیٰ نے وارڈ روب کھولی تو اس میں عروہ کے لیے جدید طرز کے چند ملبوسات موجود تھے۔ موسیٰ کے کہنے پر عروہ نے اس میں سے ایک لباس کا انتخاب کر لیا۔ عروہ جب سے موسیٰ کے گھر آئی تھی وہ اسے چند سستے کپڑوں میں ہی دیکھ رہا تھا۔ موسیٰ کے گھر کی خواتین ہمیشہ بہترین ڈیزائنرز کے منتخب کردہ ملبوسات کا ہی انتخاب کرتی تھیں اور موسیٰ خود بھی ہمیشہ نہایت مہنگے کپڑے پہنتا تھا۔ عروہ کے لیے وہ کچھ خاص خریداری نہیں کر سکا تھا۔ محسن ہی اس کے کہنے پر چند ملبوسات لے کر آیا تھا مگر موسیٰ کو محسن کے انتخاب سے خوشی ہوئی تھی۔ اس معاملے میں محسن نے اسے مایوس نہیں کیا تھا۔ عروہ اب اس کی ذمہ داری تھی۔ اب وہ اس لڑکی کو ہمیشہ خوش دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ ابھی تعلیم حاصل کر رہا تھا اور جانتا تھا کہ شادی کی خبر ملتے ہی اس کے گھر والوں کا ردعمل بہت شدید ہوگا۔ اس کے والد صاحب اسے جائیداد سے عاق بھی کر سکتے ہیں اور اس نے آخری حد کا سوچ کر ہی عروہ کو اپنایا تھا۔

وہ اپنی یونیورسٹی کا بہترین طالب علم تھا۔ اس کے ہاتھ سے بنائی گئی تصویروں کو ہر جگہ پر پسند کیا جاتا تھا۔ اس کے اکاؤنٹ میں موجود رقم فی الحال ان دونوں کے لیے بہت تھی۔ کچھ عرصے بعد ہونے والے امتحانات میں بھی اسے امید تھی کہ وہ اچھے نمبروں سے کامیابی حاصل کرے گا۔ اسے اپنی یونیورسٹی میں نہایت اچھے پیسوں پر پڑھانے کی پیشکش ہو چکی تھی اور ان حالات میں وہ اس پیشکش پر نہایت سنجیدگی سے غور کرنے کا سوچ رہا تھا۔ ایک آرٹ گیلری میں اس کا ارادہ اپنے ہاتھ سے بنائی گئی تصویروں کی نمائش لگانے کا تھا اور اسے پوری امید تھی کہ اس کی تصویریں ہاتھوں ہاتھ بکیں گی۔ وہ اپنے روشن مستقبل کے حوالے سے جاگتی آنکھوں سے کچھ خواب دیکھنے میں مصروف تھا کہ عروہ فریش ہو کر آ گئی۔ وہ اس جدید طرز کے لباس میں بلاشبہ بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔ موسیٰ بے اختیار ٹکٹکی باندھ کر اس کی طرف دیکھتا رہا۔ موسیٰ کو اس قدر محویت سے دیکھنے پر عروہ کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی اور عروہ کو مسکراتے دیکھ کر موسیٰ کو لگا کہ مونالیزا کی مسکراہٹ اس مسکراہٹ کے آگے کچھ بھی نہیں ہے۔

عروہ کمرے میں موجود بیڈ پر موسیٰ کے قریب ہی بیٹھ گئی تھی مگر اس کے چہرے پر موجود مسکراہٹ اب اس کی آنکھوں کے پیچھے جا کر چھپ گئی تھی۔ جس طرح کے حالات سے وہ گزری تھی ان کے بارے میں سوچ کر اس کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔ عروہ کو اس طرح اداس دیکھ کر موسیٰ کو لگا کہ جیسے اس کا دل کسی نے مٹھی میں لے کر مسل دیا ہو۔

"عروہ!" وہ انتہائی محبت سے بولا اور اس نے عروہ کے ہاتھوں کو ایک جذب کے عالم میں تھام لیا تھا۔

"تم میری زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی نہیں ہو۔ تم سے پہلے جتنی بھی لڑکیاں میری زندگی میں آئیں وہ سب ہوا کے جھونکوں کی طرح اپنی ایک جھلک دکھا کر وقت کے ریلے میں گم ہو گئیں۔" وہ یہ سب کہتے ہوئے انتہائی محبت سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ابھی بس چند لمحوں میں ہی تو اسے ادراک ہوا تھا کہ یہ لڑکی ہمدردی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش
یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے
ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رزیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM
Online Library For Pakistan
Like us on Facebook fb.com/paksociety twitter.com/paksociety1

نہیں بلکہ محبت ہے۔ عروہ دم سادھے اس کی باتیں سن رہی تھی۔

"مائرہ وہ میری زندگی میں آنے والی ایسی لڑکی تھی جس کے ساتھ میری منگنی ہو چکی تھی۔ ہماری عنقریب شادی ہونے والی تھی مگر اسے میری ہمسفر نہیں بننا تھا۔ میرے رب نے تو میرے نصیب میں تمہارا ساتھ لکھ دیا تھا۔" موسیٰ کی یہ باتیں سن کر عروہ کو اپنی قسمت پر رشک آ رہا تھا۔

بلاشبہ خدا نے اسے نواز دیا تھا۔ ایک بہت خوب صورت انسان کا ساتھ اس کے نصیب میں لکھ دیا گیا تھا۔

"موسیٰ! مجھے اپنی قسمت سے ڈر لگتا ہے۔" عروہ نے موسیٰ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ جہاں محبت کا ایک سمندر موجزن تھا۔

"اپنے دل سے سارے خوف نکال دو۔ اب ان آنکھوں میں مجھے کوئی آنسو نظر نہ آئے۔" یہ سب کہتے ہوئے وہ پورے پیار سے اس کی آنکھوں سے آنسو چن رہا تھا۔ عروہ کے چہرے پر دلفریب مسکراہٹ آ گئی۔ اس کے ہمسفر کی آنکھوں میں اس کے لیے محبت ہی محبت تھی۔ عروہ زخمی ضرور ہوئی تھی مگر اس کے زخموں پر مرہم رکھنے والا انسان اس کی زندگی میں آ گیا تھا۔ جس کے ہوتے ہوئے اسے یقین تھا کہ اب اسے کوئی چوٹ نہیں لگے گی۔ عروہ موسیٰ کی محبت پر ایمان لے آئی تھی۔

نیو ساؤتھ ویلز آرٹ گیلری میں علی اکثر آتا رہتا تھا۔ یہاں پر مختلف آرٹسٹوں کے کام کو دیکھ کر اسے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملتا تھا۔ اس روز اس آرٹ گیلری میں ایک پاکستانی آرٹسٹ کی تصویروں کی نمائش لگی ہوئی تھی۔ علی ہمیشہ پاکستانی آرٹسٹوں کے کام کو بہت شوق سے دیکھا کرتا تھا۔ وہ بہت چھوٹا سا تھا جب اس کے والد اسے سڈنی لے آئے تھے۔ پاکستان کے متعلق کوئی خاص یادیں اس کے پاس نہیں تھیں مگر پھر بھی اسے اپنے ملک سے بہت انسیت تھی۔ علی کو اس پاکستانی آرٹسٹ کے کام کی خوب صورتی اور باریکی نے بہت متاثر کیا تھا۔ اس کے ہاتھ سے بنائے گئے فن پاروں میں ایک تلاش نظر آ رہی تھی۔ نہ جانے وہ کس کی تلاش میں تھا۔ تصویروں میں اداسی کا رنگ نمایاں تھا۔ تمام تصویروں میں کوئی چہرہ مسکرا نہیں رہا تھا۔ خالی ہاتھ، ویران آنکھیں، بنجر زمین، خشک کھیت اور صحرا کی اداس شام اس کی تصویروں میں جا بجا نظر آ رہی تھیں۔ آنسوؤں کی آمیزش بھی تقریباً ہر تصویر میں تھی۔ کہیں کسی لڑکی کے آنسو زمین اور کہیں آسمان روتا نظر آتا تھا مگر اس آرٹسٹ کا کام بہترین تھا۔ علی اس آرٹسٹ کے فن پاروں کو دیکھنے میں محو تھا کہ اچانک ایک آواز سن کر چونک گیا۔

"ہیلو علی! تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" کیتھی مسکراتی ہوئی اس سے مخاطب تھی علی نے بھی اس کی مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دیا۔

"میں یہاں پر وہی کر رہا ہوں جو تم کر رہی ہو۔" علی نے شوخ لہجے میں جواب دیا۔

"میں تو اس آرٹ گیلری میں موجود اس ہینڈسم سے لڑکے سے بات کر رہی ہوں اور اس کے بعد میرا ارادہ اس کے ساتھ جا کر کافی پینے کا ہے۔" کیتھی نے ہنستے ہوئے کہا علی کو وہ بہت خوش لگ رہی تھی۔ علی کو وہ ہمیشہ سے ایسے ہی خوش لگتی تھی۔ حالانکہ وہ اس کی ذاتی زندگی سے متعلق کچھ ایسی تلخ حقیقتوں سے واقف تھا جن سے دوسرے لوگ بے خبر تھے۔

"کافی پینے کے بعد اسٹریٹ پر لمبی سی واک کرنے کا ارادہ ہے۔"

(جاری ہے)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

افشاں علی

افسانہ

ضمیر ضرب مہلک

وہ ننگے پیر صحرا کی تپتی ریت پر دوڑ رہا تھا اس کے چار سو خار آلود جھاڑیاں تھیں اور نظر کے سامنے لامتناہی صحرا...... وہ اس آتشیں صحرا سے نکلنا چاہ رہا تھا جہاں نہ کوئی بندہ تھا نہ کوئی بندے کی ذات......!!

مسلسل دوڑنے سے اس کے اعصاب شل ہونے لگے تھے۔ اس کا توشہ نہ جانے کہاں گر چکا تھا۔ خالی پیٹ نے اس کی ساری توانائی جذب کر لی تھی ویسے ہی جیسے تپتی پیاسی ریت پانی کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہے۔ بھوک سے اس کی انتڑیوں میں بل پڑ گئے تھے اور پیاس سے سوکھے حلق میں گویا نوکیلے کانٹے اُگ آئے تھے۔ پاؤں کے نیچے تپتی ریت اور سر پر آگ اگلتا سورج...... اس کے سوا آس پاس کوئی سائبان کوئی نخلستان نہ تھا بس تاحد نظر لامتناہی صحرا کا پھیلا ہوا سمندر تھا۔ تبھی اچانک گرم ہوا کا بگولہ آتا اور ریت کا مرغولہ سا طوفان اٹھنے لگتا۔

مسلسل اس آتش زیر پا کے بھاگتے رہنے سے اس کا سانس دھونکنی کی مانند چل رہا تھا۔ اسے اب سانس لینے میں بھی دقت ہو رہی تھی۔ اسے لگا کہ وقت نزع قریب تر ہے وہ اپنی مدد کے لیے پکارے بھی تو کسے......؟

اس جاں ستاں صحرا میں اس کی پکار صدا بصحرا تھی۔ وہ اس ریت کے سمندر کو جلد از جلد پار کرنا چاہتا تھا۔ پر اب اس میں بھاگنے کی سکت ختم ہوتی جا رہی تھی۔ اس کے قدم اب آگے بڑھنے سے انکاری تھے۔ اس کا سانس گھٹنے لگا اور قدم ریت کی دلدل میں دھنسنے لگے تھے۔ بھوک، پیاس اور گرمی کی شدت کے باعث اس کا سر اب چکرانے لگا تھا۔ بلآخر! کاش وہ تپتے ریتی کے اس دلدل کو عبور کرتے اور پھٹتے سر کو تھامے نہ جانے کب وہ اس آتشی دلدل پار کر گیا۔

اس کی آنکھ کھلی تو اس کا سارا جسم پسینے سے شرابور تھا۔ حلق میں اب تک پیاس کی طلب سے کانٹے موجود تھے۔ اس نے پاس رکھے سائیڈ ٹیبل پر موجود پانی کا گلاس جلدی سے لبوں سے لگا لیا۔ پانی پی کر اس کے کچھ حواس بہتر ہوئے۔

پر دل ابھی بھی خوف سے لرز رہا تھا۔ "یا اللہ یہ کیسا بھیانک خواب تھا۔" اس نے خود کلامی کی تھی اس کے کانوں میں فجر کی اذان کی آواز آئی۔ اپنے ذہن کو پرسکون اور خواب کے اثرات زائل کرنے کے لیے وہ نماز کی نیت کرتا بیڈ سے اتر گیا۔

☆......☆

"ہماری حکومت واقعی بے حس ہو چکی ہے۔ حکومت کو تو کوئی فرق ہی نہیں پڑتا ہے......" بڑی بی یعنی صنوبرہ بیگم نے افسوس بھرے لہجے میں ٹی وی پر چلتی صحرائے تھر کی نیوز پر تبصرہ کیا۔ فرائفل کھاتے اسفندیار کے ہاتھ اس بات پر پل بھر کو تھمے اور ذہن میں کچھ جھماکا سا ہوا۔ "ڈیڈ...... موم...... سرپرائز۔ میرا رزلٹ آ گیا...... ایم سو ہیپی۔" تب ہی علوینہ کی پرجوش آواز پر اس کا دھیان بھٹک گیا۔ عالمگیر فیملی پانچ افراد پر مشتمل تھی۔ اسفندیار عالمگیر جو ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ میں DCO کی پوسٹ پر تھے۔ ان کی بیوی میرا اسفندیار ان کے دو بچے بڑا بیٹا عمیس عالمگیر چھوٹی بیٹی علوینہ اور ان بچوں کی دادی یعنی صنوبرہ بیگم۔ ڈنر کے بعد ان سب کا مشترکہ معمول تھا کچھ دیر ٹی وی لاؤنج میں اکٹھے بیٹھنا اور باتیں کرنا گو کہ اپر کلاس میں ایسے معمول نہیں ہوتے پر عالمگیر فیملی میں یہ روایات شروع سے چلتی آئی تھیں جسے اسفندیار عالمگیر نے بھی برقرار رکھا تھا۔ ابھی بھی وہ سب ٹی وی لاؤنج میں موجود تھے ماسوائے علوینہ کے اور وہ بھی اچھلتی کودتی سب کے بیچ آ موجود ہوئی تھی وہ بھی اتنی اچھی خبر کے ساتھ جسے سن کر سب بے حد خوش ہوئے تھے۔

"ارے واہ! یہ تو بہت بڑی خوش خبری ہے۔" صنوبرہ بیگم نے علوینہ کے پاس آ کر جھٹ سے بلائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

لیں۔ جب کہ اسفندیار، مسز اسفندیار اور عمیس بھی باری باری علوینہ کو گلے لگائے وشیں کرنے لگے۔ "بیٹا آپ کو کیا گفٹ چاہیے؟" اسفندیار نے مشفقانہ سی ہنستی مسکراتی بچی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ڈیڈا! مجھے صرف گفٹ نہیں ایک پارٹی بھی چاہیے۔" علوینہ نے لاڈ سے کہا۔

"ہاں بیٹا! بالکل ایک زبردست سی پارٹی تو بنتی ہے۔ کیا خیال ہے آپ کا؟ اسفندیار۔ عمیس کی برتھ ڈے پارٹی کے ساتھ ساتھ علوینہ کی بھی پارٹی دے دی جائے۔" مسز اسفندیار نے علوینہ کی بات سن کر اپنی رائے دی۔

"مسز اسفندیار خیال تو بہت زبردست ہے۔" اسفندیار عالمگیر نے بھی ہامی بھری۔

"تو یہ طے رہا Bro کی برتھ ڈے پارٹی کے ساتھ میری پارٹی بھی رکھی جائے گی۔ فارم ہاؤس پہ......!" علوینہ نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"فارم ہاؤس پہ، کیا بہت زیادہ لوگ آئیں گے؟" صفورہ بیگم اپنی بہو کی بات سن کر فارم ہاؤس کے نام پہ چونک سی گئیں۔

"ظاہر ہے سوم! میرے اکلوتے بیٹے کی سالگرہ ہے۔ کوئی چھوٹی بات تھوڑی ہے اور پھر اسفندیار کا سرکل اتنا بڑا ہے میرے کلب کی فرینڈز ہیں۔ عمیس کے فرینڈز بھی ہیں۔ اپر کلاس کے لوگ تو پارٹی اور سلیبریشن کے یہی موقع ڈھونڈتے ہیں اور اب تو دوسرا موقع بھی چلا آیا تو پارٹی تو شاندار بنتی ہے۔" سمیرا اسفندیار نے اپنے کیوٹکس لگے نیلز کو گھورتے ہوئے صفورہ بیگم کو جواب دیا۔

"اتنے سارے لوگ! شادی ہے یا سالگرہ؟ اور اپر کلاس کی کیا بات مڈل کلاس کے لوگ بھی سالگرہ مناتے ہیں پر اس طرح اتنی فضول خرچی اور......"

"اوہو گرینڈ سوم! چھوڑیں نا یہ باتیں ابھی تو اتنی خوشی کا موقع ہے نا۔" علوینہ نے جھٹ سے صفورہ بیگم کے گلے میں بانہیں ڈال کر اس بحث کو طوالت سے بچایا۔

"ہاں گرینڈ سوم! اس علوینہ کی وجہ سے میری بات تو وہیں کی وہیں رہ گئی جسے سن کر پوری کرنے کے بجائے ڈیڈ بھی حکومت کی طرح React کر رہے ہیں۔" یکدم عمیس نے بھی اپنا دکھڑا رو دیا اس نے برتھ ڈے گفٹ کے طور پہ ہیوی بائیک کی فرمائش کی تھی۔ حالانکہ ان کے گھر میں آل ریڈی دو کاریں موجود تھیں۔

"تو اب آپ مجھے حکومت سے کمپیئر کرو گے؟" اسفندیار نے اپنے اکلوتے بیٹے کی بات پہ بھنویں سکوڑتے ہوئے گھورا۔

"مجھے نہیں تو کیا ڈیڈ...... مجھ سے چھوٹے بچوں کے پاس آج کل بائیک ہے۔ ایک آپ ہی ہیں جو نہیں مان رہے۔ گرینڈ سوم! سوم آپ ہی ڈیڈ کو سمجھائیں نا۔" عمیس نے اپنی دادو سوم سے سفارش کروانا چاہی۔

"ٹھیک ہی تو کہہ رہے ہیں تمہارے ڈیڈ، دیکھا ہے میں نے تمہارے جتنے لڑکے اللہ تعالیٰ کی پناہ کتنی تیزی سے یہ اسکوٹر چلاتے پھرتے ہیں جیسے ایکسیڈنٹ کرنے کو ہی ترتیب ہوں۔"

صفورہ بیگم نے صاف بری جھنڈی دکھائی تو عمیس نے اپنا رخ اپنی سوم کی جانب کیا۔ "سوم پلیز! آپ ہی ڈیڈ سے کہیں نا آفٹر آل اِٹس مائی برتھ ڈے گفٹ......" عمیس نے التجا آمیز لہجے میں اپنی سوم سے کہا۔

"مان جائیں نا۔ دلا دیجیے عمیس کو بائیک آخر ہمارا اکلوتا بیٹا ہے جو ہے سب کچھ اسی کا تو ہے پھر جانشد کیوں؟" سمیرا نے بھی اپنے بیٹے کی سائیڈ لی۔

"ارے اب تم بھی بچے کی فضول ضد میں آگئیں۔ کچھ تو ہوش کے ناخن لو۔ کل کلاں یہ بھی ان سیاستدانوں کی طرح دھرنے لگا کر بیٹھ گیا تو

تھی پھر بات مان لو گے تم......؟" صفورہ بیگم نے ان لوگوں کو ڈپٹا اور ساتھ ہی ان کی ہدایت کی دعا کرتیں اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔ جب کہ پیچھے بیٹھا عمیس دھرنے والے آئیڈیا پر غور و فکر کر رہا تھا اور بالآخر اس کا آئیڈیا کام کر گیا۔

عمیس کی برتھ ڈے والی رات جب صفورہ بیگم سمیت سب فارم ہاؤس پہنچے تو سارے مہمان تقریباً آچکے تھے۔ مہمان بھی کون سب اپر کلاس سے تعلق رکھنے والے لوگ۔ شہر کی آبادی سے دور ایک پرسکون جگہ پہ اسفندیار عالمگیر کا خوب صورت و بڑا سا فارم ہاؤس برقی قمقموں و لڑیوں سے سجا کسی نئی نویلی دلہن کا تاثر دے رہا تھا۔ رات کے اس پہر گویا دن کا سماں تھا۔ پارٹی کیا تھی یوں سمجھیے پیسوں کی فراوانی کو بے دھڑک روانی جا بجا دیکھ رہی تھی۔

ہلکے پھلکے میوزک میں کیک کاٹا گیا اور ساتھ ہی عمیس کو برتھ ڈے گفٹ کے طور پہ اس کی فرمائش کے مطابق ہیوی بائیک کی چابی اور علوینہ کو بطور گفٹ اس کی خواہش کے مطابق لیپ ٹاپ دیا۔ پیسوں کی اس قدر ناقدری پر صفورہ بیگم کا دل آٹھ آٹھ آنسو رونے لگا۔

"واہ! ماننا پڑے گا تم نے پارٹی بہت شاندار دی ہے۔" مسز قسیم نے چکن لیگ پیس کے ساتھ بھرپور انصاف کرتے ہوئے سمیرا سے تبصرہ کیا۔

"ارے ڈیئر یہ تو کچھ بھی نہیں۔ نیو ایئر پارٹی تو اس سے بھی بڑی شاندار ہوتی ہے۔" سمیرا عرف سمی نے چٹخارہ لیتے ہوئے شان بے نیازی سے کہا۔ "Wow! پھر تو میں وہی نیکلس پہن کر آؤں گی جو مسٹر DT لاسٹ ٹرپ سے لائے تھے۔"

مسز قسیم نے اشتیاق سے کہا "ہاں ہاں بالکل تم پہ جچے گا میں نے اس پارٹی کے لیے خاص زمرد و یاقوت کا سیٹ بنوایا ہے۔"

سمیرا نے بھی اپنی تیاری کو بڑھ چڑھ کر شو آف کیا۔ اس بات سے بے خبر کہ پاس ہی موجود صفورہ بیگم کے صبر کا پیمانہ اب لبریز ہو چکا ہے۔

☆......☆

"السلام علیکم بچو! آپ سب کا بہت شکریہ میرے پوتے اور پوتی کی خوشی میں آپ سب شامل ہوئے اور اب معذرت کہ میں آپ سب سے تھوڑا وقت لینا چاہوں گی۔ چاہے نہ چاہے آپ سب کو میری بات سننی ہی پڑے گی۔" بالآخر صفورہ بیگم نے DJ سے مائیک لے کر ان سب کو متوجہ کیا۔

"اف! اب سوم......! یہاں بھی کوئی لیکچر اسٹارٹ نہ کر دیں۔" سمیرا نے فکرمندی سے سوچا۔ جب کہ پارٹی میں آئے سب ہی لوگ مائیک سے ابھرتی آواز پہ متوجہ ہوتے صفورہ بیگم کے ارد گرد جمع ہونے لگے تھے۔

"وہ یہ پاکستان جہاں آج ہم سب آزادانہ سانس لے رہے ہیں، یہ کسی دیوانے کا خواب نہیں تھا بلکہ ہمارا مقصد حیات تھا۔ جسے اللہ نے انعام کی صورت ہمیں سڑسٹھ برس پہلے نوازا۔ جس کی تعمیر میں ہمارے بزرگوں کا خون، گارے کی جگہ اور ان کی ہڈیاں، اینٹوں کی جگہ استعمال ہوئیں۔ ہمیں علیحدہ وطن تو مل گیا مگر ہم آزاد ہو کر بھی آزاد نہیں یا پھر کچھ زیادہ ہی آزاد ہو گئے ہیں۔ مجھے معلوم ہے اس خوب صورت رات کو اور اس شاندار پارٹی میں مجھ بڑھیا بلکہ آپ کی زبان میں "اولڈ فیشن" کو سننا آپ کو برا لگ رہا ہوگا۔ لیکن یہ پارٹی اپنی جگہ میری بات بھی بہت اہم ہے جسے آپ سب کو تو برداشت کرنا ہی ہوگا۔"

صفورہ بیگم نے کچھ لمحوں کا توقف کیا اور حاضرین پر نظر دوڑائی جہاں سب کے چہروں سے ناگواری اور بے زاری کے عمل نمایاں تھے۔ "ذرا اپنے آپ سے پوچھیے کہ ہمارے بزرگوں نے جس اسلامی جمہوریہ پاکستان کے لیے قربانیاں دی تھیں۔ کیا وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

وصول ہو گئیں؟ اس کا صلہ کیا ملا؟ بہت آسان ہے حکومت کو فوج کو معاشرے کو برا بھلا کہنا ہر مسئلے کا ذمہ دار اسے ٹھہرانا۔ پر اصل ذمہ دار تو ہم ہیں! ہم ہی نے تو ان حکمرانوں کو اپنے سروں پر سوار کیا ہے۔ یہاں اس پارٹی میں کتنے بڑے بڑے اعلیٰ افسر ہیں۔ خود میرا بیٹا بھی۔ میرا پوتا آنے والے کل کا افسر ہو گا۔ میری بہو سوشل ورکر اور بھی یہاں موجود بیگمات ہیں جو کوئی ڈاکٹر تو کوئی کچھ غرض سب بڑی بڑی کرسیوں پر ہیں لیکن آپ سب میں سے کتنے ہیں جو اپنی کرسیوں سے انصاف کرتے ہیں؟ کتنے ہیں جو اپنے کام کو ایمانداری سے کرتے ہیں؟ جو ہم اپنے حکمرانوں سے بھی ایسی امید رکھیں۔ خدا نے اگر ہمیں دولت سے نوازا ہی ہے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم اسے یوں دونوں ہاتھوں سے فضول لٹائے۔ ہم ایک مسلمان ہیں ہمیں دین اور دنیا دونوں کو ہی ساتھ لے کر چلنا چاہیے۔ ہمارا ہمسایہ ہمارے پہلو میں بھوک کے تڑپ تڑپ کے جان دے رہا ہے اور ہم فضول خرچیاں کر رہے ہیں۔ ہمارا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر رہا ہے۔ جل رہا ہے۔ مر رہا ہے اور ہم پارٹیاں کرتے چین و سکون کی نیند سوتے ہیں۔ ذرا ہمارے پیغمبر و صحابہ کی زندگی دیکھو! حضرت عمرؓ حضرت فاروقؓ اپنے دور میں حکمران ہوتے ہوئے بھی رات کو گلیوں میں گشت کرتے کہ کہیں میری حکمرانی میں کوئی کتا بھوکا نہ بلک رہا ہو۔ ورنہ میں آخرت میں خدا کو کیا حساب دوں گا اور یہاں یہ حال ہے کہ لوگ بھوک سے بلک رہے ہیں۔ مر رہے ہیں اور ہم جیسے لوگوں کو فضول خرچیوں سے ہی فرصت نہیں۔ عیشوں کے محل میں بیٹھے غریب عوام کی تکلیفوں کا تماشہ دیکھنے والے ہم سب وقت کے فرعون ہی تو ہیں۔"

"اس ساری تقریر کا مقصد!" ایک برگر بوائے ٹائپ لڑکے نے منورہ بیگم کو خاموش ہوتے دیکھ کر اکتا کر پوچھا۔ شاید وہ اس شاندار پارٹی کا مزہ کرکرا ہونے اور میوزک کے بند ہونے پر سب بے چین و پریشان ہو رہا تھا۔

منورہ بیگم نے چاروں اور نگاہیں گھمائیں کچھ ان کی باتوں سے متفق تھے اور نگاہیں جھکائے سن رہے تھے تو کچھ بے چین و بے کل سے نظر آ رہے تھے۔ کچھ کی آنکھوں میں ناپسندیدگی کی جھلک نمایاں تھی۔ کہیں خاموشی تھی۔

منورہ بیگم نے پھر سے سلسلہ کلام جوڑا۔ "اس سب کا مقصد تم سب کو جگانا ہے۔ سب کو پتا ہے کہ ہم پاکستان میں رہتے ہیں۔ پر ہمارے پاکستان میں کیا اور کیوں ہو رہا ہے اس کی پروا نہیں۔ کیا معلوم ہے کہ ہم جس علاقے میں رہتے ہیں سندھ کے کس علاقے میں کیا ہو رہا ہے اس کی خبر نہیں رکھتے۔ ایک جگہ پارٹیاں ہوتی ہیں تو دوسری جگہ بھوک و غربت سے بچے مر رہے ہیں۔ کل آپ کے گھر میں آپ کا اپنا بھوک سے تڑپ رہا ہو تو کیا آپ تب ان آرام سے پارٹیاں منا سکیں گے ذرا سوچیں اور خود اپنے آپ سے یہ سوال پوچھیں کہ آپ کی انسانیت کہاں ہے؟ آپ کا ضمیر کہاں ہے؟ انسانیت کی ہی خاطر کچھ تو ہمارا بھی فرض ہے۔ ہمارا تعلق جس اسلام مذہب سے ہے اس میں بھی حقوق مسلمانوں، پڑوسیوں، مسافروں سب کے بتائے ہیں۔ اسلام کہتا ہے عام مسلمان و انسان جو ضرورت مند ہو، تکلیف میں ہو اس کی اپنی حیثیت کے مطابق مدد کرو۔ لیکن ہم اہل ہوتے ہوئے بھی ہاتھ پر ہاتھ باندھے بیٹھے ہیں۔ جب کوئی اپنا آنکھوں کے سامنے پیاسا و بھوک سے تڑپ تڑپ کر جان دے رہا ہو تو کیسی تکلیف ہوتی ہے۔ یہ ہم کیا جانیں اور کیوں جانیں کیوں کہ ہم تو بے حس ہیں۔" بولتے بولتے وہ یکدم ٹوٹ سی گئیں اور اپنی عمر سے زیادہ ضعیف نظر آنے لگیں تھیں۔ "جس نبی نے امت کے لیے اتنی تکلیفیں برداشت کیں جس نے سجدوں میں بھی رو رو کر اپنی امت کی بھلائی و بخشش کی دعائیں مانگیں جس نے دین کی تبلیغ کے راستے میں پتھر برداشت کیے، آج اس کی امت اتنی سنگ دل ہو گئی۔ دین کی خاطر نہ سہی انسانیت ہی کی خاطر ہم غریبوں اور ضرورت مندوں کو اپنی پارٹی جشن اور دعوتوں پر فوقیت کیوں نہیں دیتے۔ ہم کیسی مائیں ہیں کہ اپنے بچوں کی خاطر جشن دھوم دھام سے مناتے ہیں۔ پر ان ماؤں کا نہیں سوچتے جس کی گود میں اس کے اپنے بچے بھوک سے تڑپ کر جان دے دیتے ہیں۔ ہم کیسے باپ ہیں کہ اپنے بچوں کی ہر خواہش منہ مانگے پوری کر دیتے ہیں اور ان بچوں کا نہیں سوچتے جو اپنے غریب باپ سے ایک روٹی مانگتے ہیں اور بدلے میں باپ دکھ و آنسوؤں بھری خالی آنکھوں سے بے بسی سے تکتا ہے۔ ہم کیسے والدین ہیں؟" کب سے رکے آنسو اب موتی کی لڑیوں کی صورت میں منورہ بیگم کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے تو کچھ اور آنکھوں میں بھی پانی جھل مل کر رہا تھا۔ کسی نے آگے بڑھ کر ان کو دونوں ہاتھوں سے انہیں تھام لیا۔

"دادو یو آر سو گریٹ آج آپ نے یہاں موجود بہت سے لوگوں کو آنکھیں دیں۔ میں بہت لکی ہوں کہ مجھے آپ جیسی دادو ملیں۔ فرینڈز آج میں بھی برتھ ڈے بوائے بھی آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ ان 18 سالوں میں میں نے 18 برتھ ڈے منائے۔ ہر برتھ ڈے پہ بلکہ عام دنوں میں بھی مہنگے سے مہنگے اور اعلیٰ گفٹ لیے۔ جن کی مالیت کروڑوں میں تو ہو گی ہی۔ اب آج ہی کی بات لیجیے۔ اس برتھ ڈے پہ میں نے ڈیڈ سے ہیوی بائیک مانگی جو باہر موجود ہے۔ ساتھ ہی sis نے کوئی لیپ ٹاپ کی فرمائش کی جو اس وقت اس کے ہاتھ میں ہے۔ اسی طرح یہاں موجود تمام ینگ جنریشن بھی اپنے مام ڈیڈ سے یوں ہی مہنگے گفٹ و فرمائش کرتی ہوگی اور میرے مام ڈیڈ کی طرح یہاں موجود سب ہی Parents اسے فوراً پورا بھی کر دیتے ہوں گے کیوں کہ ان کے لیے بھی اپنے بچوں کی خوشی اہمیت رکھتی ہے تو کیا بھوک سے غربت سے روتے بچوں میں ان کے Parents کی جان نہیں ہوگی؟ کیا وہ ان کے لیے Importance نہیں رکھتے ہوں گے؟ کاروں میں آتے جاتے۔ اے سی میں بیٹھے بیٹھے ہمارا بچپن ہمارا لڑکپن گزر رہا۔ کھلانے والے نے ہمیں کھلایا۔ ہمیں کیا معلوم بھوک کی تڑپ اور پیاس کی شدت کیا ہوتی ہے۔ نہ ہم نے کبھی جاننے کی کوشش کی ہمارا مقصد تو اچھا کھانا، اچھا پہننا، اپر کلاس لوگوں سے ملنا۔ آؤٹنگ کرنا، پارٹیاں کرنا اور بے فکر جینا ہے۔ نہ ہم نے کبھی سوچا کہ ہم جو ہزاروں روپے یوں ضائع کر دیتے ہیں اگر یہ ہزاروں نہ سہی 100 کا نوٹ ہی تھر اور اس جیسے پسماندہ قحط زدہ علاقوں کے غریب و مفلس لوگوں کو دے دیا جائے تو ایک وقت کا ہی سہی ان کے پیٹ کا ایندھن بھر جائے۔ ہم کتابوں میں پڑھتے آئے ہیں کہ کسی بھوکے کو کسی غریب کو کھانا کھلانے کا بہت اجر و ثواب ہے لیکن ہم نے اس پر کبھی عمل نہ کیا اور نہ ہی اس کو سمجھا ہماری آخرت کیا ہے؟ ہمارا مستقبل کیا ہے؟ بہت ہی ڈارک۔ کیوں کہ ہمارے Parents خود اس گمراہی اور اندھیرے کی دنیا میں لگے رہے ہیں اور ہم بھی Step by Step ان کے پیچھے چل رہے ہیں بلکہ بعض اوقات ان سے بھی دو قدم آگے بڑھ جاتے ہیں۔ تو ذمہ دار کون؟ ہم اے سی کی ٹھنڈک و ٹھنک دار کمروں میں بیٹھے لوگ تپتی لو میں بھوک سے تڑپتے و مرتے لوگوں کا درد کیا جانیں۔ ہم دوغلے لوگ ہیں ہم بے حس انسان ہیں۔

"ہم کس گلی جا رہے ہیں
اپنا کوئی ٹھکانہ نہیں
انسانوں کی انجمن میں
بیٹھے ہوئے ہیں اپنی لگن میں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"اپنا کوئی فسانہ نہیں!!"

ثمیس کے خاموش ہوتے ہی کسی نے پلیئر آن کردیا۔ حافظ اسلم کے بول ماحول پر حاوی ہونے لگے اور ساتھ ہی صنوبرہ بیگم اور ثمیس کی کہی باتیں وہاں موجود لوگوں کے مردہ ضمیر کو جگانے لگیں۔ وہ جو کب سے اپنے خواب میں کھویا ہوا تھا۔ وہ بھی جاگ گیا یکدم اپنے خواب کی تعبیر سامنے نظر آنے لگی۔ وہ یعنی اسفندیار عالمگیر آگے بڑھ کر اپنے بچے کے گلے لگ گیا۔ آج اسے اپنے خواب کی تعبیر سمجھ آگئی تھی۔

"میں یعنی اسفندیار عالمگیر آج خود کو خوش نصیب سمجھوں کہ میرا اپنا میرا فخر ہے یا بدنصیب سمجھوں کہ میں اپنی حیات کا مقصد سمجھ نہ پایا۔ یہاں موجود جہاں سب کے ضمیر جاگے ہوں یا نہ جاگے ہوں پر میرا تو ضرور جاگا ضمیر بھی اور احساس بھی۔ واقعی ہمارے ملک کا سب سے بڑا مسئلہ غربت و قحط ہے۔ بھوک کے ہاتھوں ستائے لوگ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دے رہے ہیں اور ہمارا ضمیر سو رہا ہے۔ حکومت تو ہے ہی بے خبر۔ پر ہم ہماری انسانیت ہمارا دین کیا اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم ان ضرورت مندوں کی مدد کریں۔ ذمہ دار صرف حکومت نہیں ہم بھی ہیں بقول اقبال

"اپنے کردار سے گر دور نکل جاؤ گے
خواب ہو جاؤ گے افسانوں میں ڈھل جاؤ گے"

اور دیکھو ہم خواب ہی ہوتے جارہے ہیں۔ ہمارے دلوں میں واقعی بے حسی اتر آئی ہے۔ ہم ہمارا ضمیر مردہ ہی ہے۔ ہم واقعی ایک افسانوی زندگی جی رہے ہیں۔ ہمارے ایمان تک داؤ پہ لگ گئے ہیں۔ ہمیں مرنے والوں کے بھوکے پیٹ، ننگے پیر، خاموش آنکھیں نہیں دکھتی ہمیں تو بس یہ نظر آتا ہے کہ ان کا تعلق ہمارے مذہب سے نہیں پر انسانیت سے تو ہے۔ ہم کب تک خاموش تماشائی بنے بیٹھے رہیں گے؟ اب ہمیں بھی آواز اٹھانی چاہیے تو سب سے پہلے میں آواز اٹھاتا ہوں آج سے یہ فضول پارٹیاں، بے جا شدہ فرمائشوں پر خرچ ہونے والی رقم وہیں اعزاز کر کے ضرورت مند لوگوں تک پہنچاؤں گا۔ کیوں کہ اس وقت ملک کا یہ حال ہے کہ

"گلی گلی شہر شہر بلا کا شور کہ
مسجد زیر تعمیر ہے
چندہ دے کر ثواب دارین حاصل کریں پر
پھٹے کپڑے بھوکے پیٹ ننگا پیر سوچ رہا ہے کہ
کاش! میں بھی مسجد ہوتا

اس لیے اپنی حیثیت نہیں ان کی ضرورت دیکھتے ہوئے مدد کیجیے کیوں کہ ہماری حیثیت سے ہم سب بخوبی واقف ہیں۔ اس لیے اب ان کی ضرورتوں کو اہمیت دینی چاہیے کیوں کہ بحیثیت ایک مسلمان بروز قیامت ہم سے ہماری ہر نعمت کی پوچھ ہوگی جس میں یہ دولت بھی شامل ہے جسے ہم بے دریغ دونوں ہاتھوں سے لٹا رہے ہیں اور ہمارا توشہ عاقبت تو بالکل خالی ہے۔

ہمیں ان ضرورت مندوں و غریبوں کی مدد کرنی ہے۔ اس سال نیو ایئر پارٹی وغیرہ پر پیسے کو پانی کی طرح بہانے کے بجائے اس کی قدر کرلی ہے۔ اس سال ایک نئی امید لیے ہم نے ایک شمع جلائی ہے۔ خاموش سی آنکھوں میں امید و خوشیوں کے دیپ جلانے ہیں۔ بلکتے بھوکے پیاسے بچوں کو سہارا دینا ہے۔ یہی میرا پیغام اور مقصد ہے۔"

اسفندیار عالمگیر کی بات مکمل ہوتے ہی فارم ہاؤس تالیوں سے گونج اٹھا جس کے شور میں یہ بات نمایاں تھی کہ سب کے مردہ ضمیر جاگ اٹھے ہیں اور اب وہ آنے والے سال میں انسانیت کو بھی جگا گئے !!

☆

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش
یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے
ہم خاص کیوں ہیں:۔
ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل رینج
ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رزیوم ایبل لنک
ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل رینج
ہر کتاب کا الگ سیکشن
ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
We Are Anti Waiting WebSite
واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے
ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں
ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں
اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں
WWW.PAKSOCIETY.COM
Online Library For Pakistan
Like us on Facebook
fb.com/paksociety
twitter.com/paksociety1
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

حنا کنول شہزاد

افسانہ

میری زیست کا حاصل

آج نجانے اسے گئے کتنے دن مہینے گزر گئے تھے اسے کچھ پتہ نہیں تھا، اسے پتہ تھا تو صرف اتنا کہ اس کی زیست کا حاصل کہیں بہت دور چلا گیا تھا جہاں سے وہ کبھی واپس نہیں آئے گا۔ درد تھا کہ بڑھتا جا رہا تھا، آنسو تھے کہ پلکوں کی باڑھ سے چھلکتے ہوئے اس کے رخساروں کو بھگوئے جا رہے تھے، اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ بھی مر جائے کم از کم اسے اس دکھ سے نجات تو ضرور ملے گی، جو اسے اندر ہی اندر سے کھوکھلا کر رہا تھا، یہ تو ختم ہوگا مگر وہ ایسے دوراہے پر کھڑی تھی، نہ مر سکتی تھی اور نہ جی سکتی تھی۔ بھلا آسان ہوتا ہے کسی ایسے انسان کے بغیر جینا جو آپ کی رگ و جان سے بھی قریب ہو، جو آپ کے لیے آکسیجن کا کام کرتا ہو۔ جب انسان کو آکسیجن نہ ملے تو وہ مرنے لگتا ہے وہ بھی مرنے لگی تھی بلکہ وہ تو مر کر دفن بھی ہو چکی تھی۔ اب صرف وہ ایک جسم تھی، جس کا اندر کب کا مر چکا تھا مگر وہ پھر بھی زندہ تھی۔ سچ بتاؤں تو یہ تو صرف وہی جانتی تھی کہ وہ زندہ ہے یا مر چکی ہے۔

"ثانیہ!" وہ نجانے کن سوچوں میں کھوئی تھی کہ کسی اپنے کی آواز پا کر ٹھٹھر گئی اور اس سے لپٹ کر بولی۔

"رخ! وہ ایسے کیسے چلا گیا مجھے چھوڑ کر، وہ تو کہتا تھا ساتھ جئیں گے اور ساتھ مریں گے، پھر اس نے اپنا وعدہ کیوں نہ نبھایا، تمہیں پتہ ہے میں نے اسے بہت منتوں سے، کتنا لوٹ کے مانگا تھا یہاں تک کہ اپنا آپ بھی فراموش کر دیا تھا، مگر میرے رب نے اسے دیا تھا تو صرف ایک سال کا ساتھ، اس نے مجھے چھین لیا۔ اس نے کیوں ایسے کیا، مجھ سے ساحل کو وہ جانتا تھا کہ میں اس کے بنا مر جاؤں گی۔" وہ ٹوٹی بکھری سی پھوٹ پھوٹ کر رو دی، تو دکھ سے رخ کی آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے مگر وہ خود کو کنٹرول کیے نرمی سے ثانیہ کو گلے لگا کر بولی۔

"ثانیہ ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم اپنے رب سے پوچھیں کہ آپ نے ایسا کیوں کیا، دیا کیوں نہ کیا؟ مثلاً میں تمہیں کوئی چیز دوں گی تو وہ میرا دل کرے گا، واپس لے لوں گی، تم مجھے یہ کہنے کا حق نہیں رکھو گی کہ میں نے وہ چیز تمہیں دے کر تم سے کیوں لے لی؟ کیوں کہ جب وہ چیز ہے میری تو میں نے کبھی نہ کبھی تم سے لے لینی ہے، اسی طرح اللہ نے ساحل کو ہمیں عطا کیا وہ اسی کا دیا ہوا تھا اس نے جب چاہا اسے لے لیا اب ہمیں اسے یہ کہنے کا حق تو نہیں ہے کہ اس نے اپنی امانت ہم سے واپس کیوں لے لی اس حقیقت کو سمجھو اور حالات کو فیس کرو یوں رونے سے خود کو کمرے میں بند کر لینے سے ساحل بھائی واپس نہیں آئیں گے۔ انہیں جانا تھا وہ چلے گئے اور ہم سب بھی ایک نہ ایک دن چلے جائیں گے، کیوں کہ یہ جو زندگی ہے نا یہ ایک ٹرین کی مانند ہے جس پر روز ہزاروں لوگ چڑھتے ہیں اور ہزاروں اترتے ہیں۔ جس کی جب منزل آتی ہے وہ اتر جاتا ہے اور پھر آخر کار وہ ٹرین ایک دن خالی ہو جائے گی، کیوں کہ کوئی بھی انسان تاقیامت اس دنیا میں نہیں رہے گا۔ مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا تو جیتے جی خود کو مار لینے سے کوئی واپس بھی نہیں آتا۔ تم سن رہی ہو نا میری بات۔" وہ اس کے بال سہلاتے ہوئے آخر میں پیار سے بولی تو وہ ہنکارا بھر کر رہ گئی۔ رخ مزید بولی۔

"تمہارے آگے زندگی پڑی ہے۔ تمہیں اپنے لیے نہ سہی زوہیب کے لیے جینا پڑے گا، منہ چھپا لینے سے دکھ یا پریشانی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اس کا صبر اور شکر کرنے سے ختم ہو جاتی ہے اگر ہم غم کو دیکھ کر منہ چھپا لیں گے تو چھوٹی سے چھوٹی پریشانی بھی ہمیں بہت بڑی لگنے لگے گی۔ چلو اب تم سو جاؤ ٹھیک ہے۔"

رخ اسے بیڈ پر سلا کر لائٹ آف کر کے چلی گئی مگر نیند تو اس سے نجانے کب سے روٹھی ہوئی تھی، اس نے جیسے ہی آنکھیں بند کیں ساحل آفندی کا مسکراتا چہرہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

اس کے سامنے آگیا۔ اس نے جھٹ سے آنکھیں کھول لیں اور یادوں کی ظالم پریوں نے اس پر اپنے پر پھیلانا شروع کر دیے اور ماضی اس کے سامنے فلم کی طرح چلنے لگا۔

☆ — ☆

وہ جیسے ہی لاؤنج میں داخل ہوئی صالحہ ماما اسے دیکھ کر مسکرائیں اور محبت سے بولیں۔

"ثائلہ بیٹا! جاؤ ساحل کو اٹھاؤ ہم تو اٹھا اٹھا کر تھک گئے ہیں، تم کوشش کر لو۔" ان کی بات پر ثائلہ مسکرا دی پھر "جی ماما" کہہ کر ساحل آفندی کے کمرے میں چلی آئی۔ دروازہ ناک کرنے پر کوئی آواز نہیں آئی تو وہ دروازہ دھکیل کر آہستہ سے کمرے میں داخل ہوئی، پورا کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا پہلے اس نے لائٹ آن کی سارا کمرہ ایک دم روشنی سے بھر گیا۔ ساحل نے کسمسا کر کروٹ بدلی تو وہ جھنجھلا کر بولی۔

"دیکھو ساحل! دن کے دس بج رہے ہیں اور آپ جناب کی ابھی تک صبح نہیں ہوئی حد ہوتی ہے جناب سونے کی مجھے تو لگتا ہے تم گھوڑے گدھوں کا اصطبل بیچ کر سوتے ہو۔" بولنے کے ساتھ اس نے ساحل کو بازو سے پکڑ کر اچھا خاصا جھنجوڑ ڈالا تھا، مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق ساحل آنکھیں مسلتا اٹھ بیٹھا پھر اسے چڑانے کو بولا۔

"تم نے ٹھیک کہا ثائلہ آفندی کہ میں گھوڑوں گدھوں کا اصطبل بیچ کر سوتا ہوں، مگر تمہیں پتہ ہے اسے خریدتا کون ہے۔" اس کی بات پر ثائلہ نے نا سمجھی سے اسے دیکھا تو ساحل اس کے ماتھے پر آئے بالوں کو کھینچ کر بولا۔

"تم اسی لیے تو تم بھی دن کو 9 بجے اٹھتی ہو۔"

"ساحل آفندی! اٹھ کر دکھاؤ تم اب مجھ سے۔" وہ غصے سے بولی تو ساحل مصنوعی بے بسی سے بولا۔

"میں نے بہت کوشش کر لی ہے بچنے کی مگر نہیں۔"

"کس سے؟" اس نے معصومیت سے پوچھا۔ ساحل اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"تمہارے عشق سے جو میری زیست کا حاصل ہے۔" اس کی بات پر ثائلہ نے گڑبڑا کر ادھر ادھر دیکھا پھر اپنی خفت چھپانے کو غصے سے بولی۔

"جتنی تم باتیں کرتے ہو اتنا......"

"اتنا تمہیں یاد کر لیا کروں۔" وہ اس کی بات کاٹ کر بولا تو مارے شرم کے اس کے رخسار گلابی ہو گئے اس نے تکیہ اٹھا کر ساحل کو دے مارا اور پھر بولی۔

"چلو اب اٹھو جلدی کرو، ماما بلا رہی ہیں۔" وہ تیز بولتے ہوئے جانے لگی تو ساحل نے اٹھنے کا ارادہ ترک کر کے سنجیدگی سے بولا۔

"ثائلہ! آگے کیا ارادہ ہے؟"

"کس بارے میں؟" اس کی بات پر ساحل مصنوعی جھنجھلا کر بولا۔

"تمہاری معصومیت کے بھی کیا کہنے، بھئی میں تمہاری پڑھائی کا پوچھ رہا ہوں۔"

"او...... کالج میں داخلہ لینا ہے، تم مجھے فارم لا دینا۔"

"کوئی یونیورسٹی نہیں جا رہیں تم، اب میں تم سے رخصتی کی بات کروں گا بہت پڑھ لیا تم نے۔" اس کی بات پر وہ منت کرتے ہوئے بولی۔

"پلیز ساحل! مجھے ایم اے کے ایگزام دینے دو، دیکھو جہاں اتنے سال گزر گئے ہیں دو سال اور سہی۔"

"دو سال...... پاگل ہو گئی ہو تم۔" اس کی بات پر وہ چیختا تھا، پھر اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر بولا۔

"ٹھیک ہے لیکن صرف دو سال۔"

"ساحل! تم کتنے اچھے ہو۔" ثائلہ خوشی سے قابو ہو کر بولی تو وہ فرضی کالر جھاڑ کر بولا۔

"وہ تو میں ہوں ہی تمہیں اب پتہ چلا۔"

"مجھے پتہ ہے۔"

"ہمیں کیا پتہ ہے؟" وہ پھر سے شرارت سے بولی تو وہ بھڑک کر بولی۔

"ساحل پلیز! چلو اب۔"

"ٹھیک ہے میں آتا ہوں۔" ثائلہ مسکرا کر باہر چلی آئی، سامنے لاؤنج میں بیٹھی رخ نے اسے شرارت سے دیکھا تو وہ گڑبڑا گئی پھر اسے کہنی مار کر بولی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟"

"ہونے والی بھابھی صاحبہ بھائی اٹھنے میں اتنی دیر لگاتے ہیں۔" رخ شرارت سے بولی تو ثائلہ اسے گھور کر رہ گئی پھر بولی۔

"آج ساحل فارم لے آئے گا۔"

"کیا ساحل بھائی مان گئے؟" رخ اس سے زیادہ خوش ہوئی پھر دونوں یونیورسٹی جانے کی پلاننگ کرنے لگیں۔

☆......☆

احمد رضا اور احمد فیاض دونوں بھائی تھے۔ احمد رضا کی شادی صالحہ سے ہوئی، جو کہ ان کی کلاس فیلو تھیں احمد رضا کی صرف ایک بیٹی ثائلہ تھی۔ ثائلہ کی پیدائش کے صرف ایک سال بعد صائمہ اور احمد رضا کا انتقال ایک حادثے میں ہو گیا تو صالحہ جو کہ احمد فیاض کی بیوی تھی، نے ثائلہ کی پرورش کو اسے بیٹی کی طرح رکھا۔ صالحہ کے تین بچے تھے بڑا بیٹا ساحل پھر رخ اور سعد چھوٹا تھا۔ احمد فیاض کی کپڑوں کی دو دکان تھی جس سے گزر بسر ہو جاتی تھی۔ ساحل ثائلہ سے محبت کرتا تھا یہ دیکھتے ہوئے صالحہ اور احمد فیاض نے کچھ عرصے پہلے شادی سے دونوں کا نکاح کروا دیا تھا۔ رخ کی منگنی احمد فیاض کے دوست کے بیٹے اسلم سے طے تھی۔ ایم اے کرنے کے بعد ساحل اور ثائلہ کی جب کہ رخ اور اسلم کی شادی کا قرار پائی تھی۔

نجانے کیسے دوسرا ہفتہ تھا۔ وہ دونوں

ویسے ہی ایک دوسرے کی بہت اچھی دوست تھیں اسی لیے کسی اور لڑکی کی انہیں ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ سر اکرام کی کلاس سے فارغ ہو کر وہ دونوں گراؤنڈ میں چلی آئیں۔ ثائلہ نے کتابیں گھاس پر رکھیں پھر آرام سے بیٹھ گئی۔ ہمیشہ کی طرح اسکارف کو سر پر اچھی طرح لپیٹے گلے میں پھیلائے بغیر کسی میک اپ کے وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ رخ نظریں چرا کر بولی۔

"کیوں نا کینٹین چلیں بھوک لگ رہی ہے۔"

"اچھا چلو مگر پیسے تمہارے۔" ثائلہ مسکرا کر بولی تو وہ دونوں کینٹین کی طرف بڑھ گئیں۔

"ابے یار! کیا مصیبت ہے تیری وجہ سے میں بھی رکا ہوا ہوں۔" حسب معمول اکرم شروع ہو چکا تھا اور اس کا وہی جواب تھا۔

"تجھے کس نے روکا ہے کر لے شادی۔"

"ابے پاگل بڑا تو ہے کہ میں، تیری ہو گی تو میری باری آئے گی نا۔"

"اور تجھے پتہ ہے کہ میں اس وقت تک شادی نہیں کروں گا جب تک مجھے میری آئیڈیل لڑکی نہیں مل جاتی ہے۔" ولی نے اپنے ہر بار کے کہے ہوئے جملے دہرائے تو اکرم سر پکڑ کر کرسی پر ڈھے گیا جب کہ علی نرمی سے بولا۔

"یہ آئیڈیل وائیڈیل کچھ نہیں ہوتا، بس کچھ لوگ تنہائی سے گھبرا کر خود ساختہ آئیڈیل تلاش کر لیتے ہیں اور رئیل لائف میں کسی کو اپنا آئیڈیل نہیں ملتا۔"

"تو، تو ہے ہی بڑا فلسفی۔ میری آئیڈیل ضرور ملے گی اور کہتے ہیں نا کہ ڈھونڈنے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے، پھر مجھے میری پسند کیوں نہیں ملے گی۔"

"ویسے تیرا آئیڈیل ہے کیا آج تو ہمیں بتا ہی دے۔" اکرم نجانے کتنے سالوں سے اس کے آئیڈیل کے بارے میں سن سن کر تھک چکا تھا، آخر زچ ہو کر آج پوچھ ہی بیٹھا تو ولی کھوئے سے انداز میں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

بولا۔

"وہ ایسی لڑکی جس کے لمبے گھنے بال ہوں، جو ہمیشہ خود کو چھپائے رکھتی ہو یہاں تک کے اس کی ہنسی بھی کسی مرد نے نہ سنی ہو۔ جو مرد کو دیکھ کر فوراً ہی اپنی نظریں جھکا لیتی ہو۔ اتنی سفید بھی نہ ہو کہ چاند کو ماند کرے۔ اتنی سیاہ بھی نہ ہو کہ رات کو ماند کرے بس ایسی ہو کہ جو دیکھے ایک پل کو رک سا جائے یہ ہے میری آئیڈیل۔" اکرم اور علی جو اسے بغور سن رہے تھے۔ دونوں نے آخر میں ایسے سر ہلایا کہ جیسے سب سمجھ گئے ہوں کہ علی بولا۔

"تو پھر تو آج تک ایسی لڑکی نہ ڈھونڈ سکا مگر دیکھ میں اور اکرم مل کر تیری آئیڈیل لڑکی کو ضرور تلاش کر لیں گے بس اب تو انتظار کر۔" علی کی بات پر وکی مسکرا کر رہ گیا۔ جب کہ علی اکرم آگے کا لائحہ عمل سوچنے لگے۔

☆.....☆

"ہائے کیا ہو رہا ہے خواتین۔" وہ لاؤنج میں داخل ہو کر شرارت سے رخ دعا اور شائلہ کو دیکھ کر بولا تو ہمیشہ کی طرح دعا چڑ گئی۔

"او ہیلو! یہ خواتین کا لفظ کس کے لیے استعمال کیا ہے؟"

"کیوں یہاں تم دونوں کے علاوہ بھی کوئی ہے کیا؟" ساحل مصنوعی حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا ان کے ساتھ صوفے پہ بیٹھتے ہوئے بولا تو رخ غصے سے بولی۔

"لگتا ہے کہ آپ کی آنکھیں خراب ہیں شاید اسی لیے آپ کو پتہ نہیں ہے کہ یہاں خواتین نہیں دوشیزہ لڑکیاں بیٹھیں ہیں۔"

"او..... بڑی خوش فہمی ہے آپ دونوں کو اپنے بارے میں۔"

"جی نہیں آپ ہمارے منہ مت لگیں۔"

"کیوں تمہارے کتنے منہ ہیں ویسے۔" ساحل پھر شرارت سے بولا تو رخ اور دعا پاؤں پٹختی ہوئی جانے کے لیے تیار ہو گئیں۔ جب کہ شائلہ مسکراتی ہوئی اور ساحل کے لیے پانی لے آئی جسے ساحل نے تھام لیا۔ ہاں عمران دونوں سے مذاق کر رہا کیا تھا، تبھی کمرے میں احمد فیاض داخل ہوئے چاروں مودب سے بیٹھ گئے۔

"بابا! کھانا لگ گیا ہے آپ سب منہ ہاتھ دھو کر آ جائیں۔" شائلہ مسکرا کر کہتے ہوئے چلی گئی تو سب اٹھ کھڑے ہوئے۔

☆.....☆

"کیا ہوا یار ملی تمہیں میری آئیڈیل؟" احمد وکی، اکرم اور علی کو کالج میں دیکھ رہا تھا وہ بھی ہنس رہی تھی جب کہ اکرم لنگڑا کر چل رہا تھا اسے یقین تھا کہ ضرور ان دونوں کی کسی نے خوب پٹائی کی تھی اس لیے تو یہ حال تھا اسی لیے شرارت سے بولا۔ علی اور اکرم نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا تو بمشکل وکی نے اپنا قہقہہ کنٹرول کیا پھر مصنوعی ہمدردی سے بولا۔

"ارے یار! یہ کیا ہوا تم دونوں کو لگتا ہے کسی نے بہت پرانی دشمنی نکالی ہے جو یہ حال ہو گیا ہے۔"

"کسی نے کیا دشمنی نکالی تھی ہمیں تو تیری آئیڈیل نے مار ہی ڈالا۔" علی دکھ بھرے انداز میں بولا تو وکی حیرت سے بولا۔

"ہوا کیا ہے کچھ بتانا پسند کرو گے۔"

"ہونا کیا تھا کچھ دن پہلے ہم دونوں تیری اس آئیڈیل کے چکر میں تھے کہ ایک برقع پوش لڑکی دیکھا تو علی بولا۔ وکی سے شادی کرو گی اسے آپ کی تلاش ہے پلیز۔ یہ کہتے ہوئے علی نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے تو اس لڑکی نے نجانے لڑکوں کو بلا کر ہمیں اتنی مار لگوائی کہ ہم نے آئیڈیل سے توبہ کر لی۔" اکرم آخر میں ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا تو وکی کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ جب کہ وہ دونوں مسلسل گھور رہے تھے تو وکی ان کے انداز دیکھ کر جھینپ سے بولا۔

"ویسے مجھے میری آئیڈیل مل گئی۔"

"اچھا! کیسے..... ! کہاں، کب؟" علی اکرم کے منہ سے بے ساختہ نکلا تو وکی مسکرا کر بولا۔

"ایم اے کی کلاس میں پڑھتی ہے۔ کل مجھے اسی گراؤنڈ میں نظر آئی تھی مگر اس نے مجھے ایک نظر بھی نہیں دیکھا، بٹ اٹس او کے وہ بھی بہت جلد میری ہو جائے گی۔"

"مبارک ہو یار! ہمیں بھی بھابی سے ملوانا۔" علی اور اکرم اپنا دکھ بھول کر خوشی سے اس کے گلے لگ گئے تو وکی بھی دل کھول کر مسکرا دیا۔

اکرم اور وکی دونوں بھائی تھے۔ جب کہ علی ان کا کزن اور بہت اچھا دوست تھا۔ تینوں ایک ساتھ گریجویشن کر رہے تھے۔ علی اپنے ماں باپ کا اکلوتا تھا، جب کہ اکرم اور وکی کی صرف ایک بہن لائبہ تھی جو کہ شادی شدہ اور ایک پیاری سی بچی کی ماں بھی تھی۔ وکی کے والد صاحب کا فیکٹری کا اپنا بزنس تھا۔ اکرم کو شادی کی جلدی تو نہیں تھی مگر بھائی کو تنگ کرنے کے لیے اکثر ایسا کرتا تھا۔

اس نے بہت کوشش کی تھی کہ صرف ایک بار ہی وہ لڑکی اس کی طرف دیکھے مگر نہیں اور آج اسے پتہ چلا کہ وہ صرف ایم اے کرے گی، پھر یونیورسٹی چھوڑ جائے گی تو وہ سکتے میں رہ گیا۔ اس نے طے کر لیا کہ اب ضرور اپنے پیار کا اظہار کرے گا اور اس سب کے دوران اس لڑکی کے پیپر بھی شروع ہو گئے۔ اس نے ہمت کر کے ایک خوبصورت سے بکے لیا ایک نہایت ہی پیارا کرسٹل کا گفٹ لیا جو کہ دل بنا ہوا تھا جس میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی ایک دوسرے کو پھول دے رہے تھے۔ اس گفٹ پر بھی I love you لکھا تھا۔ وہ دھڑکتے دل کے ساتھ یونیورسٹی آ گیا لیکن سامنے دیکھنے پر وہ لڑکی اور اس کی دوست گراؤنڈ میں بینچ پر بیٹھے تھے۔ وہ تیز تیز چلتا ہوا ان کے قریب پہنچا پھر سلام کر کے بولا۔

"میرا نام وکی ہے۔"

"تو ہم کیا کریں؟" شائلہ غصے سے بولی تھی۔ وہ کافی دنوں سے نوٹ کر رہی تھی کہ یونیورسٹی میں وہ ہر وقت اس کے پیچھے رہتا تھا۔ اسے دیکھتا رہتا یہ بات رخ نے بھی نوٹ کی تھی۔ دونوں کو اس پر بہت غصہ تھا اور آج اس کی ہمت دیکھو وہ اس کے سامنے کھڑا باتیں کرنے لگا تھا مگر پھر وکی کے اگلے الفاظوں نے اسے ساکت کر دیا تھا۔

"میں اپنی زندگی کے اس سفر میں اپنی تمام تر وفا اور سچائیوں کے ساتھ آپ کا ساتھ چاہتا ہوں۔ کیا آپ میری زندگی کے سفر میں میری ہمسفر بنیں گی۔"

"جسٹ شٹ اپ، آپ کو ایک بار تو سوچنا چاہیے کہ آپ کسی کی منکوحہ سے بات کر رہے ہیں۔ آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میرا نکاح ہو چکا ہے اور شادی بھی ہونے والی ہے، میں اپنی زندگی سے بہت خوش ہوں سو پلیز اپنی حد میں رہیں۔"

شائلہ رخ کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے نکل چلی گئی، جب کہ وکی کے ہاتھ سے بکے کے پھول بکھر گئے جب کہ گفٹ چھن چھن کرتا ٹکڑوں میں بٹ گیا تھا۔ وہ بری طرح گرا تھا اس نے کیا کچھ نہیں سوچا تھا مگر سب ختم وہ شکست زدہ قدموں کے ساتھ یونیورسٹی کا گیٹ پار کر گیا وہ چلتا جا رہا تھا اسے کچھ پتہ نہیں تھا کہ کہاں جا رہا ہے کیوں جا رہا ہے وہ بس چل رہا تھا سب کچھ بھلائے اس کا دماغ اس وقت کوئی کام نہیں کر رہا تھا اور دل وہ تو وہیں کہیں شائلہ کے قدموں میں روند آیا تھا۔ وہ اب کیا کرے کسے کہے کہ وہ اسے اس کی شائلہ دے دیں۔

☆.....☆

"اللہ اکبر اللہ اکبر۔" وہ اپنی سوچوں میں جا رہا تھا کہ رک گیا۔ سامنے مسجد سے موذن اذان دے رہا

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا۔ وہ دھیرے دھیرے چلتا ہوا مسجد میں داخل ہو گیا۔ پہلی بار دل میں خیال آیا تھا کہ اس کا رب دن میں پانچ بار اسے فلاح کی طرف بلاتا تھا۔ کامیابی کی طرف اور وہ اکثر نظر انداز کر دیا کرتا تھا۔ کون کہتا ہے کہ خدا نظر نہیں آتا وہ ہی تو نظر آتا ہے۔ جب کوئی بھی نظر نہیں آتا۔ وہ مسجد میں گیا دو رکعت نماز ادا کی سجدے میں گرا بس روتا چلا گیا نجانے کب کے رکے آنسو اب بہہ رہے تھے۔ نجانے وہ کتنی دیر روتا رہا جب امام صاحب نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا۔

"خدا تمہیں سکون اور خوشیاں عطا کرے بیٹا صبر کرو صبر کا پھل ضرور ملتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دوسروں کو لگی ٹھوکر سے سنبھل جاتے ہیں کچھ ایسے ہوتے ہیں جو ٹھوکر لگنے کے انتظار میں رہتے ہیں اور کچھ ٹھوکر لگنے کے بعد کسی سہارے کا انتظار کرتے ہیں۔ گرتے پڑتے رہتے ہیں۔ جب تک کوئی سہارا نہ دے مگر انسان کو اپنی مدد خود کرنی چاہیے۔ تم اٹھو اس انتظار میں مت رہو کہ کوئی سہارا دے گا۔ کیوں کہ سب سہارے وقتی ہیں صرف ایک سہارا امر ہے وہ ہے خدا کا سہارا۔" وہ بھی بس سنبھل گیا، بغیر کسی سہارے کے کھڑا ہوا اور فلاح کی طرف چل پڑا۔

☆---☆

گھر میں شادی کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔ وہ بے حد خوش تھی تو دل کا کوئی کونا اداس بھی تھا اسے زندگی میں پہلی بار اپنے ماں باپ کی بے حد کمی محسوس ہوئی تھی وہ ہوتے تو بابا اسے قرآن کے سائے میں رخصت کرتے اور امی وہ نجانے کتنی نصیحت کرتیں مگر اس کی یہ خواہش بھی پوری ہو ہی گئی جب احمد رضا نے اسے قرآن پاک کے سائے میں ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں رخصت کیا اور کسی ماں کی طرح صالحہ بیگم نے اسے خوب ساری نصیحتیں کیں۔ سب کی دعاؤں اور ساتھ کے ساتھ شائلہ فیاض سے شائلہ ساحل بن گئی۔ صرف [illegible] لگے تھے وہ شائلہ ساحل تو کب کی بنا دی گئی تھی اس نے اپنی نئی زندگی کی شروعات کر دی تھی۔ ساحل بھی وہ بے حد خوش تھے کہ شادی کے صرف تین مہینے بعد اسے ایسی خوشی ملی کہ وہ دنگ رہ گئی۔ ساحل بھی باپ بننے پر بے حد خوش تھا لیکن ڈلیوری کے دنوں میں ساحل کو لاہور جانا پڑا کہ کچھ ضروری کام تھا۔ احمد رضا بھی ان دنوں بیمار تھے ورنہ وہ چلے جاتے۔ شائلہ کا دل گھبرانے لگا تھا اس نے اسے روکنے کی بہت کوشش کی مگر وہ اسے تسلی دے کر چلا گیا اور پھر جس دن شائلہ نے خوب صورت سے بچے کو جنم دیا اسی رات اسے ایسی خبر ملی کہ جیسے کسی نے اس کی روح کھینچ لی ہو اور وہ مرگئی ہو اسے لگا کہ جیسے کسی نے اس کے قدموں سے زمین کھینچ لی ہو اور وہ اس کے نیچے گہری کھائی میں گرتی جا رہی ہو۔ اندر بہت ہی اندر وہ کرچی کرچی ہو گئی۔ اس رات اسے پتہ چلا کہ جس ٹرین میں ساحل سفر کر رہا تھا ملک دشمنوں نے لوٹ لیا اور پھر کچھ لوگوں کو روندتے [illegible] دیا جن میں ساحل بھی تھا۔

صرف کچھ پیسوں کے لیے انھوں نے نجانے کتنوں کے سہاگ اجاڑ دیے تھے۔ نجانے کتنی ماؤں کی کوکھ اجاڑ دی تھی نجانے کتنی بہنوں کے بھائی لے لیے تھے۔

☆---☆

وہ آج پھر سے وہی بات لے کر بیٹھ گئی تھیں جو آج سے دو سال پہلے کی تھی۔ پہلے وہ صرف اس کے لیے کہتی آئی تھیں کہ شادی کر لو ساری زندگی تنہا کیسے رہو گی مگر آج ان کی گود میں ذوہیب تھا۔ اس کا جگر تھا اور ساحل کی آخری نشانی۔ جس کے لیے وہ کچھ بھی کر سکتی تھی اس نے صرف اتنا کہا کہ (ذوہیب ہے) تو امی بولیں تھیں۔

"ذوہیب تو سارا نہیں تو مشکل بھی نہیں ہے۔"

"مگر امی! میں ساحل کی یاد کے سہارے زندگی گزار لوں گی۔ آپ پر بوجھ نہیں بنوں گی اپنا اور ذوہیب کا خرچہ خود اٹھاؤں گی پلیز مجھے مجبور مت کریں۔" اس کی بات پر امی غصے سے بولیں تھیں۔

"پاگل لڑکی تو تم ہم پر پہلے بوجھ تھیں نہ اب ہو۔ ہم تو اس لیے تمہیں شادی کا کہہ رہے ہیں کہ تمہارا بیٹا کہیں باپ کے پیار سے محروم نہ رہے۔ اور وقار بہت اچھا ہے۔ تمہیں خوش رکھے گا اور اسے تمہارے بیٹے ذوہیب سے بہت محبت ہے میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا، ماضی کے سہارے کبھی بھی زندگی نہیں گزرتی مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا، تو جیتے جی بھی خود کو مار لینے سے مرنے والے بھی لوٹ کر واپس نہیں آ جاتے۔"

صالحہ بیگم کی بات پر شائلہ قائل تھی، پھر شائلہ ساحل کی اور آج ایسا وقت آیا تھا کہ وہ شائلہ وقاص بن کے اس کے کمرے میں موجود تھی۔ شادی سادگی سے ہوئی تھی۔ اس کی ایک نند تھی اور ایک دیور جو کہ شادی شدہ تھا۔ وہ سر جھکائے اپنی سوچوں میں گم تھی جب دروازہ کھول کر وقاص اندر داخل ہوا اور اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھ کر بولا۔

"السلام علیکم! میں اپنی تمام تر وفاؤں کے ساتھ آپ کو اپنی زندگی میں خوش آمدید کہتا ہوں۔" شائلہ کو کوئی پرانی یاد آئی اس نے سر جھٹک دیا، جب کہ وقاص مزید بولا۔

"یہ تو محبت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک محبت آپ کو خدا سے دور کر کے فانی کا بنا دیتی ہے تو دوسری محبت آپ کو خدا کے قریب کر دیتی ہے جب آپ کو احساس ہوتا ہے کہ جس کے پیچھے آپ بھاگ رہے تھے وہ تو فانی تھا ختم ہو جانے والا اور امر تو یہ ہے، ہمیشہ رہنے والا۔ تمہاری محبت نے مجھے خدا سے قریب کر دیا۔ امر کا پتہ دیا تو مجھے احساس ہوا کہ میں فانی کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ مجھے نہیں پتہ کہ کب مجھے تم سے محبت ہوئی اور کب میں نے تمہیں اپنے رب سے مانگنا شروع کیا۔ میں نے فلاح کا راستہ چنا اور اس کا انعام آج تم میرے سامنے میری بیوی بن گئی ہو۔ میں اپنے رب کا جتنا شکر کروں کم ہے۔ شائلہ لوگ کبھی بھی آپ کو آپ کے کل کی وجہ سے نہیں جانتے آج کی وجہ سے جانتے ہیں۔ آج جتنا اچھا ہو گا کل اتنا اچھا ہو گا۔ کیوں کہ آج کو کل میں بدل جانا ہے۔ میں وعدہ نہیں کرتا کہ تمہیں ہر خوشی دوں گا کیوں کہ خوشی دینے والا یا دکھ دینے والا ہمارا رب ہے ہاں میں کوشش کروں گا کہ میری وجہ سے تمہیں کوئی دکھ نہ پہنچے۔ میں وقاص عرف وکی تمہیں اپنے گھر اور زندگی میں خوش آمدید کہتا ہوں۔" شائلہ جو ساکت بیٹھی اسے صرف سن رہی تھی مطمئن سی مسکرا دی اور سوچنے لگی۔

"جو بھی ہوتا ہے اچھے کے لیے ہی ہوتا ہے، اگر ہم ہر دکھ کا مقابلہ مسکرا کر کریں تو وہ دکھ زیادہ دیر نہیں رہتا، بس ہمیں ہر دکھ تکلیف سے نپٹنے کے لیے صبر اور ہمت سے کام لینے پڑتے ہیں۔" وکی اسے بہت چاہتا تھا اور وہ بھی اب وکی کو چاہنے لگی تھی مگر ابھی اقرار نہیں کیا تھا آج اس نے وکی کو میسج کر دیا۔

"جو بات میں کہہ نہیں سکتی اسے میں فرض کرتی ہوں چلو میں فرض کرتی ہوں مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔ تم میری زیست کا حاصل ہو۔" میسج کر کے وہ مسکرا دی کہ کسی کے چلے جانے سے زندگی ختم نہیں ہوتی ہاں خالی خالی سی ضرور ہو جاتی ہے۔ مگر پھر کوئی اپنا آپ کی زندگی میں ضرور آتا ہے جو اس خالی پن کو اپنے وجود سے مکمل کر دیتا ہے۔

☆---☆

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

فرزانہ رضوی

مکمل ناول

گھر

عشق پیچاں کی بیلوں سے ڈھکے ستونوں والے ورانڈے کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر ڈوبتے سورج کو تکنا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔ لو دیتا سندور کی گود میں اترتا آگ کا گولا اسے اپنے بچھڑے گھر کی یاد دلاتا۔ چوبیس گھنٹوں میں اسے یہ گھومتے گھنٹے کا دورانیہ بے حد Fascinate کرتا۔ اپنے سارے کام چھوڑ کر اس تو گھومتے گھنٹے میں صرف اور صرف اپنی دنیا میں گم ہو جاتی تھی۔

ایسا ہی ڈھلتے سورج کا وقت تھا جب وہ اس گھر میں آئی تھی۔ اس وقت وہ صرف آٹھ برس کی تھی۔ ماں باپ کی اچانک حادثاتی موت کے بعد ماموں جان کی انگلی پکڑے جب وہ اونچے اونچے درختوں سے گھرے اس بڑے سے گھر میں آئی تھی تو اس کی ہرنی جیسی آنکھوں نے گھاس سے ڈھکے لان میں بھولے اور خرگوش دیکھے۔ اس کا معصوم سا چہرہ کھل اٹھا تھا۔ دل چاہا ماموں جان کی انگلی چھوڑ کر خود بھی ان خرگوشوں کے پیچھے بھاگے جنہیں وہ خوبصورت سا لڑکا بے تحاشہ دوڑا رہا تھا۔ انہیں دیکھ کر اب ان کی طرف وہ لڑکا آیا تھا اور ماموں جان سے لپٹ گیا تھا۔

"یہ کون ہے ڈیڈی۔" اسے دیکھتے ہی اس خوبصورت سے لڑکے نے بے حد ناگواری سے پوچھا جو کچھ سال ہی بڑا ہو گا۔ وہ تھوڑی سی ماموں جان کے پیچھے چھپ گئی۔

"یہ رمشہ ہے تمہاری مرحوم پھوپھو کی بیٹی۔" انہوں نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"ہوں۔" وہ جیسے سمجھ گیا۔ "یہ اب یہیں رہے گی کیا۔" اسے شاید اچھا نہیں لگ رہا تھا اس کا آنا رمشہ کو ایسا ہی لگا۔ اتنی چھوٹی سی ہونے کے باوجود رمشہ کو اس کا احساس اسی وقت ہو گیا تھا۔

"ہاں! اب یہ تمہارے ساتھ اسی گھر میں رہے گی۔"

"تو ڈیڈی یہ کہاں سوئے گی۔" اسے پھر فکر ہوئی۔

"یہ اپنے کمرے میں سوئے گی۔ آپ کی مما نے اس کے لیے کمرہ تیار کیا ہو گا۔"

"یہ تو وہاں ڈرے گی۔" وہ بڑے یقین سے بولا۔ انداز میں تمسخر بھی تھا۔

"نہیں ڈرے گی۔ ڈرنے کی کیا بات ہے۔ پہلے اپنے گھر میں بھی یہ اپنے کمرے میں اکیلی سوتی تھی کیوں بیٹا۔" ماموں جان نے بڑے پیار سے پوچھا تو وہ ... "جی ... نہیں۔"

رمشہ نے فوراً نفی میں سر ہلا دیا۔ اس کی دونوں چوٹیاں لہرائیں۔ جانے کیوں تیمور کا دل چاہا اس کی

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

دونوں ہونٹوں کو پکڑ کر کھینچ لے۔ وہ اس کے ڈیڈی کی انگلی پکڑے کھڑی تھی مستقل شاید اس لئے۔

"یہ بولتی کیوں نہیں۔" وہ پوچھ کر بولا۔

"بولے گی۔ تم اس سے بات کرو، دوستی کرو، اس کے ساتھ کھیلو۔"

"یہ تو لڑکی ہے۔ میں لڑکیوں کے ساتھ نہیں کھیلتا۔ میں اس سے دوستی نہیں کروں گا۔" اس نے بڑی نخوت سے انکار کیا۔

"تیمور یہ تمہاری چھوٹی بہن ہے اور اب یہ تمہارے ساتھ ہی رہے گی۔ دوستی تو کرنا پڑے گی۔"

"نہیں! نہیں! نیور۔" اس کے تیور بگڑ گئے وہ اندر جانے کو مڑا۔

"تیمور! بات سنو بیٹا"

مگر وہ باپ کی بات سنے بغیر اندر کو دوڑ گیا تھا ماما کو بتانے۔

ماموں جان کا ہاتھ تھامے وہ گھر کے اندر آئی تو سامنے ہی سے سارہ کا ہاتھ تھامے وہ انہیں تقریباً گھسیٹتا ہوا لا رہا تھا۔ ریم پر نظر پڑتے ہی سارہ نے ہاتھ چھڑایا اور لپک کر ریم کو بانہوں میں سمیٹ لیا۔

"کیسی پیاری بچی ہے بالکل گڑیا۔" سارہ نے اسے خوب پیار کیا پلٹ کر دیکھا بھی نہیں کہ بیٹے کا کیا ری ایکشن ہے۔ وہ تو جب رضا نے اسے آواز دی تو سارہ کو پتہ چلا کہ وہ روٹھ کر اپنے کمرے میں بھاگ گیا ہے۔

"میرا خیال ہے کہ تیمور جیلس ہوگیا ہے۔" انہیں احساس ہوا۔

"کیا تم نے اسے ریم کے بارے میں بتایا نہیں تھا۔"

"بتایا تھا، سمجھا بھی دیا تھا۔ اس وقت تو کسی ناراضی کا اظہار نہیں کیا تھا۔" شوہر کو فکر مند دیکھ کر انہوں نے انہیں تسلی دی۔

"آپ فکر نہ کریں۔ سمجھ جائے گا کچھ دنوں میں، وہ بھی تو بچہ ہے، میں اسے ہینڈل کرلوں گی۔" سارہ کو بیٹے کی فطرت کا اندازہ تھا۔ وہ مطمئن تھیں مگر رضا کو ایک پریشانی نے آگھیرا تھا۔

پھر سارہ تو ریم کو سنبھالنے میں لگ گئیں اور رضا بیٹے کو منانے میں۔ کھانے کی میز پر پھر وہ لڑ پڑا۔

"ماما کے ساتھ میں بیٹھوں گا۔" حالانکہ وہ باپ کے ساتھ بیٹھا کرتا تھا۔ ریم نے ڈر کر فوراً کرسی چھوڑ دی۔

"تم ادھر آجاؤ ریم!"

سارہ نے اپنی دوسری طرف کی خالی کرسی کی طرف اسے بلایا جہاں رضا کو بیٹھنا تھا [illegible] بھی نہ دیکھے۔ ان کی مشکل ریم نے حل کردی جو تیمور کی غصیلی نظروں سے اتنی خوفزدہ ہوئی کہ [illegible] کرسی پر جا بیٹھی۔

[illegible] بیٹھوں کی آئی۔ ہمت [illegible] سارہ کو بڑا پیار آیا۔

"[illegible] نہیں لگتا، تم مجھے ماما کہا کرو۔" سارہ نے [illegible]

"نہیں! یہ آپ کو ماما نہیں کہے گی۔ آپ صرف میری ماما ہیں۔" تیمور بری طرح بگڑ گیا تھا۔

"اچھا اچھا! ٹھیک ہے۔ تم کہنا ٹھیک [illegible]" رضا نے بیٹے کو ٹھیک کر ٹھنڈا کرنا چاہا۔ انہیں ویسے ہی بیٹے کے رویئے سے بہت تشویش ہوگئی تھی۔ ریم کا اسے ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔

"بیٹا! جس طرح مجھے ماموں جان کہتی ہو، اسی طرح انہیں ممانی جان کہا کرو۔ آنٹیاں تو بہت ہوں گی مگر تمہاری ممانی جان بس ایک ہی ہیں۔" رضا نے ریم کو رشتہ سمجھایا۔

ریم نے ایسے سر ہلایا جیسے بات سمجھ میں آگئی مگر سارہ کو دل میں رنج ہوا۔ کیا تھا اگر وہ بھی انہیں ماما کہتی مگر تیمور۔

ویسے تو سارہ کو اطمینان تھا کہ تیمور جلد ہی ایڈجسٹ کرلے گا۔ وہ فطرتاً جھگڑالو نہیں تھا۔ [illegible] کے لئے ایک ساتھی کی خواہش بھی دل میں تھی۔ اب تک پانچ سال کی عمر تک وہ اکیلا رہا تھا۔ [illegible]

کے علاوہ اور کسی کو گھر میں دیکھا نہیں تھا۔ وہ اس بات کا عادی تھا کہ ریم کی آمد کو اس کا ذہن کسی طرح قبول نہیں کر رہا تھا حالانکہ اسے یہ بھی علم تھا کہ ریم تو اب اس کے ساتھ اسی گھر میں رہنا ہے۔ ایک حادثے نے بیک وقت اس کے ماں باپ کو اس سے ہمیشہ کے لئے چھین لیا ہے۔ اس سے اس کا اپنا پیارا سا گھر چھوٹ گیا ہے۔ وہ اپنی خوشی سے اس گھر میں نہیں آئی ہے بلکہ اپنی ماں کی وصیت کے احترام میں اسے اپنا گھر، شہر اور ملک چھوڑ کر آنا پڑا ہے۔

کیلی فورنیا میں، جہاں وہ پیدا ہوئی۔ اپنے پھولوں سے سجے لان والے چھوٹے مگر خوبصورت سے گھر میں وہ تتلی کی طرح اڑتی پھرتی تھی۔ ماما اور پاپا اسے دیکھ دیکھ کر جیتے تھے۔ بڑی دعاؤں کے بعد وہ پیدا ہوئی تھی۔ سالوں ماما پاپا کو اپنا انتظار کرایا تھا۔ اس کی سالگرہ بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی تھی اور اس دن وہ ہوٹل میں اس کی سالگرہ سیلیبریٹ کرکے گھر واپس آرہے تھے جب وہ اندوہناک حادثہ ہوا تھا جس میں اس کے پاپا موقع پر ہی دم توڑ گئے تھے اور ماما ایک ہفتے زندگی سے لڑنے کے بعد [illegible] گئی تھیں۔ ریم کو معمولی زخم آئے تھے۔

حادثے کی خبر ملتے ہی رضا [illegible] پہنچے تھے۔ مریم ان کی ایک ہی بہن تھی۔ عرصہ دراز سے امریکہ میں مقیم تھی کیونکہ اس کا پورا سسرال وہیں [illegible] ریم کے [illegible] پھوپھی اور ددھیال کے [illegible] ریم کو [illegible] ہاسپٹل سے ڈسچارج کردیا گیا اور وہ اس وقت اپنی پھوپھو کے [illegible] تھی مگر آخر وقت میں مریم نے بڑی حسرت [illegible] سے التجا کی تھی [illegible] اور رضا کا دل [illegible] گئی تھی۔

"ریم کو اپنے ساتھ لے جا بھیا [illegible] ددھیال والے اسے بہت چاہتے ہیں [illegible] مگر وہ اسے اپنے بچوں [illegible] معاشرے کے زہر سے بچا [illegible] کوئی کچھ بھی کہے [illegible] ہو جائے [illegible] کسی صورت یہاں نہ چھوڑیئے گا بھیا۔"

اور رضا نے بہن سے کیا وعدہ پورا کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ ریم کے ددھیال والوں کو منانے میں انہیں کافی تگ و دو کرنا پڑی مگر وہ اس کو اپنے ساتھ لانے میں کامیاب ہوگئے۔ ماں باپ کے مرنے کے بعد ان کے سب اثاثوں کی مالک ریم تھی۔ گھر، جنرل اسٹور اور پاپا کے ساتھ شراکت میں چلنے والے گیراج میں بھی ریم کا حصہ تھا۔ اس کے سب اثاثوں کو ایک امانت کی تحویل میں دے دیا گیا جو ریم کے اٹھارہ سال کی ہونے تک ان کی دیکھ بھال کرتا اور آمدنی کا حساب بھی رکھتا۔ ان سب کاموں سے فارغ ہو کر پورے پندرہ دن کے بعد رضا وطن واپس آئے تو بہن کی نشانی ریم ان کے ہمراہ تھی۔

ان کے آتے ہی تیمور نے جس رد عمل کا مظاہرہ کیا وہ بے حد تشویش میں مبتلا ہوگئے تھے۔ ہرچند کہ سارہ انہیں اطمینان دلائے جارہی تھیں۔

"آپ کیوں پریشان ہوتے ہیں رضا! کچھ عرصے کی بات ہے پھر تیمور ایڈجسٹ کرلے گا۔ وہ بھی تو بچہ ہے گھر میں نئے فرد کے اضافے کو آہستہ آہستہ ہی اس کا ذہن قبول کرے گا۔ آخر اتنے برس وہ تنہا رہا ہے۔"

"اس میں دوش کس کا ہے۔ بس اسے دنیا میں لاکر بھول ہی گئیں اسے اور بہن بھائیوں کی بھی ضرورت ہے۔" رضا نے ہنس کر بیوی کو چھیڑا مگر وہ ناراض ہوگئیں۔

"جی نہیں! اس میں میرا کوئی دوش نہیں ہے۔ آپ جانتے ہیں مجھے بیٹی کی کتنی چاہ ہے۔ کتنی ہی دعائیں مانگی ہوں۔ اب اگر اللہ تعالیٰ نے میری قسمت میں مزید اولاد نہیں لکھی تو میں اس کی رضا میں راضی ہوں۔ مجھے شکوہ نہیں ہے۔ شاید اسی لئے اس نے مجھے ریم جیسی پیاری سی بچی دے دی۔"

کہتے کہتے سارہ کے چہرے پر ممتا کی روشنی پھیل گئی۔ رضا نے پیار سے بیوی کو دیکھا۔

"[illegible] کی خوشی میں بیٹے کو نہ بھول جانا۔ تیمور کا بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

تمہیں بہت خیال رکھنا ہے۔ ریم کے ساتھ بھی کوئی زیادتی نہ ہونے پائے۔ یتیم بچی کا دل نہ دکھے۔ بہت بھاری ذمہ داری تمہارے کاندھوں پر آپڑی ہے سارہ۔"

اور حقیقت میں سارہ کو دن میں تارے نظر آگئے تھے۔ چند ہی دنوں میں انہیں اندازہ ہو گیا کہ تیمور کو ہینڈل کرنا اتنا آسان نہیں تھا جتنا وہ سمجھ رہی تھیں۔ سارہ میں برداشت کا مادہ بہت تھا۔ بڑے حوصلے والی تھیں۔ بڑی خندہ پیشانی سے وہ دونوں بچوں کے درمیان مفاہمت کا راستہ بنانے میں لگی ہوئی تھیں مگر تیمور کو تو ریم کے اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے تک پر اعتراض ہوتا تھا۔ دن میں پچاسوں بار ایسے جملے سننے کو ملتے

"یہ یہاں کیوں بیٹھی ہے؟"

"ادھر کیوں کھڑی ہے؟"

"اس نے میری پلیٹ کو ہاتھ کیوں لگایا؟"

"میں اسے چاکلیٹ نہیں دوں گا؟"

"یہ کیا صرف میرے لیے آئی ہے"

اللہ واسطے کا بیر باندھ لیا تھا اس سے۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے پھرتی مگر تیمور اس سے بات ہی نہیں کرتا تھا۔ پہلی دفعہ جب ریم نے اسے بڑے پیار سے بھیا پکارا تھا تو اس نے ریم کو بری طرح جھڑک دیا تھا۔

"میں تمہارا بھائی نہیں ہوں۔ خبردار جو مجھے بھیا کہا۔"

"پھر کیا کہوں؟" وہ آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔

"کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ میں تم سے بات کرتا ہوں کیا۔" اس نے رعونت کی انتہا کر دی۔

ریم خاموش ہو گئی۔ واقعی وہ تو اس سے بات بھی نہیں کرتا تھا۔ وہی اس کے پاس آ آ کر چھوٹے موٹے کی کوشش میں رہتی تھی۔ اس سے دوستی کرنا چاہتی تھی۔ اس کے ساتھ کھیلنا چاہتی تھی۔ وہ سنتا یا نہ سنتا کوئی نہ کوئی بات سناتی رہتی۔ اس کا امریکن لہجے میں اردو بولنا سارہ کو اتنا بھاتا تھا کہ وہ گھنٹوں اس سے اس کے ماما پاپا اور گھر کی باتیں سنا کرتیں۔ وہ اپنے اسکول کی، اپنے دوستوں کی چھوٹی چھوٹی باتیں ہزاروں بار انہیں سنا چکی تھی اور سارہ کا ان سن کر بھی جی نہیں بھرا تھا۔ رات کو کھانے کے بعد سب لان میں جا بیٹھتے۔ رضا ان دونوں کو اپنے دائیں بائیں بٹھا کر بہن بھائی کی محبتوں کی آیتیں کی تکرار کے پیار بھرے فرضی قصے سنا سنا کر سنایا کرتے۔ ریم بڑے شوق سے انہیں سنا کرتی۔ اس کا سارا دھیان رضا کی طرف ہوتا مگر تیمور کی ہر ہر ادا سے بیزاری جھلکتی۔ باپ کا بے حد لاڈلا تھا مگر ان سے ڈرتا بھی بہت تھا اس لیے اس کی اتنی ہمت تو نہیں ہوتی تھی کہ [illegible] اٹھ کر چلا جائے مگر کان دھرنا تو اس کے اپنے اختیار میں تھا لہٰذا وہ کان لپیٹے بیٹھا رہتا [illegible] دونوں اپنے اپنے طریقے سے تیمور کو یہ باور کرانے کی کوشش میں مصروف تھے کہ ریم اب اس گھر کی [illegible] زندگی کا لازمی اور اٹوٹ حصہ۔

پھر [illegible] جارحانہ انداز میں کچھ کی ہوئی۔ سارہ نے [illegible] رضا کے سر سے بھی بوجھ اترا مگر ریم کے [illegible] دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ اس کا اپنے گھر میں [illegible] پسند نہیں کرتا۔

رضا نے ریم کو تیمور کے ساتھ [illegible] اسکول میں داخل کرا دیا تھا۔ اسکول میں اپنے [illegible] پوچھنے پر لاجواب دیا تھا۔

"ڈیڈی کی رشتہ دار ہے۔ میرے گھر میں رہتی ہے۔"

جبکہ ریم اپنی دوستوں سے اسے اپنا بھائی بتاتی تھی۔ جس دن تیمور کو پتہ چلا وہ سارے راستے اس سے لڑتا آیا تھا۔

"مجھے بھائی کیوں کہا تم نے"

"تم میرے بھائی نہیں ہو کیا۔" وہ معصومیت سے پوچھ رہی تھی۔

"نہیں! میں تمہارا کزن ہوں بس۔" وہ ڈپٹ کر بولا۔

اور وہ ڈر کے مارے پوچھ بھی نہیں سکی کہ کزن اور بھائی میں کیا فرق ہوتا ہے۔

گھر میں سارہ اس سے تیمور کو بھائی کہلوانے کی کوشش کرتیں۔ بھائی کو بلاؤ، بھائی کو یہ دے آؤ، بھائی کے ساتھ کھیلو مگر کیسا بھائی تھا جو اپنے آپ کو اس کا بھائی سمجھنے پر تیار ہی نہیں تھا۔

دادا جان اور پھوپھو نے امریکہ سے کسی کے ہاتھ اسے بہت سارے چاکلیٹ، کپڑے اور گڑیا بھیجی تھیں۔ ساتھ ہی تیمور کے لیے ویڈیو گیمز بھی تھے۔ وہ بھائی بھائی اسے دینے اس کے پاس آئی۔

"میرے پاس پہلے ہی بہت ہیں، یہ تم ہی رکھو۔" اس نے نخوت سے ناک سکیڑی۔

"مگر یہ تو دادا جان نے تمہارے لیے بھیجے ہیں۔" وہ آہستہ سے منمنائی۔

"تمہارے دادا نے بھیجے ہیں نا تم ہی رکھو، لے جاؤ۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولا۔

وہ واپس اپنے کمرے میں آگئی۔ ویڈیو گیمز اس نے سارہ کو دے دیے۔

"میرے بھائی کو آپ بھائی کو دے دیجیے گا۔"

"تم کو دو خود آکر۔" سارہ تو اسی کوشش میں رہتی تھیں کہ دونوں میں [illegible] ہو جائے۔

"میں نے دیے تھے انہوں نے واپس کر دیے۔" وہ سارہ سے جھوٹ نہیں بول سکی۔

سارہ نے اسی وقت تیمور کو بلا کر [illegible] اس نے ریم کو کھا جانے والی نظروں سے [illegible] ویڈیو گیمز اٹھا کر اپنے کمرے میں لے گیا۔ کتنے ہی عرصے وہ اس کی الماری میں پڑے رہے۔ پھر ایک دن [illegible] کے سامنے ہی اپنے ایک دوست کو دے [illegible] تو بہت ہوئی مگر وہ چپ ہو بیٹھی تھی۔ پھر اکثر ہی امریکہ سے اس کے لیے تحفے آتے اور ہمیشہ تیمور کا تحفہ بھی ساتھ ہی ہوتا [illegible] کمرے میں چپکے سے رکھ آتی اور [illegible] ہوتا۔

وقت گزرتا گیا۔ اب وہ عمر کے اس حصے میں تھی جب بہت سی باتیں خود بخود سمجھ میں آنے لگی تھیں۔ تیمور کا سرد اور بیزار رویہ اسے ہم [illegible] پہنچنے پر مجبور کر گیا۔ وہ اس سے بہت کم مخاطب ہوتی تھی۔ وہ اتنا لمبا چوڑا لگتا تھا۔ اپنی عمر سے کہیں بڑا لگتا تھا۔ ریم تو اس کے سامنے پڑنے سے بھی کتراتی تھی۔ اسے بلانے میں تو بہت ہی جھجک محسوس کرتی۔ نام لینا تو بڑا عجیب لگتا تھا۔ جب بہت ہی ناگزیر ہو جاتا تو تیمور بھائی کہہ کر پکار لیتی اور اب وہ اس پر اعتراض نہیں کرتا تھا۔

تیمور نے سینئر کیمبرج کر لیا تو ان کا روز کا اسکول ساتھ جانا ختم ہو گیا۔ وہ انجینئرنگ یونیورسٹی میں چلا گیا تھا۔ رضا نے اسے گاڑی لے کر دی تھی۔ اب وہ اکیلا ہی آتا جاتا تھا۔ ریم کا دونوں وقت کا یہ ساتھ بھی چھوٹ گیا تھا۔ اب تو ایسا بھی ہوتا کہ کسی کسی دن وہ اس کی صورت بھی نہ دیکھ پاتی۔ وہ گھر میں کم ہی نظر آتا اور جو کسی دن شام کو گھر سے نکلنے میں دیر ہو جاتی تو دوستوں کے فون کی لائن لگ جاتی۔ پھر رات گئے گھر میں گھسنا اس کا معمول بن گیا۔

ایک دن ناشتے کی میز پر سارہ اسے رات دیر سے آنے پر ڈانٹ رہی تھیں۔

"تمہیں معلوم ہے نا کہ جب تک تم گھر نہیں آجاتے تمہارے ڈیڈی جاگتے رہتے ہیں۔"

"کیوں جاگتے رہتے ہیں؟" وہ شرارت سے مسکرایا۔ "آپ انہیں لوری دے دیا کریں۔"

"بدتمیزی نہیں کرو۔" سارہ غصے کے باوجود ہنس پڑیں۔ "جلدی گھر آیا کرو۔ کہاں رات کو اتنی دیر تک رہتے ہو تم؟ کچھ وقت ماں باپ کو بھی دیا کرو، ہم تم سے بات کرنے کو ترس جاتے ہیں۔ ہر وقت ہوا کے گھوڑے پر سوار، ابھی گھر میں گھسے نہیں کہ پھر چل دیے۔ میں تنہا اکیلی ہو جاتی ہوں۔"

"کیوں، یہ آپ کی بھتیجی کس مرض کی دوا ہے۔ آپ کی تنہائی دور نہیں کر سکتی۔" اس نے ایک تیز نظر ناشتہ کرتی ریم پر ڈالی۔ ریم کے ہاتھ چائے کا کپ لبوں تک اٹھاتے رک گئے مگر اس نے نظر نہیں اٹھائی۔

[illegible] سے اس کی طرف دیکھا۔

"[illegible] بیٹی ہے اور اپنی بساط سے بڑھ کر میرا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

خیال رکھتی ہے۔ تم میرے بیٹے ہو۔ تمہاری بات اور ہے۔ دل چاہتا ہے تمہارے ساتھ بھی سب کچھ شیئر کروں۔ آج چھٹی کا دن ہے۔ تم سارا وقت میرے پاس بیٹھو گے۔ کہیں جانے کا نام نہ لینا سمجھے۔"

انہوں نے بیٹے کا گال کھینچا۔

"اُف! سارا وقت کیسے بیٹھ سکتا ہوں مما۔ میں کوئی ننھا بچہ ہوں جو آپ کے آنچل سے لگا بیٹھا رہوں۔" وہ بیزاری سے بولا۔

"ہاں! میرے لیے تو بچے ہی ہو۔"

"مما! آج تو میرا دوستوں کے ساتھ آؤٹنگ کا پروگرام ہے شہر سے باہر۔" وہ بے نیازی سے بولا۔

"گھر سے باہر اتنی دلچسپیاں کیوں ڈھونڈتے ہو؟" [illegible] نے" سارہ کو غصہ آگیا۔

"گھر میں کون سی دلچسپیاں ہیں میرے لیے۔" وہ اکتاہٹ سے بولا۔

"گھر میں تمہارے ماں باپ ہیں۔ ان سے بڑی دلچسپی اور کیا ہوگی۔ بس میں کہہ رہی ہوں آج تم کہیں نہیں جاؤ گے۔" سارہ نے ہاتھ اٹھا کر فیصلہ کن انداز میں کہا تو اس نے سر جھٹکا۔

"جاؤں گا تو ضرور! آپ بضد ہیں تو جلدی آجاؤں گا۔" وہ کرسی پیچھے دھکیل کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"اپنے ڈیڈی سے مل کر جانا۔ انہیں کچھ بات کرنی ہے تم سے۔" سارہ جانتی تھیں ان کے روکنے سے وہ رکنے والا نہیں تھا۔

"کہاں ہیں ڈیڈ، اپنے کمرے میں۔" وہ جاتے جاتے پلٹا۔

"نہیں! کام سے گئے ہیں۔ آجائیں گے ابھی تھوڑی دیر میں۔"

"اوہو! کتنی دیر میں، مجھے جانا بھی تو ہے۔" وہ الجھ گیا۔

"ارے! ذرا دیر انتظار نہیں کرسکتے اور تمہیں کون سی بزنس میٹنگ میں وقت پر پہنچنا ہے۔ دیکھو! میں نے کہہ دیا ہے۔ ڈیڈی سے ملے بغیر نہیں جانا، وہ ناراض ہوں گے۔"

"ان کو تو عادت ہے ذرا ذرا سی بات پر ناراض ہونے کی۔" وہ بڑبڑاتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

"کیا کہہ رہا تھا یہ۔" سارہ نہیں سن سکی تھیں فوراً ریم سے پوچھا مگر وہ صاف مکر گئی۔

"میں نے سنا نہیں ممانی جان۔"

"دیکھو ذرا اس کے طور طریقے، بچے پر ہاتھ نہیں رکھنے دیتا۔" انہوں نے ناراضگی سے کہا۔ وہ کچھ نہیں بولتی۔ خاموشی سے ان کی بڑبڑاہٹ سنتی رہی۔

ملک کے لوٹنے پر دو تین دن وہ جلدی گھر آیا اور پھر وہی روٹین بن گئی۔ رات کو جب وہ دیر سے آیا کرتا تو سارہ ہی اس کے انتظار میں جاگتی تھیں۔ پھر جس دن چابی ساتھ لے جاتا، خود ہی دروازہ کھول کر آجاتا تھا۔ عام طور پر سارہ اس کو چابی لے جانے کو کہتی تھیں تاکہ ملازم کا خیال کرکے جلدی آجائے۔ ریم نے [illegible] لیے دروازہ کھولا تھا۔

"تم کیوں جاگ رہی ہو ابھی تک۔" پتہ نہیں کیسے وہ خود ہی پوچھ بیٹھا۔ لہجہ تیکھا ہی تھا۔ ریم نے اسے حیرت سے دیکھا۔ وہ جاگ رہی تھی تو وہ ناراض کیوں ہو رہا تھا۔

"میں پڑھ رہی تھی۔ کل میرا پیپر ہے۔"

وہ لابی سے گزر کر اندر لاؤنج میں آگیا۔ کتابیں قالین پر پڑی تھیں۔ وہ وہیں فلور کشن پر بیٹھی پڑھ رہی تھی شاید۔

"اپنے کمرے میں کیوں نہیں پڑھتیں؟" بڑے دنوں بعد وہ اس کی کلاس لینے کے موڈ میں تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے پہلے اسے ریم کے اٹھنے بیٹھنے پر اعتراض ہوتا تھا۔

"میرے کمرے کا فیوز گیا ہوا ہے۔ آج لائٹ نہیں ہے وہاں۔"

وہ دوبارہ کشن پر بیٹھ گئی۔ کتاب اٹھالی۔ تیمور کو سخت بھوک لگی تھی۔ اسے پڑھتے سے اٹھانا مناسب نہیں لگ رہا تھا مگر خود بھی کچھ کرنے کی عادت تو تھی نہیں۔ ذرا دیر کھڑا سوچتا رہا۔

"کھانا رکھا ہے کیا؟"

"ابھی کافی دیر ہوئی۔" وہ کتاب پر سے نظریں ہٹائے بغیر بولی۔

تھوڑی دیر اس انتظار میں رہا کہ وہ خود کھانے کو پوچھے گی مگر ریم کو الہام تو ہوا نہیں تھا کہ وہ بھوکا کھڑا ہے۔ جب اسی بے نیازی سے کتاب پر جھکی رہی تو وہ چڑ کر الجھ کر بولا۔

"کھانے کو کچھ ملے گا؟"

"ارے! آپ نے کھانا نہیں کھایا اب تک؟" ریم نے فوراً کتاب بند کی۔ "پہلے کیوں نہ بتایا۔ میں ابھی گرم کرکے لاتی ہوں۔" وہ جلدی سے اٹھی۔ تیمور اس کے ساتھ ہی کچن میں آگیا۔

"کھانے میں کیا ہے؟" وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"کچے قیمے کے کباب ہیں۔ بھنڈی، چکن اور بینگن کا رائتہ۔ آپ چاول کے ساتھ کھائیں گے یا روٹی ڈال دوں؟"

"اس وقت روٹی کہاں پکاؤ گی، بس چاول ٹھیک ہیں۔" وہ شاید شدید بھوکا تھا۔ "جلدی کرو۔" ریم نے مائیکرو ویو میں سالن گرم کیا۔ فریج سے سلاد اور ٹھنڈا پانی نکال کر اس کے سامنے رکھا۔

"چائے یا کافی پئیں گے آپ؟"

"نہیں۔" اس نے فوراً [illegible] کرتا تھا۔

"تکلف نہ کریں۔ میں اپنے لیے تو بنا ہی رہی ہوں۔" وہ پھر سے بولی۔

"تم کیا سمجھتی ہو۔" اس نے پوچھ لیا۔ "اور میں تکلف کس لیے کروں گا، میرا گھر ہے یہ۔" کھانے کی جگہ انکار سے چبا رہا تھا ریم ابھی کی خادمہ تھی جیسے۔ شکر گزار ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ریم کو شدید توہین کا احساس ہوا۔ اس کی عادتیں کبھی نہیں بدلیں گی۔ "چڑ چڑا ہے۔" ریم نے تلخی سے سوچا۔ اس کے ساتھ نہ ہی اچھا رہتا تھا۔ اپنے لیے چائے بنانے کا ارادہ ترک کرکے وہ واپس لاؤنج میں آگئی۔ کتاب اٹھالی مگر ذرا دیر پڑھنے کا موڈ نہیں بنا۔

ذرا دیر بعد وہ کچن سے باہر گیا۔ ریم کی طرف دیکھے بغیر زینے کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے کا دروازہ بند ہونے کی آواز آئی تو وہ اٹھ کر کچن میں آگئی۔ اپنے لیے چائے بنائی۔ میز پر سے برتن سمیٹے۔ کپ لے کر واپس لاؤنج میں آگئی۔ پڑھنے کا کسی طرح موڈ نہیں بن رہا تھا۔ چائے کے ہلکے ہلکے سپ لیتے ہوئے وہ بہت کچھ سوچ رہی تھی۔

کل اس کا آخری پیپر تھا۔ پھر وہ اے لیول سے فارغ ہوجائے گی۔ اب اسے اپنی زندگی کا لائحہ عمل تیار کرنا تھا۔ ایک پروفیشن اپنانا تھا اور اپنے گھر جانا تھا۔ ساری زندگی تو اس گھر میں نہیں گزارنی تھی۔ اس کا تو اپنا گھر موجود تھا۔ ابھی جس طرح تیمور نے اس کی حیثیت اس گھر میں جتلائی تھی وہ بہت ہرٹ ہوئی تھی، سوچنے پر مجبور ہوگئی تھی۔

اب وہ چھوٹی سی آٹھ سالہ معصوم بچی نہیں رہی تھی جو اس گھر میں آئی تھی کہ ہر وقت تیمور کی جھڑکیاں سن سن کر بھی اس کی دوستی کی خواہاں رہتی تھی۔ دس سال اس کے ساتھ اس گھر میں گزارنے کے بعد اب اس بات پر یقین کرنے لگی تھی کہ اس کی بےزاری، اس کی سرد مہری اب نفرت میں بدل چکی ہے۔ اس گھر میں ریم کا وجود اسے کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے۔

ریم کو کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔ وہ کسی کی محتاج نہیں تھی۔ ماں باپ اس کے لیے گھر، جما جمایا بزنس، پیسہ بہت کچھ چھوڑ کر گئے تھے۔ اس کے ماموں اور چچا نے پوری ایمانداری سے اس کے حصے کی ایک ایک پائی کا حساب رکھا تھا۔ اپنی پیدائش سے ہی امریکہ کی شہریت رکھتی تھی۔ اپنی تعلیم کے اگلے مراحل باآسانی امریکہ میں طے کرسکتی تھی۔ آج سے پہلے بھی کئی دفعہ اسے اس کا خیال آیا تھا مگر ماموں جان سے کہنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی مگر آج جانے کیوں دل پر بڑی چوٹ پڑی تھی۔ دل میں اٹل ارادہ کرکے بیٹھی کہ وہ اب رضا کو راضی کرکے چھوڑے گی۔

اگلے دن وہ پیپر دے کر گھر واپس آئی۔ سارہ بیگم نے آتے ہی کھانا لگوا دیا تھا۔ وہ فریش ہو کر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

ڈائننگ ہال میں آئی تو سارہ نے اس کے بیٹھنے سے پہلے ہی کہا۔
"بیٹا جاکر تیمور کو تو دیکھو ذرا سو رہا ہو تو مت اٹھانا ورنہ کھانے کے لیے بلا لاؤ۔"
"بھائی آج یونیورسٹی نہیں گئے؟"
"نہیں! صبح طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس کی زیادہ دیر سے کمرے میں سو گیا تھا۔"
"طبیعت خراب ہے تب ہی جب ہی مزاج ساتویں آسمان پر تھا۔" ریم نے سوچا اور بلاوجہ اس کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ سارہ کا منع کرنا بھی نہیں سن سکی تھی۔
اس کے کمرے میں دروازہ کھول کر باہر کھڑے کھڑے جھانکا۔ بیڈ پر تو وہ تھا نہیں، واش روم میں ہو گا اس کا مطلب ہے جاگ رہا ہے۔ چنانچہ باہر کھڑی رہ کر وہ اندر کمرے میں چلی گئی۔ دروازے کے بالکل ساتھ اس کا بک شیلف رکھا تھا اس کے انتظار میں وہ وہیں کھڑی ہو کر کتابیں دیکھنے لگی۔
"یہاں کیا کر رہی ہو؟" وہ کب اس کے سر پر آ کھڑا ہوا ریم کو پتہ نہیں چلا۔ وہ جلدی سے مڑی، کچھ کہنے کو منہ کھولا تھا کہ وہ پھر ڈپٹ کر بولا۔
"میرے کمرے میں مت آیا کرو۔"
"وہ! ممانی جان بلا رہی ہیں آپ کو کھانے کے لیے۔" وہ منہ کر بیٹھی اور اس کا جواب سنے بغیر کمرے سے باہر آ گئی۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے آیا اور سارہ کے ساتھ والی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔
"کیسی طبیعت ہے بیٹا؟" سارہ نے فوراً اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔ "بخار تو نہیں ہے اب۔"
"سر اور گلے میں بہت درد ہے ممی۔" وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑتے ہوئے بولا۔
"تمہیں کتنی دفعہ کہا ہے میں نے مگر تم تو اپنے آگے کسی کی سنتے ہی نہیں ہو۔ آدھی آدھی رات تک گھومتے ہو باہر سے الٹا سیدھا کھا کر آتے ہو بیمار تو ہونا تھا۔" سارہ ناراض ہو گئیں۔
"بیماری کا اس سے کیا تعلق؟" وہ منمنایا۔

"تو اس میں ہے تعلق نہ وقت پر کھانا نہ وقت پر سونا، جسم کا سارا نظام بگڑ رہا ہے۔ کل رات کس وقت آئے تھے تم؟" سارہ کے ناراض ہونے کا اس پر کوئی اثر نہیں تھا، لاپروائی سے بولا۔
"جلدی آ گیا تھا۔"
"کتنی جلدی؟ ایک بجے رات تک تو میں جاگی تھی، تمہارا کچھ پتہ نہیں تھا اس وقت تک۔"
"بس تب ہی آیا تھا۔" وہ بے نیازی سے بولا۔
"یہ تمہاری جلدی ہے تو دیر کیا ہوتی ہوگی۔" وہ اور خفا ہوئیں۔ "طبیعت خراب تھی تو جلدی کیوں نہیں آئے تھے۔ آج کل ویسے بھی موسم بدل رہا ہے، رات میں خنکی ہو جاتی ہے۔ ٹھنڈ لگ گئی ہے تمہیں اتنی رات تک جو گھومتے ہو۔"
"کھانا باہر آوارہ گردی نہیں کر رہا تھا۔ پتہ ہے تھا دوستوں کے ساتھ مل کر ... میں اس وقت ہو گیا اور ویسے بھی میں کسی دوست کے گھر پر ہوتا ہوں ... نہیں آتا۔"
"تو بھی تمہارے دوستوں کو یہاں بھی بلا لیا کرو، کم از کم گھر میں تمہارے ہونے کا احساس تو رہے گا۔"
"نہیں! مجھے اچھا نہیں لگتا دوستوں کو گھر پہ بلانا۔" اس نے ریم پر ایک نظر ڈالی۔ "آپ لوگ ہوتی ہیں یہاں۔"
"تو یہ بات ہوئی بھلا، وہ کون سا سارے گھر میں گھومتے پھریں گے، گیسٹ ہاؤس میں بٹھایا کرو سب کو۔"
"بس ممی رہنے دیں مجھے نہیں پسند تو نہیں۔" وہ جھنجلایا۔
سارہ اس کی منطق سمجھ نہیں سکی تھیں مگر ریم کو ایک بار پھر بہت قلق ہوا تھا۔ اس کی وجہ سے وہ دوستوں کو اپنے گھر نہیں لاتا تھا۔

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
http://readingcorner.com

بنا ہوا تھا۔

ایک ہفتے وہ بیمار رہا۔ اسے سخت قسم کا فلو ہوا تھا۔ سارہ اس کی تیمارداری میں لگی تھیں۔ ریم نے اس کے کمرے میں جھانکا بھی نہیں۔ ایک ہفتے بعد کھانے کی میز پر ان کا سامنا ہوا۔ تب ریم نے اسے دیکھا وہ بہت کمزور ہو گیا تھا۔ سرخ و سفید رنگت میں پیلاہٹ واضح ہو رہی تھی۔ ریم نے بے ساختہ منہ کھولا اس کا حال پوچھنے کے لیے مگر "ہونہہ" ہی لب بھینچ لیے۔ اتنی سی بیماری جھیل کر تو بالکل ہی ڈھیلا ہو گیا ہو گا۔ پتہ نہیں اسے کس طرح اور کیا جواب دینا ہے ویسے بھی اب وہ چاہتی تھی کہ اب جتنے دن اس گھر میں گزارنے ہیں تیمور سے کسی ٹکراؤ کے بغیر سکون سے گزر جائیں۔ اس کی بیماری کے دوران ایک موقع ملتے ہی وہ ماموں جان سے بات کر چکی تھی۔ اس کے ارادے جان کر وہ سوچ میں پڑ گئے تھے۔ ریم بڑی آس بھری نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ وہ شفقت سے مسکرا دیے۔

"تم امریکہ میں پڑھنا چاہتی ہو۔ کوئی حرج نہیں ہے مگر میرا خیال تھا کہ تم گریجویشن کر لیتیں تو ماسٹرز کے لیے چلی جاتیں۔" وہ سر جھکا کر خاموش ہو رہی اور اس کی یہی ادا رضا کو اس کی بات ماننے پر مجبور کر گئی۔ وہ ہر معاملے میں بہت Co-operative تھی۔ کوئی تکرار، کوئی ضد، انکار کچھ نہیں ہوتا تھا اس کی طرف سے۔

"ویسے اسی ماہ تمہیں کچھ عرصے کے لیے کینیڈا جانا ہے۔ کل آغا جی سے میری فون پر بات ہوئی تھی۔ تمہاری پراپرٹی اور بزنس کے سلسلے میں۔ اگلے ماہ تم ماشاءاللہ اٹھارہ سال کی ہو جاؤ گی۔ اب تمہاری ساری جائیداد تمہارے حوالے کر دی جائے گی۔ اس کے لیے تمہیں وہاں جا کر اپنے اٹارنی سے ملنا ہے۔ اب تمہیں اپنے معاملات خود طے کرنے ہوں گے۔ یہ طے کرنا ہو گا کہ آگے تمہارے کیا ارادے ہیں۔ آیا تم سب کچھ اسی طرح رکھنا چاہتی ہو یا وہاں سب کچھ ڈسپوز آف کر کے یہاں انویسٹ کرنا چاہو گی کیونکہ

میں تو چاہتا ہوں کہ تم میرے پاس رہو۔" کے تمسنری رنجی۔

"میں وہاں کچھ عرصہ رہ کر ہی decision لے سکتی ہوں۔" وہ سوچ کر بولی۔

"میرا بھی یہی خیال ہے کہ تم کچھ عرصہ اپنے ددھیال والوں کے ساتھ گزارو۔ وہاں کا ماحول دیکھو۔ پڑھنا ہو تو اتنے عرصے کے لیے رک بھی سکتی ہو مگر واپس تمہیں میرے پاس آنا ہے۔ تمہاری ماں نے تمہیں میرے حوالے کیا تھا۔ میں نے اس سے ایک وعدہ کیا تھا اور یہ وعدہ میں مرتے دم تک نبھاؤں گا۔ تمہاری سرپرستی سے بھی ہاتھ نہیں کھینچوں گا۔ چاہے تم یہاں رہو یا کہیں اور۔" انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تو وہ بھرپور طمانیت سے مسکرا دی۔

"کب تک جانا ہو گا مجھے؟"

"تم اکیلی نہیں جاؤ گی۔ میں تمہیں لے کر جاؤں گا۔ سارے معاملات طے ہونے تک تمہارے ساتھ رہوں گا۔ اگلے ہفتے ویسے بھی یہاں بہت مصروف ہوں۔ اس کے بعد چلیں گے۔ تب تک تم تیاری کر لو اور ہاں آغا جی کو فون کر لینا۔ ہم ان کے پاس ہی ٹھہریں گے جا کر۔"

ریم نے اسی دن دادا جان کو فون کیا تھا کہ وہ ان کے گھر میں رہنا چاہتی ہے۔ وہاں پڑھنا چاہتی ہے اس لیے انہیں اب ریم کے ساتھ اس کے گھر میں رہنا ہو گا۔ وہ بہت خوش ہوئے تھے اور راضی ہو گئے تھے۔ ریم کا مسئلہ ازخود حل ہو رہا تھا۔ وہ بہت خوش اور مطمئن تھی اور جانے کی تیاریوں میں مصروف تھی۔

تیمور پوری طرح ریکور ہوا تو سارہ فلو کی لپیٹ میں آ گئیں۔ ان کی دیکھ بھال ریم کے ذمے تھی۔ تیمور کے وہی شب و روز تھے۔ بیماری کے دوران جانے کیسے گھر میں تنگ گیا تھا۔

اس دن صبح سے مطلع ابر آلود تھا۔ شام ہوتے ہوتے بجلی بارش شروع ہو گئی تھی اور تیمور کے مطابق اپنی گاڑی لے کر نکل گیا تھا۔ اب بارش میں تیزی آتی جا رہی تھی۔

"ریم! تم نے روکا نہیں اسے موسم کتنا خراب ہو رہا ہے۔" رضا پریشانی سے ٹہل رہے تھے۔

"مجھے پتا نہیں وہ کب نکل گئے۔ میں ممانی کے پاس تھی۔" ریم ان کے لیے چائے بنا کر لائی تھی اور انہیں اتنا پریشان دیکھ کر خود بھی فکرمند ہو گئی تھی۔

"کب آتا ہے، کب جاتا ہے کسی کو پتہ نہیں چلتا۔ بہت لاپرواہ ہے یہ لڑکا۔ خود اپنی طرف سے بھی اتنی لمبی بیماری سے اٹھا ہے، مگر ذرا خیال نہیں کرتا اپنا۔ اب اس طوفانی بارش میں جانے کہاں پھر رہا ہو گا۔" اب انہیں پریشانی کے ساتھ ساتھ غصہ بھی آ رہا تھا۔

"ماموں جان! آپ کیوں پریشان ہو رہے ہیں۔ آ جائیں گے تھوڑی دیر میں۔" وہ انہیں تسلی ہی دے سکتی تھی۔

"کیسے پریشان نہ ہوں۔ رات کے گیارہ بج رہے ہیں اب تک اس کا پتہ نہیں، موبائل بھی ساتھ لے کر نہیں گیا۔ جانتا ہے گھر سے فوراً انکوائری ہو جائے گی۔ کہاں ہو، کیا کر رہے ہو، فوراً گھر آؤ۔" وہ جھلائے۔

"اچھا! آپ جا کر آرام کریں۔ رات بہت ہو گئی ہے۔ ممانی جان بھی تھکی ہوئی ہیں۔ ان کا بخار ابھی اترا نہیں ہے۔ میں نے اس وقت کی دوا کھلا دی ہے۔ آپ انہیں ڈسٹرب مت کیجئے گا۔ جو تیمور بھائی آئیں تو میں ان سے بات کروں گی۔ آپ سو جائیں اب۔" وہ پیار سے ان کا ہاتھ تھام کر بولی۔

"مجھے انتظار، جس وقت بھی آئے، آج میں بات کروں گا۔" وہ قائل ہوتے نہیں آ رہے تھے۔

"ٹھیک ہے، وہ تھک گئے ہوں گے، اب چلیے۔" وہ زبردستی انہیں ان کے کمرے تک چھوڑ کر آئی۔

بارش کے ساتھ ساتھ سردی بھی بڑھ رہی تھی۔ ریم دروازہ کھول کر برآمدے میں آ گئی۔ لان میں جھانکا۔ وہاں بے تحاشا پانی کھڑا اور بارش کا طوفانی انداز بھی کم نہیں ہوا تھا۔ سردی کی لہر جو اس کے سامنے جلن میں دوڑ گئی تو وہ اندر آ گئی۔ "ٹھیک ہی تو پریشان ہو رہے ہیں ماموں۔ کس قدر شدید بارش ہے اور سخت سردی بھی۔" اسے بھی تیمور کی لاپروائی پر غصہ آ گیا۔

پھر کچھ سوچ کر اس کے کمرے میں گئی۔ ہیٹر آن کیا اور لاؤنج میں آ کر اس کے انتظار میں بیٹھ گئی۔ بارہ بجے کے قریب مین گیٹ پر گاڑی کی ہیڈلائٹس دیکھ کر وہ باہر برآمدے میں آ گئی۔ شاید تیمور آ گیا ہے۔ اسے خیال ہوا مگر گاڑی آگے بڑھ گئی۔ وہ ابھی بھی نہیں آیا۔ وہ سوچ کر پریشان سی وہیں کھڑی رہی۔ جب ہی بیل زور سے بجی پھر گیٹ بہت زور سے کھٹکھٹایا گیا۔ چوکیدار بھاگ کر گیا۔ دروازہ کھلا۔ تیمور اندر آ رہا تھا۔ ریم نے سکون کی سانس لی۔ برآمدے میں ہی کھڑی اسے آتا دیکھتی رہی۔ وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آیا تو اسے دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔

"تم اتنی سردی میں باہر کیا کر رہی ہو؟"

"آپ کا انتظار۔" بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔ پھر اس کی حالت دیکھ کر دھک سی ہو گئی۔ وہ سر سے پیر تک پانی میں شرابور تھا۔

"یہ آپ کی کیا حالت ہو رہی ہے۔ گاڑی کہاں ہے؟"

"سڑکوں پر بہت پانی ہے۔ گاڑی راستے میں بند ہو گئی۔ ایک میل سے پیدل چل کر آ رہا ہوں۔" وہ کہتے کہتے تیزی سے اندر گیا تو وہ بھی اس کے پیچھے لپکی۔

اپنے کمرے کے باہر تیمور نے اپنے پانی سے لبالب جوتے اتارے۔ کپڑوں سے اب تک پانی ٹپک رہا تھا۔ کمرے کے اندر آیا تو بڑی خوشگوار سی حدت محسوس کر کے ٹھٹھکا۔ کمرہ خوب گرم تھا۔ اسے بڑا سکون محسوس ہوا۔ ریم اس کے پیچھے پیچھے کمرے میں داخل ہوئی تھی اور اب اس کی وارڈروب سے اس کے کپڑے نکال رہی تھی۔

"جلدی سے چینج کریں۔" وہ سلیپنگ سوٹ اس کے ہاتھ میں تھما کر تیزی سے باہر چلی گئی۔

وہ فوراً واش روم میں گھسا۔ تیز گرم پانی سے شاور لیا تو جان میں جان آئی۔ سلیپنگ گاؤن پہنتے کے بال خشک نہ ہو رہے تھے (؟) — بالوں کو تولیے سے رگڑتے، دونوں ہاتھوں کو

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

آپس میں رگڑتا ڈریسنگ روم سے باہر آیا تو سامنے ہی عین بیچ کمرے میں ریم ہاتھ میں بھاپ اڑاتی کافی کا مگ تھامے کھڑی تھی۔

"یہ لیجیے۔" اس نے کافی کا مگ تیمور کی طرف بڑھایا۔ "وہ اپنے بیڈ کی طرف بڑھا۔ تکیے سرہانے پر لگائے۔ بیڈ میں گھس کر بلینکٹ سینے تک کھینچا اور سرہانے سے سر ٹیک لیا۔

"لاؤ!" اس نے مگ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ریم نے آگے بڑھ کر مگ اسے تھمایا۔ تیمور کے دونوں ہاتھ کپکپا رہے تھے۔ اس سے پہلے کہ کافی چھلک کر آف وائٹ بلینکٹ کو داغدار کرتی ریم نے اپنے دونوں ہاتھوں میں مگ سمیت اس کے ہاتھ تھام لیے۔

"جلدی جلدی سب لیجیے۔ بدن میں گرمی آئے گی۔" وہ اب آگے کو جھک آئی تھی۔ تیمور کی نظریں اس کے ہاتھوں پر جم کر رہ گئی تھیں۔ لمبی لمبی سفید مخروطی انگلیاں' نفاست سے تراشے ہوئے گلابی گلابی ناخن' بالکل سادہ' کوئی سنگھار نہیں' کوئی زیور نہیں' پھر بھی کس قدر خوبصورت تھے اس کے ہاتھ' ملائم' سنڈل' پر حدت' جھکنے سے اس کے لمبے سیاہ بال ڈھلک کر اس کے ہاتھوں پر آگئے تھے۔ ہاتھوں سے ہوتی ہوئی نظریں بالوں میں اٹک کر رہ گئیں۔ زندگی میں پہلی بار کوئی لڑکی اس کے اتنے قریب آئی تھی۔ لڑکیوں سے وہ دور ہی بھاگتا تھا۔ یہ بے نیازی اس کی فطرت میں تھی۔ دوست بھی اپنے جیسے بنا رکھے تھے۔ اکل کھرے' پڑھاکو' لڑکیوں میں نام کو بھی دلچسپی نہ لیتے اور اس نے ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے آج تک ریم کو نظر بھر کر کبھی بھی نہیں دیکھا تھا اور آج اچانک ہی وہ اس کے اتنے قریب آئی تھی۔ دلفریب سی مہک اس کے پاس سے اٹھ رہی تھی۔ تیمور کو وہ خوشبو حواسوں پر چھائی محسوس ہوئی۔ ایک عجیب سا احساس بدن میں جاگا' اسے بڑا اچھا' پرکیف۔

"بس! ٹھیک ہے۔" وہ اپنی کیفیت سے خود ہی گھبرا گیا۔ جلدی جلدی دو تین گھونٹ بھرے اور ریم کے ہاتھ ہٹا دیے۔ ریم سیدھی ہو کر پیچھے ہٹ گئی۔

"ایک بات کہوں آپ سے' ڈانٹیے گا مت۔"

"ہوں! کہو۔" تیمور نے سپ لے کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ نظریں جھکائے اس سے تھوڑے فاصلے پر کھڑی تھی۔

"آپ رات کو اتنی دیر سے گھر سے باہر نہ رہا کریں۔ ماموں جان اور ممانی جان بہت پریشان ہوتے ہیں آپ کے لیے اور اب میرے جانے کے بعد دونوں ویسے ہی تنہا ہو جائیں گے۔"

"تم! تم کہاں جا رہی ہو؟" [illegible] جاگا۔

"کیلی فورنیا' دلوا جان کے پاس۔" ریم نے [illegible] اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ [illegible] دلفریب مسکراہٹ اس کے لبوں پر [illegible]

"ہمیشہ کے لیے؟" [illegible] آنکھیں کھولے اسے دیکھ رہا تھا۔

"شاید ہاں۔" وہ رک رک کر بولی۔

"مگر کیوں جا رہی ہو تم؟" وہ [illegible] مطلب ہے ممانی اور ڈیڈ کیسے رہیں گے [illegible]

"ان کے پاس آپ ہیں نا' مجھے تو جانا ہی تھا' اس لیے تو کہہ رہی ہوں آپ زیادہ سے زیادہ وقت گھر پر رہا کریں۔" وہ جانے کے لیے مڑی اور دروازے تک پہنچ کر رک گئی۔

"سوری! آپ کے منع کرنے کے باوجود آپ کے کمرے میں آ گئی تھی۔" پھر اس کا جواب سنے بغیر جھپاک سے باہر نکل کر کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ تیمور کی نظریں بس اس کی پشت پر لہراتے سیاہ ریشمی بالوں میں الجھ کر رہ گئی تھیں۔ وہ کتنی ہی دیر گم صم بیٹھا رہا۔

"وہ جا رہی ہے ہمیشہ کے لیے مگر کیوں؟"

کافی ختم ہو چکی تھی۔ مگ سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اسے ایسا لگ رہا تھا اب بھی ریم کے ہاتھ اس کے

ہاتھوں کو تھامے ہوئے ہیں۔ وہ بے چین ہو گیا۔ لائٹ بند کر کے سونے کی کوشش کی مگر نیند تو جیسے غائب ہو گئی تھی اس سے۔

صبح اسے رضا سے زبردست ڈانٹ پڑی۔ وہ سر جھکائے ان کی لعن طعن سنتا رہا۔ دل ویسے ہی بجھا بجھا سا ہو رہا تھا۔ پتہ نہیں کیوں اپنی کیفیت خود بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ پاپ کیا کہہ رہے تھے کچھ سن رہا تھا تو کچھ سر پر سے گزر رہا تھا۔ اس کو اچھی طرح [illegible] کے بعد انہوں نے ریم کی خبر لے ڈالی۔

"تم نے مجھے رات کو کیوں نہیں اٹھایا۔ میں نے تم سے کہا بھی تھا کہ میں اسے گھر میں گھسنے بھی نہیں دوں گا۔"

"میں نے آپ کو اٹھانا مناسب نہیں سمجھا تھا پاپا۔ بھائی بہت exhausted تھے۔ ان کی گاڑی خراب ہو گئی تھی اتنی تیز بارش میں اتنی دور سے وہ پیدل گھر آ رہے تھے۔ ان کا آرام کرنا بہت ضروری تھا۔" دو ٹوک جواب [illegible] رضا کا سارا غصہ ریم کی بات سنتے ہی [illegible] کے قریب آئے۔ اس کا ماتھا چھوا۔ [illegible] کو اطمینان نہیں ہوا۔

"ناشتہ کر لو تو میرے ساتھ ڈاکٹر کے پاس چلو۔ تمہارا مکمل چیک اپ کراؤں گا۔"

"میں ٹھیک ہوں ڈیڈ۔" وہ آہستہ سے بولا۔ "آپ بلاوجہ پریشان ہو رہے ہیں۔"

"بیٹا! اتنی بے پرواہی نہ کیا کرو اپنی طرف سے۔ تمہاری ممانی بھی [illegible] ہونے میں دو چار دن [illegible] مجھے [illegible] ریم کے ساتھ امریکہ جانا ہے۔ وہاں کچھ عرصہ رکے گا اس کے معاملات نمٹانے میں اتنے دن تمہیں اپنی ممی کا بھی خیال کرنا ہے اور ابھی بھی' مجھے تمہاری فکر رہتی ہے' [illegible] اور اپنا خیال رکھو۔ تم ہی ہمارا واحد سہارا ہو۔ اب تو تمہیں ہم لوگوں کو سنبھالنا ہے۔" [illegible] بیٹے کو اتنا برا بھلا کہا تھا۔ اب افسوس ہو رہا تھا اس لیے نرمی سے سمجھا رہے تھے۔ وہ ان کی بات سن تو رہا تھا مگر سمجھ نہیں رہا تھا۔ ذہن کہیں اور تھا۔ وہ واپس جا رہی ہے' شاید ہمیشہ کے لیے۔

شام کو وہ جلدی گھر آ گیا تھا۔ سورج غروب ہونے جا رہا تھا۔ اندر آتے ہوئے اس کی نظر ریم پر ٹھہر گئی جو ورانڈے کی سیڑھیوں پر بیٹھی ہوئی تھی۔ سونے کی طرح اپنے اردگرد سے بے خبر ڈوبتی کرنوں کی خوبصورتیوں میں کھوئی ہوئی تھی۔ وہ اس کے قریب پہنچ کر رکا پھر بھی ریم کی محویت نہیں ٹوٹی۔

"یہاں کیوں بیٹھی ہو؟" وہ اسی طرح بات کرنے کا عادی تھا شاید۔

ریم نے چونک کر سر اٹھایا' اسے دیکھا پھر اٹھنے کو تھی کہ وہ اس کے قریب ایک سیڑھی چھوڑ کر نیچے بیٹھ گیا۔ ریم کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔ وہ تو یہ سمجھ کر اٹھ رہی تھی کہ ہمیشہ کی طرح اس کے اٹھنے بیٹھنے پر اعتراض ہے اس کو۔

شاید زندگی میں پہلی دفعہ وہ خود اس کے پاس آیا تھا۔ اس کے اتنا قریب بیٹھا تھا۔ اس نے تیمور کے چہرے پر وہ تندی ڈھونڈنا چاہی جو اس سے بات کرتے وقت خاص طور پر تیمور کے چہرے پر چھائی ہوئی تھی مگر آج تو نرم نرم سے تاثر نے اس کے چہرے کے خدوخال کو اور خوبصورت بنا دیا تھا۔ ڈوبتے سورج کی نارنجی کرنیں اس کے چہرے کو مزید نکھار بخش رہی تھیں۔ اس کے ڈارک براؤن بال ہوا کے جھونکوں سے ماتھے پر بکھر آئے تھے۔ ریم نے نظریں چرا لیں۔

"کب جا رہی ہو تم؟" وہ ریم سے پوچھ رہا تھا مگر نظریں لان میں بھٹک رہی تھیں۔

"سنڈے کو رات کی فلائٹ ہے۔"

"جا تو رہی ہو مگر واپس نہیں آنا ہے' یہی تمہارا گھر ہے۔" بڑی دھونس سے بولا تھا۔ ریم نے حیرت سے پوری آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ یہ تیمور ہی تھا۔ اس نے تو کہا تھا اسے سامنے کا روگ لگا۔

"یہ میرا گھر نہیں ہے۔" جانے کیسے ریم کے منہ سے پھسل گیا۔

"کیوں! تمہیں اب تک یہاں [illegible]؟" وہ بھڑک کر اس

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

کی طرف مڑا۔ ریم کا منہ حیرت سے کھلا۔ وہ طیش میں آگیا۔

"ہمیں اپنا عادی بنا کر جانے کی ٹھان لی۔ بڑی آئیں گھر والی! کیسے رہیں گی مما تمہارے بغیر۔" ریم نے گہری سانس لی۔ "تو یہ بات ہے' ماں کی فکر پڑ گئی ہے ابھی سے۔"

"مجھے پتا ہے بہت پیار کرتی ہیں وہ مجھے' مما کے بعد ماں کی کمی محسوس نہیں ہونے دی' کبھی مگر اس حقیقت سے تو آپ بھی انکار نہیں کرسکتے کہ میرے لیے ایک پناہ گاہ تھا یہ گھر' اصل میں تو صرف آپ کا گھر ہے۔"

"یہ کیا گھر گھر کی رٹ لگا رکھی ہے تم نے مت کہنا یہ' یہ گھر جتنا میرا ہے اتنا ہی تمہارا بھی ہے۔" وہ بے حد خفا ہوا۔

"آپ ناراض کیوں ہو رہے ہیں۔" وہ طبیعت کی صلح جو تھی بحث نہیں کرسکی۔ "ٹھیک ہے' آئندہ نہیں کہوں گی۔"

"اور اپنے کام نمٹا کر جلد واپس آؤ گی' ڈیڈ کے ساتھ ہی۔" وہی تحکم بھرا انداز تھا۔

"آجاؤں گی۔" وہ دھیرے سے بولی۔

"تیاری ہو گئی جانے کی' آپی مجھ مما تو بیمار ہیں' تمہیں شاپنگ وغیرہ کرنی ہو گی' کیسے جاؤ گی؟" اتنی سی بات اس کا اتنا خیال' ریم تو بے ہوش ہونے کو تھی۔

"ہاں! کچھ شاپنگ تو رہتی ہے مگر جانے کا وقت نہیں ملتا۔" وہ سنبھل کر بولی۔

"کل میں مما کے پاس رہوں گا تم ذرا تیمور کے ساتھ چلی جانا۔" وہ اٹھا اور اندر کی طرف بڑھ گیا۔ ریم تو بس اس کے اٹھتے قدم تکتی رہ گئی۔

اگلے چار دن بہت مصروف گزرے تھے۔ سارہ اب بالکل ٹھیک ہو چکی تھیں' بس کچھ کمزوری باقی تھی۔ تیمور شام کو گھر میں ہی رہا تھا ان دنوں' یہ اور بات تھی کہ سارا وقت اس کے دوستوں کی کالز کی لائن لگی رہتی اور وہ فون سے چپکا بیٹھا رہتا۔ ادھر ایک سے بات ختم کی ادھر دوسرے کا فون آگیا۔

"تمہارے بغیر چین نہیں پڑتا ان لوگوں کو۔" سارہ بے زار ہو جاتیں۔ "یہ بھلا گھر میں ٹکنے دیں گے تمہیں۔"

"کیا چاہتی ہیں مما آپ' دنیا سے کنارہ کشی ہو جاؤں۔" وہ ماں کے گلے میں بانہیں ڈال کر لاڈ سے بولا۔

"نہیں! یہ تو میں نہیں کہتی مگر ہر چیز میں اعتدال اچھا ہوتا ہے۔ میں تو صبر کرتی ہوں' بیوی تھوڑی برداشت کرے گی تمہاری یہ بے اعتدالیاں۔"

"ہمیں تو آپ ٹرینڈ کر دیجیے گا' برداشت کرنا سکھا جائیے گی۔" وہ ہنس کر اٹھ کر چلا گیا۔ انہوں نے پیار بھری نظروں سے اسے جاتے دیکھا۔

"بہو تو ہے ہی صابر و شاکر۔" وہ زیر لب بڑبڑائیں۔ ریم کا سراپا آنکھوں میں لہرا گیا۔ "ٹرینڈ ہو چکی ہے۔"

رات کی فلائٹ سے ریم جا رہی تھی اور سارہ صبح سے ہی اداس تھیں۔

"مما جان! آپ اس طرح اداس رہیں تو میں نہیں جاؤں گی۔" اس نے پاس بیٹھ کر سارہ کے دونوں ہاتھ تھامے۔

"تمہارا جانا بہت ضروری ہے بیٹا! میرا کیا ہے' میں کسی نہ کسی طرح وقت کاٹ لوں گی۔ پھر کچھ دنوں بعد میری بیٹی پھر میرے پاس ہو گی۔" اداسی ہر ہر انداز سے چھلک رہی تھی۔

ریم نے سر جھکا لیا۔ سارہ کو اب تک اس بات کی خبر نہیں تھی کہ وہ پڑھنے کے ارادے سے جا رہی ہے ایک لمبے عرصے کے لیے۔

"آپ بھی ساتھ کیوں نہیں چلی جاتیں مما!" تیمور نے چائے کا سپ لے کر واپس رکھتے ہوئے ماں کی طرف دیکھا۔

"تمہارے ڈیڈی کہہ تو رہے تھے ساتھ چلنے کو مگر میں نے سوچا جانے کتنا عرصہ لگ جائے وہاں' تم کیا کرو گے اتنے دن۔"

"آپ کے بغیر رہنے کی کوشش کروں گا۔" وہ جیسے مسکرایا۔

"ہی ہونے؟" سارہ نے حیرت سے بیٹے کی طرف دیکھا وہ جب گھر میں ہوتا اور ذرا دیر سارہ نظر نہ آتیں تو شور مچا دیتا تھا۔

"آپ تو بہت مشکل! اگر آپ ریم کے بغیر نہیں رہ سکتیں اس لیے کچھ قربانی میری طرف سے سہی۔"

"بس بیٹا! یہی تو ساری مشکل ہے۔" وہ بے چارگی سے بولیں۔ "میں تو تم دونوں کے بغیر ہی نہیں رہ سکتی۔ ریم کے ساتھ گئی تو دل تم میں اٹکا رہے گا۔ یہاں تمہارے پاس رہی تو ریم کی فکر میں معلق رہوں گی۔ مگر ماں باپ کو اولاد کے بھلے کے لیے' ان کے مستقبل کے لیے اپنا دل مارنا پڑتا ہے۔ ریم کا جانا ضروری نہ ہوتا تو میں اس کو ایک پل کے لیے دور نہ ہونے دیتی۔"

تیمور نے بلا ارادہ ریم کی طرف دیکھا۔ اتفاق سے اس وقت ریم نے بھی اس کی طرف نظر اٹھائی۔ اسے لگا جیسے کھوئی کھوئی نظروں میں وہ اس سے کہہ رہا ہو۔

"کیسے جا سکتی ہو تم یہاں مجھے اور ماں کو چھوڑ کر۔"

ریم نے فوراً نگاہیں جھکا لیں۔ وہ جانتی تھی کہ سارہ کو اس سے کس قدر شدید محبت تھی' انہوں نے ریم کے لیے کئی دفعہ تیمور کو نظر انداز کیا تھا۔ تیمور کی جس محبت کا وہ واحد حقدار تھا اس میں ریم کو حصہ دار بنایا تھا۔ آج اس کے جانے کا سن کر وہ پریشان تھا' صرف ماں کے لیے ورنہ ریم کے لیے اس کے جذبات کیا تھے وہ اچھی طرح جانتی تھی۔ تیمور کا سرد اور بیزار کن رویہ بھرم دلاتا رہا تھا کہ وہ اس کے حصے کا پیار اور توجہ اس کی ماں سے چھینتی رہی تھی۔ وہ غاصب تھی۔ اس کے گھر میں اس کا وجود اس کی توقیر پر ڈاکا ڈالتی رہی تھی۔

اسی لیے تو اب چاہتی تھی کہ کچھ عرصہ کھل کر سانس لے سکے اس گھر سے نکل کر اپنے گھر میں رہ کر اتنا تو پتا چلے کہ اپنے گھر کا احساس کیا ہوتا ہے۔ چاہے تھوڑے عرصے کے لیے ہی سہی۔

رات میں وہ چلی گئی تو گھر میں سناٹا سا چھا گیا۔ صبح سارہ نے تیمور سے پہلی بات یہی کی۔

"کیسی خاموشی ہو گئی ہے گھر میں حالانکہ ریم تو زیادہ بولنے کی عادی بھی نہیں تھی۔ بات بھی دھیمے سے کرتی تھی مگر گھر میں ہر وقت ایک چہل پہل سی رہتی تھی اس کی وجہ سے' اب اس کا فون آئے گا تو کہہ دوں گی بیٹا جلدی جلدی کام نمٹاؤ اور واپس آؤ۔"

"اور اگر اس نے آپ کی بات نہ مانی تو۔" تیمور کے انداز میں ایسا کچھ تھا کہ سارہ بے تحاشا چونکیں۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"بھئی! آخر امریکہ گئی ہے وہاں اس کا گھر ہے وہاں کی شہری بھی ہے۔ وہاں سے زیادہ بھا گیا اور اس نے یہاں آنے سے انکار کر دیا تو آپ کیا کریں گی۔" اس نے لاپروائی سے کندھے اچکائے۔

"وہاں جا کر کان سے پکڑ کر لاؤں گی اسے' اس کی ماں نے مرتے وقت اسے ہمارے حوالے کیا تھا' اسے وہاں کے ماحول سے بچانے کے لیے' شہری ہے تو وہ وہاں کی صدر بھی ہو جائے تو سب کچھ چھوڑ کر اسے آنا پڑے گا۔ وہ چاہے نہ چاہے' تم نہ چاہو اسے اس گھر میں رہنا ہے ہمیشہ' ہم سب کے ساتھ۔"

اداس تو پہلے ہی تھیں' غصے میں بگڑ گئیں۔ وہ بات کہہ گئیں جو ابھی نہیں کہنی چاہیے تھی کیونکہ یہ رضا کا فیصلہ تھا۔ سارہ کو انہوں نے سختی سے منع کیا تھا کہ مناسب وقت سے پہلے ریم اور تیمور کے کان میں یہ بات نہیں پڑنی چاہیے۔ بچے ذہنوں پر برا اثر پڑتا ہے مگر آج اچانک منہ سے بات نکل گئی۔ تیمور اب بچہ نہیں رہا تھا۔ ماں کی بات فوراً ہی پوری طرح سمجھ گیا۔ دل ایک عجیب سے' بالکل نئے انداز میں دھڑک اٹھا۔ وہ ذرا دیر کو سر جھکائے خاموش بیٹھا رہ گیا۔

"نہیں آج جلدی آجاؤں گا۔ صبح میری دو ہی کلاسز ہیں مگر بہت امپورٹنٹ ہیں ورنہ چھٹی کر لیتا' آپ اکیلی بور ہو جائیں گی نا۔" ناشتہ ختم کرتے ہی وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

انفعال۔

"اب کچھ عرصے تو کھنچے ہی رہنا ہے۔ تم روز روز تو چھٹی نہیں کر سکتے۔ بے فکر ہو کر جاؤ، ہاں مگر جلدی ضرور آجانا۔" وہ سارہ کا ماتھا چوم کر چلا گیا۔ وہ اسے جاتا دیکھ کر مسلسل اندازہ لگانے کی کوشش میں تھیں کہ ان کی بات کا اس پر کیا ری ایکشن ہوا ہے۔ کچھ بولا نہیں تھا تو وہ مطمئن ہو گئی تھیں۔

دو بجنے کے بعد رضا اکیلے واپس آ گئے۔ سارے معاملات بخوبی طے ہو چکے تھے۔ ریم کا کالج میں ایڈمیشن بھی کرا دیا تھا۔ اس کا [illegible] نے اس کے پہنچنے سے پہلے ہی نئے سرے سے ترتیب دلوایا تھا اور ریم کے ساتھ اس کے گھر میں شفٹ ہو چکے تھے۔ رضا نے سارہ کو اب تفصیل بتائی تھی اور سارہ کے دل پر قیامت گزر گئی تھی۔ کتنی دیر تک تو انہیں یقین ہی نہیں آیا کہ ریم انہیں چھوڑ کر جا چکی ہے ایک لمبے عرصے کے لئے کس سے کچھ کہے بغیر۔

"مجھے پہلے کیوں نہ بتایا آپ نے؟ آپ اس کے ارادوں سے باخبر تھیں اور مجھے بے خبر رکھا۔" دل کا درد لہجے سے عیاں تھا۔

"میں تمہیں بتاتا تو تم اسے روک لیتیں اور وہ تمہاری محبت کے آگے مجبور ہو جاتی۔ میں نے خود پر بہت جبر کر کے یہ فیصلہ کیا تھا اور ریم کو میں نے ہی منع کیا تھا کہ تم سے ذکر نہ کرے۔ ریم نے پہلی دفعہ کوئی خواہش کی تھی، مجھ سے کچھ مانگا تھا اور اس کے انداز میں کچھ ایسی قطعیت تھی کہ میں انکار نہیں کر سکا۔ میں نے بہت سوچ کر فیصلہ کیا کیونکہ مجھے اس بات کا بھی اندازہ تھا کہ تمہاری بہترین تربیت نے اسے بہت کانفیڈنٹ بنا دیا ہے۔ وہ صاف ستھری ذہنیت کی مالک ہے۔ اپنا اچھا برا خوب سمجھ سکتی ہے۔ اپنی حفاظت خود کر سکتی ہے۔ عمر کے اس دور سے نکل آئی ہے جہاں قدم قدم پر اسے رہنمائی کی ضرورت ہوتی اور وہ وہاں اکیلی نہیں ہے۔ رہنمائی اور سرپرستی کے لئے تایا جی اس کے پاس ہیں۔ وہ بے حد بردبار اور بہترین انسان ہیں۔ ریم ان کا خون ہے۔ ان کا ریم پر ہم سے زیادہ حق ہے۔ وہ اس کو بہت پیار سے رکھیں گے۔ اطمینان رکھو، ریم وہاں خوش رہے گی اور پھر کون سا زیادہ عرصے کی بات نہیں ہے۔ تین سال بعد گریجویشن کر کے وہ یہاں آجائے گی۔ اسے وہاں مستقل تھوڑی رہنا ہے۔ تمہاری بیٹی ہے، تمہارے پاس ہی آئے گی۔"

"تین سال تو آپ اس طرح کہہ رہے ہیں جیسے تین دن ہوں۔" سارہ بے حد دلگرفتہ تھیں۔

"تم ہی تو کہتی ہو کہ اولاد کے بہترین مستقبل کے لئے ماں باپ کو سینے پر پتھر رکھنا پڑتا ہے۔ ان کی جدائی سہنی پڑتی ہے۔ ابھی سے جدائی سے ڈر رہی ہو، ایک سال بعد جب تیمور پڑھنے کے لئے باہر چلا جائے گا تب تمہارا کیا حال ہو گا۔" انہوں نے پیار سے سمجھایا۔

"ان کے لئے تو میں اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار کر رہی تھی۔ مگر ریم مجھ سے ایک دن کے لئے بھی جدا ہو گی یہ تو میں نے خواب میں بھی نہ سوچا تھا۔"

"کیوں، اسے حق نہیں ہے کہ اپنے مستقبل کے بارے میں سوچے اور فیصلہ کرے جبکہ اسے مواقع بھی حاصل ہیں۔"

"ہاں کیوں نہیں، میں تو لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کی زبردست حامی ہوں۔ ذہین اور قابل لڑکیوں کو آگے بڑھنے کے سارے مواقع ملنے چاہئیں۔" وہ [illegible] سے بولیں۔ "بس دل نہیں ٹھہر رہا یہ سوچ کر کہ وہ اتنے عرصے مجھ سے دور رہے گی۔ میں تو ہمیشہ اسے اپنے ساتھ اسی گھر میں رہنے کے خواب دیکھے ہیں۔"

"تمہارا یہ خواب ضرور پورا ہو گا۔" وہ بھرپور طریقے سے مسکرائے۔ "میں نے آغا جی سے اپنی خواہش کا اظہار کر دیا ہے۔ انہوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ بہت خوش ہوئے، کہنے لگے۔ "ریم تمہاری بیٹی ہے، اس پر تم سے زیادہ کسی کا حق نہیں۔ اس کی ماں اپنی زندگی میں اسے تمہارے حوالے کر گئی تھی اور ہم اس کی خواہش کا پورا احترام کریں گے۔"

"کیا آپ نے ان سے تیمور کے ساتھ رشتے کا

ذکر کیا ہے؟" ساری اداسی بھول کر پھول کی طرح کھل اٹھیں۔

"ہاں بھئی! ایک طرح سے بات طے سمجھو مگر دونوں کی پڑھائی سے فارغ ہو لینے دو۔ ابھی سے کچھ کہنے یا کسی قسم کی رسم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ریم سے تو خیر میں نے کبھی اشارتاً بھی ایسی بات نہیں کی مگر تیمور کے سامنے ایک دن بے اختیاری میں منہ سے نکل گیا تھا۔ اصل میں اس دن ریم بہت یاد آ رہی تھی۔ اسی کی باتیں کر رہی تھی۔ تیمور نے ایسی بات کی کہ بس جوش میں کہہ گئی۔ یہ خیال ہی نہیں رہا کہ آپ نے منع کیا ہوا ہے۔" وہ کچھ شرمندہ سی ہو گئیں۔

"پھر! پھر کچھ کہا اس نے؟" انہوں نے غور سے بیوی کی شکل دیکھی۔

"نہیں، خاموش رہا تھا مگر مجھے اندازہ ہے کہ اسے کوئی اعتراض نہیں تھا ورنہ اسی وقت منع نہ کر دیتا۔ اب وہ زمانہ تو رہا نہیں کہ ماں باپ نے جہاں کہا آنکھ بند کر کے شادی کر لی۔ تیمور کی طرف سے میں جانتی ہوں۔ اس کی خاموشی کو رضامندی سمجھیں۔ ریم سے بھی مجھے یہی امید ہے۔ بہت نیک اور فرمانبردار بچی ہے۔ یقیناً دونوں ہماری خواہش کا احترام کریں گے۔" ان کے لہجے میں بہت یقین اور اعتبار تھا۔

دونوں اپنی باتوں میں مگن تھے۔ اس بات سے بے خبر کہ تیمور بہت دیر سے دروازے کے باہر کوریڈور میں کھڑا ان کی ساری گفتگو لفظ بہ لفظ سن چکا تھا۔ اپنے کمرے کی طرف بے آواز جاتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر دلفریب مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

★

کیلی فورنیا میں لونگ بیچ کے بروکس کالج میں ریم کی کلاسز شروع ہو چکی تھیں۔ وہ فیشن ڈیزائننگ میں گریجویشن کر رہی تھی۔ شروع میں ہی اسے اندازہ ہو گیا کہ بہت محنت طلب پروجیکٹ تھا اور وقت بھی بہت مانگتا تھا۔ ابھی فرسٹ کوارٹر چل رہا تھا۔ زیادہ تر تھیوری پڑھائی جا رہی تھی۔ پھر پریکٹیکلز دوسرے کوارٹرز میں شروع ہونے تھے مگر ابھی سے اسے اتنا وقت نہیں ملتا تھا کہ وہ روز دادا جان کے ساتھ گھنٹوں کے حساب سے گپ شپ کر سکے۔ وہ خود بہت مصروف رہتے تھے۔ اس عمر میں بھی بے حد چاق و چوبند تھے۔ بزنس سنبھالنے کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد کی پوری پوری خبرگیری رکھتے تھے۔ باری باری سب اولادوں کے پاس جانا، انہیں اپنے پاس بلانا، دوسرے شہروں میں رہنے کے باوجود سب سے مستقل رابطے میں رہتے تھے۔ اپنی ساری ذمہ داریاں بڑی خوش اسلوبی سے نبھا رہے تھے۔ اس وقت ریم کو سب پر Priority حاصل تھی۔ ایک طویل عرصے بعد وہ ان کے ساتھ تھی تو وہ اور سب کو جیسے بھول گئے تھے۔

ریم کو یہاں سوائے پڑھنے کے اور کوئی کام نہیں تھا۔ گھر میں ہاؤس کیپر تھی جو مہینے میں ایک دفعہ دو دن کی چھٹی پر جایا کرتی تھی۔ صبح دادا جان کے ساتھ جوگنگ کے لئے جانا اس کا معمول بن گیا تھا۔ ایک گھنٹے بعد دونوں واپس آ کر ناشتہ کرتے اور اپنے اپنے کام پر روانہ ہو جاتے۔ وہ شام پانچ بجے کالج سے لوٹتی تھی اور گھنٹہ بھر بعد دادا جان بھی آ جاتے تھے۔ وہ بہت جلد سونے کے عادی تھے۔ آٹھ بجے اپنے بیڈ روم میں چلے جاتے اور اس کے بعد صبح سویرے ہی ان سے ملاقات ہوتی۔

ہر ہفتے وہ باقاعدگی سے سارہ کو فون کرتی تھی۔ سارہ نے اس سے کوئی گلہ شکوہ نہیں کیا تھا بلکہ فون پر اسے ہدایتیں ہی کرتی رہتی تھیں مگر ایک خاص افسردگی ان کی آواز میں رچی ہوتی جیسے وہ بہت ضبط کر رہی ہوں۔ اس کے خیال سے اپنے جذبات چھپا رہی ہوں مگر وہ محسوس کر لیتی تھی۔ ہر دفعہ آخر میں ان کا خاص جملہ ہوتا۔ سال ختم ہونے پر وہ چھٹیوں میں تو آئے گی نا اور وہ ہر دفعہ ہامی بھر کر ان کو اطمینان دلاتی۔ سارہ ابھی سے اس کے انتظار میں دن

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

گن رہی تھی۔

ریم کا دوسرا کوارٹر شروع ہوا تو وہ اور بھی بزی ہو گئی۔ دلوا جان سے بس صبح ہی جو ملاقات ہو جاتی تو پھر شام میں ان کی شکل ہی دیکھ پاتی۔ اب تو سارہ سے بھی اتنی پابندی سے بات نہیں کر پاتی تھی۔ وہ اس کی مصروفیت سمجھ رہی تھیں اس لئے پریشان نہیں ہوتی تھیں۔ انہی دنوں ایک ویک اینڈ پر پھوپھو ان سے ملنے آگئیں۔ ان کا بیٹا رائد ان کے ساتھ تھا۔ پھوپھو کافی عرصے سے نیویارک میں تھیں۔ ریم جس وقت بابا جان کے ساتھ آئی تھی تب بھی وہ ملنے کے لئے ان کے پاس ٹھہری تھیں مگر رائد سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ وہ دونوں پہلی بار مل رہے تھے۔ ریم پر نظر پڑتے ہی اس نے آنکھیں پھیلا کر ہونٹ سکوڑے پھر ستائشی انداز میں بولا۔

"ہیلو ڈیئر کزن! افسوس ہو رہا ہے تم سے پہلے کیوں نہ ملا۔" اس نے بڑی بے تکلفی سے ریم کو گلے لگایا۔

ریم نے زندگی میں ایسی بے تکلفی نہیں دیکھی تھی نہ برتی تھی۔ پھوپھو اور دلوا کے سامنے اسے بڑی شرم آئی۔ چہرے پر چھائی ناگواری کو وہ کسی طرح نہ چھپا سکی۔ پھوپھو کو اندازہ ہو گیا۔

"تو ریم! یہاں میرے پاس آکر بیٹھو۔ تم سے باتیں کرنے کو بہت دل چاہتا ہے۔"

"پھوپھو! آپ کچھ دن تو رہیں گی نا۔" ریم کو ان کی وجہ سے سنبھلنا پڑا فوراً" تاثرات بدلے۔

"بس دو دن' البتہ رائد اب یہاں رہے گا۔ اسے یہاں جاب مل گئی ہے۔" ریم ان کے لئے ریفریشمنٹ کا انتظام کرنے اٹھ گئی۔ رائد اس کے پیچھے کچن تک چلا آیا۔

"میں تمہاری ہیلپ کروں؟"

"ارے نہیں رائد بھائی! آپ پلیز سب کے ساتھ بیٹھیں۔" وہ بے حد تکلف سے بولی۔

"اوہ گاڈ! یہ بھائی والی تو تم پاکستان میں ہی چھوڑ آتی ہوتیں۔ یہاں تو باپ کو بھی نام سے پکارتے ہیں۔" وہ اس کے بہت نزدیک کھڑا تھا۔ وہ بہانے سے تھوڑا پیچھے ہٹی۔

"آپ بھی اپنے باپ کو نام سے پکارتے ہیں کیا؟"

"نہیں! باپ اس کی اجازت نہیں دیتے۔" وہ رک کر ہنسا۔ "اور میں تمہیں بھائی کہنے کی اجازت نہیں دوں گا۔"

"اگر میں یہ کہوں کہ مجھے بھائی کہنے کا بے انتہا شوق ہے تو۔" وہ اسے بھائی بنانے پر تلی ہوئی تھی۔

"اپنا یہ شوق کسی اور پر پورا کرو ڈیئر' یہاں بھائیوں کی کمی نہیں ہے۔ ماموں کے بیٹوں سے ملی ہو؟" کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا تو ریم نے جوس کا ساشے کھول لیا۔

"ابھی تک نہیں مل سکی۔ چچا جان آتے ہی تھے ہم لوگوں سے ملنے۔"

"پہلی فرصت میں مل لو۔ شاہد اور قسم سے بات ہو سکے تم خوش ہو جاؤ گی۔"

"مجھے اندازہ ہے کیونکہ فون پر تو اکثر بات ہوتی رہتی ہے۔ ملنے کا شوق انہیں بھی بہت ہے مگر کسی کے پاس وقت نہیں ملنے ملانے کا۔ سب کے سب عدیم الفرصت۔" ریم کے کہنے پر وہ فوراً" شکایتاً کر بیٹھا۔

"تم بھی تو نہیں گئیں کسی سے ملنے۔ ایک ہفتہ ہو گیا تمہیں آئے اور دیکھو میں آج تم سے پہلی بار مل رہا ہوں۔"

"جناب! آپ کے گھر میں دن بھر رہی تھی مگر آپ خود گھر پر نہیں تھے اس لئے آپ تو شکایت نہ کریں۔ ہاں دوسروں سے نہ ملنے میں میری کوتاہی ہے۔ ان فیکٹ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میری اسٹڈیز اتنی ٹف اور شیڈول اتنا hectic ہو گا کہ میں اپنے لئے بھی وقت نہ نکال پاؤں گی ورنہ جب آئی تھی تو اسی وقت ان سے بھی مل آتی۔ خیر اب اس کوارٹر کے ختم ہونے پر ضرور سب سے ملنے جاؤں گی۔" اس نے طے کر لیا۔

"ساتھ ہی چلیں گے۔" وہ فوراً" بولا۔ ریم نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اور پاکستان میں تمہارے کتنے بھائی ہیں؟" اس نے جان کر کزن نہیں کہا۔

"صرف ایک۔" ریم کو تیمور کا خیال آگیا جو کسی طور بھائی نہیں مانتا تھا۔

"اوہو! پھر تو واقعی بھائیوں کی Shortage ہے۔" وہ زور سے ہنسا۔ "جب ہی تمہیں اتنی حسرت ہے۔"

"آیئے! دادا جان کے پاس چلتے ہیں۔" وہ ٹرالی تیار کر چکی تھی۔ اس کا جواب سنے بغیر کچن سے نکل آئی۔

پھوپھو دو دن رہ کر چلی گئیں۔ رائد کو اپارٹمنٹ مل گیا تھا۔ وہ ادھر شفٹ ہو گیا تو ریم کی جان میں جان آئی ورنہ ان دو دنوں میں اس نے ریم کا اس طرح گھیراؤ کر رکھا تھا کہ اپنے ہی گھر میں اس سے چلنا پھرنا' اٹھنا بیٹھنا عذاب ہوا جا رہا تھا۔ سب سے زیادہ غصہ اسے اس پر آتا تھا جب وہ رات گئے تک اس کے بیڈ روم میں بیٹھا دنیا جہان کی باتیں کئے جاتا۔ اسے دلوا اور پھوپھو کا لحاظ بھی نہیں تھا اور ریم مروت کے مارے کچھ کہہ نہیں پاتی۔ یہ سوچ کر خاموش ہو رہی کہ دو دن کی تو بات ہے۔

پہلے دن تو یہ سوچ کر اس کی جان ہی نکل گئی تھی کہ وہ ان کے ساتھ رہے گا مگر شکر ہے دلوا جان نے ایک دفعہ بھی ایسا کچھ کہا اور نہ پھوپھو نے۔ ویسے بھی ریم نے دونوں بیٹوں کی موجودگی میں اس کا ٹھہرنا مناسب نہیں سمجھا۔ مگر اس کا فکر مند سرپرست والا رویہ تھا کیونکہ انہوں نے رائد کو ایسی آفر نہیں کی تھی۔ جس کا مطلب تھا کہ وہ اس کا ساتھ رہنا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ ریم کو ایک گونہ اطمینان ہوا تھا کہ وہ ہر وقت سر پر سوار نہیں رہے گا۔ اب تو وہ اسی شہر میں تھا۔ اس کا اپارٹمنٹ بھی کوئی دور نہیں تھا اور شاید شہر کا سب سے قابل ... بھی تھا۔ ویک اینڈ پر وہاں آنا تو معمول تھا۔ دادا جان جلد سونے کے عادی تھے۔ وہ ان کے درمیان سے اٹھ جاتے تو لاؤنج میں اکیلے رہ جاتے۔ ریم کی ... پڑتی مگر تھوڑے ہی دنوں میں اس نے ... کو بالا ئے طاق رکھ کر رائد سے صاف کہہ دیا کہ وہ اسے اتنا ٹائم نہیں دے سکتی۔ پڑھنے کے دوران اسے سر اٹھانے کی فرصت نہیں ملتی۔ وہ اس کی پرابلم سمجھ گیا تھا اس لئے قطعی برا نہیں مانا مگر ویک اینڈ پر وہ اس کا کوئی بہانہ سننے کو تیار نہیں ہوتا تھا۔ ڈنر تو لازمی ہوتا تھا کسی ہوٹل میں۔

"میں اتنی ہوٹلنگ نہیں کر سکتی۔ گھر کا کھانا تمہیں کیوں برا لگتا ہے؟"

"کھانا برا نہیں لگتا۔ میں تو یہ وقت تمہارے ساتھ اپنی مرضی سے گزارنا چاہتا ہوں۔ درمیان میں کوئی نہ ہو' میں اور تم ہوں بس۔" وہ بڑے رومینٹک انداز سے کہتا۔

"مگر میں جنک فوڈ کی عادی نہیں ہوں' نہ بننا چاہتی ہوں۔" وہ اس کا انداز نظر انداز کر جاتی۔

"جب یہاں رہنا ہے تو یہاں کی عادت تو ڈالنا پڑے گی۔"

"میں یہاں ہمیشہ کے لئے رہنے نہیں آئی اس لئے کسی چیز کی عادت ڈالنے کی کوشش نہیں کرتی۔ پڑھنے کے لئے آئی ہوں اور گریجویشن کرتے ہی واپس جاؤں گی۔" وہ بڑی سنجیدگی سے بولی۔

"تمہیں جانے کون دے گا۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر دلکشی سے مسکرایا۔

اپنے آپ میں اس کی بڑھتی ہوئی دلچسپی کو ریم اچھی طرح محسوس کر چکی تھی۔ خواب دیکھنے والی' جذبات سے بھرپور لڑکی تھی۔ دل اس کی طرف کھنچنے لگا تھا۔ اسے بھی وہ اچھا لگنے لگا تھا مگر اسے رائد کے انداز ابھی بھی اچھے نہیں لگتے تھے۔ وہ اس ماحول کی پروردہ تھی نہ عادی' جو چیز اسے دوسروں کے لئے اچھی نہیں لگتی تھی وہ اپنے لئے کیسے گوارا کر لیتی۔ اسی لئے رائد جب بات کرتے کرتے اس کے رخسار تھپتھپاتا' اس کے شانے پر ہاتھ پھیلا لیتا تو اسے بہت الجھن ہوتی تھی۔ باہر اپنے ساتھ لے جاتا تو جتنا وقت وہ ونڈو شاپنگ کرتے وہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے رکھتا۔ ریم کوشش کر کے بچنا چاہتی' بہلانے بہلانے سے اس کے ہاتھ ہٹاتی' دور ہو جاتی مگر رائد تو جیسے اس پر اپنا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

حق بنتا تھا۔ اب اسے اس کے لباس پر بھی اعتراض ہونے لگا تھا۔ جب وہ بڑے سے دوپٹے کو پھیلا کر کندھوں پر لیتی۔

"تم اب تک اسی شلوار قمیض سے پیچھا نہیں چھڑا سکیں۔" وہ منہ بناتا۔

"پیچھا کیوں چھڑاؤں؟" وہ فوراً برا مان گئی۔ "کیا برائی ہے اس میں؟"

"سب تمہیں [illegible] سمجھتے ہوں گے۔"

اس کے ہنسنے پر وہ اور ناراض ہو گئی۔

"جی نہیں! غلط فہمی ہے جناب [illegible] کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ میری امریکن کلاس [illegible] لباس اتنا Fascinate کرتا ہے کہ کئی ایک نے فرمائش کی ہے کہ میں انہیں پاکستان سے ایسے سوٹ منگوا کر دوں۔" اب وہ بے ساختہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔

"سارا شوق دھرا رہ جائے جب پہن کر دو قدم چل نہیں پائیں گی۔ کوئی پٹ سے ادھر گرے گی کوئی ادھر۔" اس نے ہنسی روکنے کی کوشش کی۔ "چلو اٹھانے والوں کو بہانہ مل جائے گا قریب آنے کا۔ Valentine day کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا کسی کو۔"

"جی نہیں! ایسا بالکل نہیں ہوگا۔ اس سے زیادہ Manageable لباس اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔" وہ اپنی بات پر اڑی رہی۔

"مجھے تو تمہیں آکورڈ نہیں لگتا۔ [illegible] میں اتنے بڑے دوپٹے لپیٹ کر گھومنا۔" وہ آج اسے قائل کرنا چاہ رہا تھا اور وہ اتنی ہی مضبوطی سے اپنے موقف پر جمی ہوئی تھی۔

"نہیں! بالکل نہیں! لباس کی خوبصورتی دوپٹے سے بڑھتی ہے۔ اس کے بغیر تو ادھورا لگتا ہے اور میرا تو پردے کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ ایک احساس رہتا ہے کہ میں بہت سی نظروں سے محفوظ ہوں۔"

"بائی دی وے!" اس نے افسوس کے اظہار میں سر ہلایا۔ "دیکھنے والوں کو اچھی چیز دیکھنے سے کیوں محروم رکھتی ہو۔"

"ویری سیڈ!" وہ حیرت اور افسوس سے اسے دیکھتی رہ گئی۔ "آپ کو پردے میں رکھنا Funny ہے۔ میں اپنا لباس بھی نہیں بدل سکتی اس کے لیے تم بھی مجھے مجبور مت کرنا۔"

"میں تمہیں مجبور نہیں کر رہا مگر تم اگر ایک کامیاب فیشن ڈیزائنر بننا چاہتی ہو تو پہلے اپنے آپ کو presentable بناؤ۔" وہ کچھ سنجیدہ ہوا۔

"دوپٹہ اتار کر؟" ریم نے طنز سے پوچھا۔

"ہاں! کوئی حرج نہیں ہے [illegible] ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔ "اور اپنے [illegible] لانگ شرٹ [illegible] میچ کراؤ۔" ریم کا ہاتھ [illegible] انجانے میں اس کے سیاہ ریشمی بالوں پر تک گیا جن سے پیار [illegible] لمبے لمبے بال۔

"[illegible] سب کیوں کروں؟"

"[illegible] تمہیں اس اسٹائل میں دیکھنا چاہتا ہوں۔" [illegible] انداز میں استحقاق تھا۔

"مجھے اپنے اسٹائل [illegible] رائد! میرا لباس میری پہچان ہے۔ سوری [illegible] آپ کو نہیں مل سکتی۔ اس پروفیشن میں [illegible] تک مجھے واپس وہیں جانا ہے جہاں اب تک [illegible] سنجیدگی سے بولی تھی مگر رائد نے اس [illegible] تیزی سے اس کی بات روکی۔

"نہیں! تم واپس نہیں جاؤ گی۔ تم یہاں belong کرتی ہو۔ یہاں پیدا ہوئی ہو' یہاں کی شہری ہو۔ بیچ میں جو ایک دور تمہاری زندگی میں آیا تھا اسے بھول جاؤ۔ اس وقت ماما کی آخری خواہش کو دیکھتے ہوئے نانا جان خاموش ہو گئے تھے ورنہ وہ بھی تمہیں اپنے سے جدا نہیں کرتے۔ تم ان کے سب سے پیارے بیٹے کی واحد نشانی ہو۔ تمہارے واپس آنے سے وہ کس قدر خوش ہیں۔ تم اب دوبارہ انہیں چھوڑ کر جانے کی سوچو بھی نہیں۔ یہاں تمہارا گھر ہے' پراپرٹی ہے' فیوچر اور Fortune ہے اور سب سے اہم بات یہ کہ میں نے اپنا فیوچر تمہارے ساتھ پلان کر لیا ہے۔ تمہیں [illegible] اور یہیں رہنا ہے۔" وہ رائد کی

بات پر حیران رہ گئی۔ بڑی دیر تک کچھ بول نہ سکی۔

"رائد! یہ سب بعد کی باتیں ہیں کہ مجھے کہاں رہنا ہے [illegible] کے ساتھ رہنا ہے۔" اس نے لاپروائی سے [illegible] کہہ تو دیا تھا مگر رائد آج تہیہ کیے بیٹھا تھا۔

"نہیں! تمہیں ابھی سے اپنا مائنڈ میک اپ کرنا ہے۔ میں نے اسی لیے تمہیں اپنے ارادوں سے باخبر کر دیا ہے۔ دوسرے معنوں میں یوں سمجھو کہ میں تمہیں پرپوز کر رہا ہوں۔"

"رائد پلیز! یہ سب بہت قبل از وقت ہے۔ مجھے ابھی پڑھنے دو۔ میں اس کے علاوہ اور کچھ سوچنا نہیں چاہتی۔"

"میں تمہیں پڑھنے سے نہیں روک رہا' نہ مجھے شادی کی جلدی ہے ورنہ اب تک میں نانا جان اور ماما سے کہہ چکا ہوتا۔ بس اتنا یاد رکھو کہ میرے علاوہ تمہاری زندگی میں اور کسی کی گنجائش نہیں' جس طرح میری زندگی میں تمہارے سوا کوئی نہیں آ سکتی۔ [illegible] فیصلے [illegible] ہو جاتے ہیں۔ وقت کی طوالت کے لیے [illegible] ایسا ہی فیصلہ میں نے کیا تھا۔ تمہیں [illegible] تم صرف میری ہو۔" اپنے جذبوں کا [illegible] کے بعد وہ ریم کی طرف سے بھی ایسے ہی [illegible] کا منتظر تھا مگر وہ بالکل گم صم بیٹھی تھی۔

"سوچنے کے لیے وقت چاہتی ہو؟" کچھ دیر [illegible] کے بعد وہ [illegible] گیا۔

"[illegible] وقت لے لو فیصلہ وہی ہونا ہے جو [illegible] ستاروں میں لکھا جا چکا ہے۔" وہ مسکرایا۔ [illegible] تو اس کے نصیب [illegible] لکھا جا چکا ہے۔

[illegible] بہت الجھ گئی تھی۔ رائد [illegible] ابھی کسی بھی [illegible] جوڑنے کو تیار نہیں تھا [illegible] اپنے مستقبل کا کوئی بھی خاکہ کھینچا تک نہیں [illegible] رنگ جیسے بھر گئے۔

وہ یہاں رہنا نہیں چاہتی تھی۔ چھ مہینے میں ہی اسے اس ماحول' اس معاشرت نے وحشت سی ہونے لگی تھی۔ گھر [illegible] واپس جانا چاہتی تھی اس لیے ایک فیصلہ تو کر چکی تھی کہ تین سال کر کے گریجویشن کرتے ہی واپس لوٹ جائے گی۔ یہاں سے اپنے سارے اثاثے پاکستان منتقل کرے گی۔ وہاں اپنا بوتیک کھولے گی۔ بڑے پیمانے پر بزنس شروع کرے گی۔ ایک کامیاب کیریئر وومن بننا اس کا خواب تھا۔ اسے ماموں جان کی سرپرستی اور سارہ کی ممتا بھری محبت حاصل تھی اور یہی اس کے لیے زندگی گزارنے کو بہت کافی تھا۔ شادی' گھر' بچے اس کی طرف تو اب تک دھیان ہی نہیں دیا تھا۔ ابھی بھی اس نے سر جھٹک کر سارے خیالات سے پیچھا چھڑایا۔

"زندگی میں جو کچھ آ جائے اسے Face کرتے جاؤ۔ اس' پلاننگ کی کیا ضرورت ہے۔" وہ سوچ کر مطمئن ہو گئی۔

اس کا سیکنڈ کوارٹر ختم ہوا۔ دس دن کی بریک کے بعد تھرڈ کوارٹر شروع ہونا تھا اس لیے دس دن اپنے چچا اور پھوپھو کے ساتھ گزارنے کا پروگرام بہت دن سے بنا رہی تھی۔ رائد کو پتہ چلا تو اس نے بھی چھٹی کی کوشش کی مگر نئی جاب ہونے کی وجہ سے اسے ایک دن کی بھی چھٹی نہ مل سکی اور وہ اپنی جگہ تلملا کر رہ گیا۔

"پورے دس دن چھٹیاں وہاں منانے کی کیا ضرورت ہے' بس سب سے مل کر دو تین دن میں واپس آ جاؤ۔"

"اتنے عرصے سے میں نے سب کے ساتھ پروگرام بنا رکھا ہے۔ وہ لوگ شدت سے میرا انتظار کر رہے ہیں۔ عین وقت پر پروگرام تبدیل کر کے انہیں مایوس کر دوں؟" ریم نے اسے بڑے آرام سے سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ بھڑک گیا۔

"میں کچھ نہیں جانتا' بس میں نے کہہ دیا۔"

"اچھا ٹھیک ہے! جلدی آ جاؤں گی۔" ریم اس سے بحث نہیں کرنا چاہتی تھی۔

[illegible] اس کا پرتپاک استقبال ہوا۔ چچا کے [illegible] بچے' سارہ اور ایزد اس سے مل کر بے انتہا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

خوش تھے۔ حارث اس سے سال بھر بڑا تھا اور ایزد کچھ ماہ چھوٹا مگر قد میں اس سے کہیں زیادہ۔ کالج سے آنے کے بعد ریم کو ایک لمحے کے لئے فارغ نہیں بیٹھنے دیتے تھے۔ ثمینہ دونوں بھائیوں سے بڑی تھی۔ پڑھائی سے فارغ ہو چکی تھی۔ جاب کرتی تھی۔ زیادہ وقت نہیں ہوتا تھا اس کے پاس مگر ہر ممکن طریقے سے ریم کو بھرپور کمپنی دیتی۔ ریم ان سب سے دس گیارہ سال کے عرصے کے بعد ملی تھی مگر اسے ایسا لگ رہا تھا کہ وہ ہمیشہ سے ان کے درمیان رہتی چلی آرہی ہے۔ جدائی کا لمبا عرصہ تو جیسے بیچ میں آیا ہی نہیں۔ بچپن کی یادیں ذہن میں تازہ ہو گئی تھیں جب وہ سب چھٹیوں میں باری باری ایک دوسرے کے گھر جمع ہوتے تھے۔ اتنے عرصے بعد ان رشتوں کا بھرپور احساس ہو رہا تھا۔

اسے چھ دن گزر گئے تھے چچا کے ہاں۔ اب وہ پھوپھو کے گھر جانا چاہتی تھی مگر وہ تینوں اسے روک لیتے۔

"ایک دن اور۔" ایزد کا روز کا اصرار تھا اور وہ مجبور ہو جاتی مگر کب تک۔

"تم لوگ بھی چلو نا میرے ساتھ مزہ آئے گا۔"

"ہم ضرور جاتے مگر چھٹی نہیں کر سکتے۔" ایزد کا منہ لٹک گیا۔

"دو دن کی بھی نہیں۔" ریم کو اس پر بڑا ترس آیا۔

"ہم! ویسے اس معاملے میں کوئی رعایت نہیں کرتے۔" حارث بھی نا امید تھا۔

"ویسے تم پھوپھو کے ہاں ہمارے جتنی بھی انجوائے کرو گی۔ ندا اور فضہ تمہیں ایک منٹ کے لئے بھی نچلا نہیں بیٹھنے دیں گی۔" ثمینہ نے اسے اطمینان دلایا۔

بڑی مشکلوں سے دونوں بھائیوں نے اس کی جان چھوڑی تھی۔ وہ پھوپھو کے پاس پہنچا رک تھی تو وہ جو اتنے دن سے اس کی منتظر تھیں، تھوڑی سی خفا ہو گئیں۔

"اتنے دن بھائی کے ہاں لگا دیے، میرے لئے کیا بچا۔" وہ اسے لپٹاتے ہوئے گلہ کر رہی تھیں۔

"کیا کرتی پھوپھو!" وہ شرمندہ ہوئی۔ "کوئی نکلنے ہی نہیں دے رہا تھا۔"

"روز رائد کا فون آتا تھا۔ سن کر کہ تم آج نہیں آئیں، فون پٹخ دیتا تھا۔ بات ہی نہیں کرتا تھا۔ اب آج تو ابھی تک فون ہی نہیں کیا اس نے۔"

پھوپھو نے بتایا تو اسے رائد کی ناراضی کا احساس ہوا۔ چچا کے گھر اسے ایک لمحے کو بھی رائد کا خیال نہیں آیا تھا۔ اتنے فون [illegible] کا دھیان کہاں سے رہتا۔ اس نے تو [illegible] بھی بس ایک دفعہ ہی بات کی تھی۔ ایک دفعہ سارہ کا فون آیا تھا کیونکہ اس کے گھر کیبل فوراً فون کرنے پر انہیں پتہ چلا تھا کہ آج کل وہ اس کے ہاں ہے۔ سارہ سے بات کر کے اسے بے ساختہ [illegible] یاد آگئی تھی۔ وہ بھی تو اس کا فرسٹ کزن تھا۔ کبھی [illegible] بات بھی نہیں کی تھی اس سے۔

سارہ سے بات کر کے اسے ہمیشہ ایک شرمندگی ہوتی۔ ایک ملال بھی ہوتا۔ ان کی اتنی شدید محبتوں کو چھوڑ کر آئی تھی اور ان کے لیے بے قرار ہوئی جاتی تھی اور وہ کئی دن تک اسی سوچ میں پڑی رہتی کہ اس نے یہاں آ کر ٹھیک کیا یا نہیں مگر اب [illegible] پھوپھو اور کزنز سے مل کر ان رشتوں کی خوشبو دل سے محسوس کر کے اسے سکون و اطمینان مل رہا تھا۔ اتنا محسوس ہو رہا تھا اس کا فیصلہ غلط نہیں تھا۔ اگر یہاں نہ آتی تو اتنے پیارے، چاہنے والے خونی رشتوں کو کیسے جان پاتی۔

اب پھوپھو کے گھر آ کر بھی اسے بے انتہا خوشی ہوئی تھی۔ فضہ اس کے برابر کی تھی۔ ندا اس سے سال بھر بڑی۔ دونوں نے جی بھر کر اس کی خاطریں کی تھیں۔ اپنے اپنے کالج سے چھٹی کر کے اسے دو دن میں خوب گھمایا تھا۔ گھر میں تو ٹکی ہی نہیں تھیں۔ رائد سے اس کی ابھی بھی بات نہیں ہو سکی تھی۔ ریم کی غیر موجودگی میں اس کا فون آیا تھا اور خود ریم کو تو اتنا وقت ہی نہیں ملتا تھا کہ اسے کال بیک کر سکے۔ اب صبح تو اس نے واپس ہی جانا تھا۔

تینوں شاپنگ کرنے کے بعد [illegible] باہر کھانا کھا کر کافی دیر سے گھر لوٹیں۔ کوریڈور میں ہی انہیں پھوپھا کی دھاڑ سنائی دی۔ وہ پھوپھو پر بگڑ رہے تھے۔

"تم نے رائد کو یہاں سے بھیج کر غلط کیا ہے۔ اسے یہاں رہ کر معاملہ نپٹا کر جانا چاہئے تھا۔"

"وہ تو معاملہ ختم کر چکا ہے۔ یہی اس کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی کسی طرح۔" پھوپھو کی حد درجہ بیزار آواز آئی۔

"وہ تو دنیا کے آخری سرے تک پیچھا کرے گی اس کا، دعویٰ کرے گی ان نقشے کا۔ بچہ تو پیدا ہونے دو۔" "وہ بچہ ہو جائے۔"

"بچے سے اسے کوئی دلچسپی نہیں، نہ وہ اسے پالے گی۔ بچے کو میں رکھوں گی اپنے پاس، پھر کا ہے کا دعویٰ۔" وہ بھی بگڑیں۔

"لو کلو! آج پھر یہ قصہ چھڑ گیا۔" فضہ نے بے حد بیزاری سے کہا۔ ریم کے قدم جیسے جم کر رہ گئے تھے۔

"چلو اندر چلو۔" ندا نے دونوں کو اشارہ کیا۔

ان دونوں کو بحث میں الجھا چھوڑ کر وہ تینوں پچھلے سے سیڑھیاں چڑھ کر اپنے کمرے میں آگئیں۔ ریم کچھ نہ جانتے ہوئے بھی بہت کچھ جان گئی تھی اور اب سب کچھ جان لینا چاہتی تھی۔

"کیا قصہ ہے۔" بظاہر سرسری سے انداز میں [illegible] کیا۔

"[illegible] رائد کی ایکس گرل فرینڈ نے تنگ کیا ہوا ہے۔ [illegible] گئی ہوگی چچا کے آفس، رائد نے تو اسے کب کا چھوڑ دیا ہے مگر وہ اسے ایسے نہیں چھوڑے گی۔" ندا نے برا سا منہ بنایا۔

"[illegible]" [illegible] نے اس کے سر پر دھماکا کرنے کی کوشش کی۔ "[illegible] ہو چکا ہے۔ مما اسے بے بی دینے کو تیار [illegible] خون ہے ایسے ویسے لوگوں میں پلنے کے لئے نہیں چھوڑیں گے۔ مما اسے اڈاپٹ کر لیں گی۔ وہ اس پر تو تیار ہے مگر چاہتی ہے کہ Settlement میں بھاری رقم [illegible] اس بی بی کی ڈیمانڈ بہت زیادہ ہے۔ رائد تو پوری کر ہی نہیں سکتا۔" فضہ خاموش ہوئی تو ندا شروع ہو گئی۔

"مما کہتی ہیں جو مانگ رہی ہے دو اور جان چھڑاؤ اس سے لو۔ چچا اس بات پر ناراض ہوتے ہیں کہ رائد کو خود ایک ہی دفعہ میں سارا معاملہ ختم کرنا تھا پھر چلا جاتا۔ رقم کا انتظام تو وہ کر دیں گے مگر رائد کو خود بھی اپنی ذمہ داری کا احساس ہونا چاہئے۔ آخر کل ہی [illegible] واپس بلایا۔" ریم کا حلق رک کر رہ گیا۔ [illegible] استفسار۔

"بے بی کب expected ہے۔" اس نے پھر بظاہر سکون سے پوچھا۔

"next month" جواب بھی بڑے سکون سے ملا۔

"جبھی تو چچا کے آفس کے چکر لگا رہی ہے۔ رائد تو ہاتھ لگتا نہیں اب اس کے۔" فضہ نے قہقہہ لگایا۔

"میرے اللہ تعالیٰ!" ریم نے جھرجھری لی۔ سارا معاملہ کس سکون و اطمینان سے ڈسکس کیا جا رہا تھا جیسے ایک ناجائز بچے کا اس دنیا میں، اس خاندان میں اور اس گھر میں آنا کوئی شرمناک اور افسوسناک واقعہ نہ ہو۔ اللہ کی پناہ، یہ مسلمان گھرانہ تھا۔ ایک ترقی یافتہ لیکن اخلاقی اور معاشرتی طور پر دیوالیہ ملک میں پیدا ہونے، وہیں رچ بس جانے کی وجہ سے اپنی اسلامی قدریں اور روایات، مذہبی حدود بندیاں، سب کچھ بھلا بیٹھا تھا۔ ریم کو اس کی ماں نے اس متعفن ماحول کا حصہ بننے سے بچانے کے لئے ہی تو یہاں سے بھیجا تھا۔ کیچڑ میں بچ بچ کر چلنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی۔

ریم کے لئے یہ انکشاف جان لیوا نہ سہی تکلیف دہ اور ناقابل یقین ضرور تھا۔ رائد ایسا تو نہیں لگتا تھا مگر یہاں سب کچھ ہو سکتا تھا۔ کسی کے متعلق کچھ بھی سوچا جا سکتا تھا۔ اب جس طرح وہ ریم کے ساتھ مستقبل کے پلان بنا رہا تھا۔ کون کہہ سکتا تھا کہ وہ پہلے کیا کارنامے کر کے جا چکا تھا اور آگے کیا کرنے والا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"شکر ہے مالک تیرا! تو نے مجھے کسی بہت بڑے نقصان سے بچالیا۔" ریم نے گہری سانس لی۔

ابھی وہ رائد کے ساتھ اتنا آگے نہیں گئی تھی کہ لوٹنا مشکل ہوتا۔ دل تو دکھا تھا مگر یہ پہلا جھٹکا ہی اس کو قدم روک لینے کے لئے کافی تھا۔ اب آنکھیں کھلی رکھنا تھیں اور دماغ حاضر' دل کا کہا مان کر نت نئے ملال نہیں کرنا تھا۔ انجام کون؟ کوئی نہیں۔

اگلے دن وہ گھر لوٹ آئی۔ دادا جان نے جس طرح لپٹا کر اسے پیار کیا تھا اس کی شدت محسوس کر کے اس کا دل بھر آیا۔ وہ اکیلی کہاں تھی۔ اس کے گرد چاہنے والوں کا ایک ہجوم تھا۔ دادا جان نے اسے کس کس طرح مس کیا۔ جب بتایا تو بے اختیار اسے سارہ یاد آگئیں۔ وہ بھی تو اس کے لئے اسی طرح تڑپتی ہوں گی۔ یاد کرتی ہوں گی اسے' خود کے دل نے نئی نئی پہلی پہلی چوٹ کھائی تھی۔ آنکھیں بھر بھر آرہی تھیں۔ دل چاہا اڑ کر جائے اور سارہ کے محبت بھرے وجود میں خود کو چھپا لے۔ ان کے سینے سے لگ کر سارے اشک بہا دے۔ سارہ کی یاد کیا آئی کہ ان کی آواز سننے کو دل مچل اٹھا۔ فون تیمور نے اٹھایا تھا۔ اتنے عرصے بعد اس کی آواز سن کر عجب سی کیفیت ہو گئی۔

"ہیلو ریم! کیسی ہو۔" وہ اسے پہچانتے ہی بڑی اپنائیت سے بولا۔

"ٹھیک ہوں' آپ کیسے ہیں۔" نہ چاہتے ہوئے بھی پوچھ بیٹھی۔

"فرسٹ کلاس۔" وہ بڑا خوش لگ رہا تھا۔ "تم بتاؤ' دل لگ گیا وہاں۔"

"نہیں۔" اس نے بڑی صاف گوئی سے اقرار کیا۔

"تو پھر آجاؤ نا واپس۔" بڑے کھلے دل سے آفر تھی۔ ریم پھر حیران ہو گئی۔

"آؤں گی۔" وہ سنبھل کر بولی۔ "فائنل امتحان دے کر' ابھی تو تین مہینے ہیں۔"

"کتنے دن کے لئے آؤ گی۔" بڑی بے تابی سے پوچھا گیا۔

"ایسے ہی' ڈیڑھ دو ماہ کے لئے۔" اس نے دھیرے سے کہا۔

"ابھی نہیں؟" اسے مایوسی ہوئی تھی۔

"ممانی جان نہیں ہیں کیا؟" اس نے جلدی سے پوچھا۔

"ممانی ہیں' بات کرو گی! بلاتا ہوں ہولڈ کرو۔"

وہ ریسیور رکھ کر ماں کو بلانے گیا اور ادھر ریم حیران پریشان بیٹھی تھی۔ اتنی بات کیسے کرلی اس نے' وہ بھی اتنی اپنائیت سے' وہ تو ریم نے خود ہی سارہ کو پوچھ لیا ورنہ تیمور تو ابھی بات کرنے کے موڈ میں تھا۔

"کیسی ہو بیٹا؟ ٹرپ کیسا رہا تمہارا۔" سارہ کی آواز سنتے ہی اس کا دل بھر آیا۔

"ٹھیک ہوں' سب لوگوں سے مل کر اچھا لگا' آج آپ بہت یاد آرہی ہیں مجھے۔"

"تم رو رہی ہو۔" سارہ تو جیسے اس کے اندر اتری ہوئی تھیں۔ "کیا ہوا میری جان۔"

"نہیں ممانی جان! گلا خراب ہے۔" وہ فوراً سنبھلی۔ "بولنے میں تکلیف ہو رہی ہے۔" سارہ تو اور ہول گئیں۔

"ڈاکٹر کو دکھایا' دوا لی' تم بھی ٹھنڈا کھانے کی چور ہو تیمور کی طرح' دیکھو! احتیاط کرنا' اپنا خیال رکھو۔ اب میں تو یہاں سے صرف نصیحت کر سکتی ہوں' تسلی دے سکتی ہوں' پاس ہوتی تو بیماری کو تمہارے پاس پھٹکنے بھی نہ دیتی۔"

"ممانی جان! آپ بلاوجہ ہول رہی ہیں۔ دوا میں نے لے لی ہے۔ اب تو بہت بہتر ہوں۔" وہ کہہ کر پچھتائی تھی۔

"تم کہتی ہو تو ماننے لگی ہوں۔ اچھا سنو! تیمور کا ایک دوست اگلے ہفتے کی فلائٹ سے جا رہا ہے۔ اس کے ہاتھ تمہارے لئے کچھ اور چیزیں بھیج رہی ہوں۔ بس ابھی تمہاری شاپنگ کر کے ہی آرہی ہوں۔ کوئی خاص چیز چاہئے ہو تو بتاؤ۔" سارہ نے اتنی چاہت سے پوچھا تھا' وہ فرمائش کیسے نہ کرتی۔

"آپ کے ہاتھ کا گاجر کا حلوہ۔"

"چلو ٹھیک ہے اور کچھ۔" وہ نہال ہو گئیں۔

"اور کچھ نہیں' بس آپ ہوتی جاتیں' میں لپٹا لیتی۔ دل چاہ رہا ہے آپ کی آواز سنتی رہوں۔" ریم نے چپکے سے آنکھوں سے بہنے والے آنسو پونچھے۔

"میں بھی تو تمہاری آواز سننا چاہتی ہوں۔" سارہ کی آواز بھرا گئی۔ "پھر تم ستانا چھوڑ گئیں۔" وہ فوراً سنبھالا لے گئی تھیں۔ ایک گھنٹہ سارہ سے باتیں کر کے دل بالکل ہلکا پھلکا ہو گیا تھا۔ فون بند کرتے وقت ایک معصوم سی شرارت سے بھرپور مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی تھی۔ ایک بار پھر تیمور کا خیال آیا۔ اس کے بدلے ہوئے انداز یاد آگئے۔ وہ اب اس کے گھر میں نہیں تھی۔ اس کی حصہ دار نہیں تھی شاید اس لئے دشمنی ختم کر کے دوستی کا ہاتھ بڑھا رہا تھا۔

صبح اسے کالج جوائن کرنا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں اس کی تیاری میں مصروف ہو گئی۔ اب تک رائد نے فون نہیں کیا۔ شاید منتظر تھا۔ اپنی ناراضگی کا اظہار پوری طرح کرنا چاہتا تھا۔ ریم کو اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ وہ اب اس کے متعلق سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ اپنے آپ کو اس سے بہت دور رکھنا چاہتی تھی۔ یہ بھی جانتی تھی کہ رائد اتنی آسانی سے اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔

دوسرے دن شام ڈھلے رائد آیا تھا۔ ریم کو کالج سے واپس آئے تھوڑی دیر ہوئی تھی۔ دادا جان ابھی تک نہیں آئے تھے۔ خلاف توقع وہ ریم سے بڑی خوشدلی سے ملا۔ وہ تو سمجھ رہی تھی وہ ناراضگی کا بھرپور اظہار کرے گا۔ اسے بے نقط سنائے گا۔ وہ بھی جواب میں بہت کچھ کہنے کو تیار بیٹھی تھی مگر اس کا موڈ پہلے سے زیادہ خوشگوار تھا۔

"بہت دن ہو گئے' چلو باہر کہیں چلتے ہیں۔"

"ابھی دادا جان نہیں آئے ہیں۔ آج ان کی میٹنگ تھی میرے اٹارنی سے' ابھی آکر مجھ سے ڈسکس کریں گے۔ ویسے بھی آج میں بہت تھکی ہوئی ہوں۔ جلدی کھانا کھاؤں گی اور جلدی سو جاؤں گی۔"

"پھر کبھی آئیں گے۔" ریم نے معذرت سے منع کر دیا۔

"او کے! اس ہفتے تو میں بھی بہت بزی ہوں' تمہاری طرف آبھی نہیں سکوں گا۔ اب ویک اینڈ پر ہی جا سکیں گے اور اب تم کوئی اور پروگرام مت بنانا۔"

دادا جان آگئے تھے۔ وہ ان کے پاس بیٹھی میٹنگ کے بارے میں ڈسکس کرتی رہی۔ رائد اس سارے عرصے میں خاموشی سے سنتا رہا تھا۔ کھانا سب نے ساتھ کھایا۔ کھانے کے بعد وہ فوراً ہی چلا گیا تھا۔ ریم اس سے پہلے ہی کہہ چکی تھی کہ وہ جلد سونا چاہتی ہے۔ نیند کا تو بہانہ تھا۔ وہ تو صرف سوچنا چاہتی تھی' بہت کچھ تھا ذہن میں۔ اسے اب بہت سمجھداری سے رائد کو ہینڈل کرنا تھا۔ وہ اس پر ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ وہ اس کے بارے میں سب کچھ جان چکی ہے بلکہ وہ چاہتی تھی کہ وہ اسے خود بتائے۔ وہ اس سے خوفزدہ یا پریشان نہیں تھی۔ یہ تو اس کی فطرت کا خاصہ تھا کہ وہ کسی کو شرمندہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔ دکھ نہیں دے سکتی تھی۔ بہت صلح جو طبیعت کی تھی۔ وہ ان لوگوں میں سے تھی جو خود تو ہر تکلیف اٹھا لیتے ہیں لیکن ان کی ذات سے کسی کو تکلیف پہنچے' یہ گوارا نہیں کر سکتے۔ وہ کوئی بدمزگی پیدا کرنا نہیں چاہتی تھی اسی لئے سوچ رہی تھی جہاں تک اس سے بن پڑے گا رائد کو خود ہی کسی پیش قدمی سے روکے رکھے گی۔ اگر حالات اس کے بس میں نہ رہے تو پھر دادا جان کو بتانے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ خاندان کے سربراہ اور اس کے سرپرست تھے۔ انہیں اعتماد میں لینا ضروری تھا۔

پورے ہفتے کے دوران ریم بری طرح مصروف رہی۔ تھرڈ اور فائنل کوارٹر بہت زیادہ وقت طلب اور محنت طلب تھا۔ اسے بڑا مشکل اسائنمنٹ ملا تھا۔ اس کے سلسلے میں اسے کئی جگہوں کو وزٹ کرنا تھا۔ ریسرچ کرنی تھی۔ رپورٹ بنانی تھی۔ وقت بھی کم ملا تھا اس لئے وہ سب کچھ بھول بھال کر اس کی تیاری

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

میں مشغول ہو گئی تھی تاکہ اسے وقت پر Submit کر سکے اور اس مصروفیت میں دن گزرنے کا پتہ بھی نہیں چلا۔ ویک اینڈ آگیا اور اسی صبح اسے سارہ کا بھیجا ہوا سامان ملا۔ بہت خوبصورت ڈریسز تھے اور ساتھ ہی ایئررنگز ڈبوں میں گجرے کا طوق تھا۔ اس نے اسی وقت سارہ کو فون کیا۔

شام کو ہی اس نے وہ رائل بلیو سوٹ پہنا جو اسے سب سے زیادہ پسند آیا تھا۔ وہ سب سے خوبصورت تھا بھی، یہ رنگ بھی ریم پر بے حد جچ رہا تھا۔ رائد جس وقت اندر آیا اس پر نظر پڑتے ہی بے اختیار کہہ اٹھا۔

"واؤ! زبردست لگ رہی ہو۔"

"تھینکس!" وہ سادگی سے مسکرائی۔

"یہ رنگ تم کو بہت سوٹ کرتا ہے اور سوٹ تو بہت خوبصورت ہے۔" وہ کپڑوں کی بھی تعریف کر گیا۔

"یہ مجھے ممانی جان نے بھیجا ہے۔ آج ہی سامان آیا ہے اور سوٹ بھی ہیں، دکھاؤں۔" رائد نے لباس کی تعریف کی تھی۔ وہ خوشی سے نہال ہو گئی۔ بھاگ کر کپڑے اٹھا لائی۔ رائد نے سب کی بہت تعریف کی۔ وہ سب کپڑے تھے ہی بہت خوبصورت۔

"ویسے آج میں بھی تمہیں شاپنگ پر لے جا رہا ہوں۔"

"کس خوشی میں۔" وہ الرٹ ہو گئی۔

"میرا دل چاہ رہا ہے اس لئے۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر مسکرایا۔ "پہلے شاپنگ، پھر ڈنر، آخر میں مووی۔"

"میں تو اتنا لمبا پروگرام نہیں۔" ریم نے اسے فوراً ٹوکا۔ "مووی تو میں سرے سے دیکھتی نہیں اور سینما ہال میں تو ناممکن، ویسے بھی دادا جان اتنی دیر تک باہر رہنے کی اجازت نہیں دیں گے۔"

"واٹ؟" وہ تپ گیا۔ "تم میرے ساتھ باہر جا رہی ہو۔ دادا جان کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"نہیں بے شک اعتراض نہیں ہوگا۔ میں خود ایسا نہیں چاہتی۔" وہ بڑے نرم لہجے میں بولی۔

"تم میرے ساتھ جانا نہیں چاہتیں؟" اس نے … حیرت سے ریم کی طرف دیکھا۔ دبا دبا سا غصہ بھی اس کے چہرے پر …

"مجھے تمہارے ساتھ جانے سے انکار نہیں … تمہارے پروگرام سے اختلاف ہے۔ میں مووی نہیں دیکھتی ہوں اور نہیں دیکھوں گی۔ یہ تو طے ہے … تمہیں بھی اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولی۔

"اوکے نو پرابلم۔" کچھ سوچ کر وہ سیدھا ہو گیا۔

"دادا جان کو بتا کر آجاؤ۔ میں باہر گاڑی میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔" اسے جاتا دیکھ کر ریم … رہ گئی۔ اس نے دادا جان کو بتایا کہ وہ رائد کے ساتھ کھانا باہر کھائے گی۔ اپنا GSM اٹھایا اور باہر … گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اس نے رائد پر نظر ڈالی … اسے دیکھ کر … مسکرایا۔ اپنا موڈ بحال کر چکا تھا۔ اسے سیدھا جیولری شاپ لے آیا۔

"پسند کرو۔" … اس نے ریم کے سامنے رکھے۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے رائد۔" وہ جھجک کر پیچھے ہٹی۔ وہ سمجھتی تھی اتنا قیمتی تحفہ دینے کے بعد وہ اس کے بدلے میں کیا ڈیمانڈ کر سکتا تھا کہ کسی کو … یہاں تک۔

"میں اچھی طرح جانتا ہوں ضرورت ہے کہ نہیں، بحث نہیں کرو، پسند کرو جلدی سے ورنہ … چھوڑ دو۔" رائد نے ایک کے بعد دوسرا بریسلٹ اٹھا کر دکھانا شروع کیا۔

"اتنا قیمتی تحفہ میں نہیں لوں گی۔" وہ اور پیچھے ہٹ گئی۔

"یہ لو!" وہ بریسلٹ ہاتھ میں لئے اس کی طرف گھوما۔ "تحفہ تحفہ ہوتا ہے ریم، اس کی قیمت نہیں دیکھی جاتی۔ دینے والے کی محبت دیکھی جاتی ہے۔ وہ کیا اہمیت، کیا مقام رکھتا ہے آپ کی نظر میں، اسے نظر میں رکھا جاتا ہے اور بس۔"

… آنکھوں سے نظریں چرا گئی۔ وہ چہرے … مسکرائی۔

"میں تو تمہیں … کتنا چاہتی ہوں۔ تمہاری محبت، خلوص کا اندازہ ہے مجھے، ثبوت کے لئے تمہارے اتنے قیمتی تحفے کی ضرورت نہیں۔"

"اور مجھے تمہارے مشورے کی ضرورت نہیں۔"

اس نے پلٹ کر دوسرا بریسلٹ اٹھایا۔ ریم کا ہاتھ پکڑا اور اسی وقت اسے پہنا دیا۔ وہ منع کرتی رہ گئی مگر وہ پے منٹ کر کے اس کا ہاتھ تھامے باہر نکل آیا۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی اس کا پھولا ہوا منہ دیکھ کر وہ جلے بھنے انداز میں ہنسا۔

"تم بہت ضدی ہو اس لئے تمہارے ساتھ زبردستی کرنی پڑتی ہے۔"

"یہ ضد نہیں ہے۔ اصول کی بات ہے۔ میں اسے مناسب نہیں سمجھتی۔" وہ ناراضگی کا اظہار کئے بنا نہیں رہ سکی۔

"اپنے اصول اپنے تک رکھو۔ تمہیں میری خوشی کا خیال رکھنا چاہئے۔ ابھی سے مجھ سے قدم ملا کر چلنا شروع کرو۔ زندگی بہت آسان ہو جائے گی۔" وہ بڑے پیار سے بولا۔ انداز … تھا۔

… موڈ خراب کرنا نہیں چاہتی تھی … دل میں تہیہ کر چکی تھی کہ وہ یہ تحفہ دادا جان کو دکھائے گی اور ان سے مشورہ بھی لے گی۔

"آج … کہاں چلیں۔" اسے سوچ میں ڈوبا دیکھ کر بولا۔

"جہاں تمہاری مرضی۔" وہ منہ پھیرے پھیرے بولی۔

"میں اپنی مرضی پر چلا تو تم ناراض ہو جاؤ گی۔" وہ شرارت سے بولا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے بس یہ خیال رکھنا کہ میں … ہوٹلوں پر جانا پسند نہیں کرتی۔"

رائد نے اس پر ایک نظر ڈالی۔ وہ بہت سیریس لگ رہی تھی۔ وہ … کہنا چاہتا تھا مگر اس کی شکل دیکھ کر خاموش ہو رہا۔

ڈنر کے بعد وہ اسے گھر چھوڑ کر باہر سے ہی چلا گیا۔ وہ اندر آئی تو دادا جان کے پاس سیدھی چلی آئی۔ وہ ٹی وی کے سامنے بیٹھے اپنا فیورٹ ٹاک شو دیکھ رہے تھے۔

"دادا جان! یہ مجھے رائد نے گفٹ دیا ہے۔" اس نے بریسلٹ اتار کر ان کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"میں لینا نہیں چاہتی تھی مگر وہ ناراض ہونے لگا تو مجھے لینا پڑا۔"

انہوں نے بریسلٹ پر نظر ڈالی۔ پھر اس کی طرف دیکھ کر متانت سے مسکرائے۔

"وہ تمہارا ہونے والا ہے۔ اتنا تو حق بنتا ہے اس کا۔ تحفے دینا اچھی بات ہے۔ آپس میں محبت و یگانگت بڑھتی ہے۔ ایسا کرو تم بھی اسے ایسا ہی قیمتی سا گفٹ دے دو۔"

ریم کے سر سے بوجھ سا اترا۔ دادا جان کو بتا کر اس نے صحیح فیصلہ کیا تھا۔ اب مشورہ بھی ان سے ہی لینا تھا۔

"کیا دوں، مجھے تو کوئی آئیڈیا بھی نہیں ہے۔"

"کل چلیں گے شاپنگ سینٹر اور وہیں دیکھ کر طے کریں گے۔" انہوں نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا۔

"پھر جب رائد آئے، میرے سامنے اسے یہ گفٹ دینا۔"

ریم کو یک گونہ اطمینان ہوا تھا۔ اس کی رہنمائی اور حفاظت کے لئے دادا جان کا گھنا سایہ اس کے سر پر تھا۔

دوسرے دن وہ دونوں دیر تک شاپنگ سینٹر میں گھومے۔ ریم کو اس دن احساس ہوا دادا جان کس قدر Choosy تھے۔ ریم کو تو ہر چیز فوراً پسند آجاتی مگر وہ "اور دیکھ لیں" کہہ کر آگے بڑھ جاتے۔ بڑی مشکلوں سے انہیں ایک رسٹ واچ پسند آئی تھی مگر وہ واقعی لاجواب تھی۔ جس کے ڈائل پر ڈائمنڈز لگے تھے۔ قیمتی ہونے کے ساتھ ساتھ نفیس بھی تھی۔ وہ ان کی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

پسند کی قائل ہو گئی۔ "فوراً" ہی گھڑی خرید لی گئی۔ وہ اسے جلد سے جلد گفٹ کرنا چاہتی تھی مگر پورا ہفتہ گزرنے کے باوجود رائد نہیں آیا تھا البتہ اس کا فون آگیا کہ وہ دو دن کے لئے نیویارک جارہا تھا۔ ماں سے مل کر آجائے گا۔ ریم اس کے جانے کا مقصد سمجھ گئی تھی۔ ایک دفعہ تو دل میں آیا پوچھ لے بیٹا ہوا کہ بیٹی مگر سختی سے لب بھینچ لئے۔ رائد سے اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اب نہ ہی اس کے معاملات سے۔ اس میں اتنی اخلاقی جرات ہوتی تو اپنی زندگی کے اس گھناؤنے روپ سے خود پردہ اٹھاتے تک۔ ریم کو دوسروں کے گریبان میں جھانکنے کی ان کے رازوں کو فاش کرنے کی بیماری نہیں تھی۔ نہ کسی کو نیچا دکھانے کی عادت تھی۔ اس کی تربیت سارہ نے جن خطوط پر کی تھی وہ اپنی مثال آپ تھے۔

رائد دو دن کا کہہ کر گیا تھا مگر چار دن کے بعد آیا تھا اور آتے ہی اس سے ملنے آگیا تھا۔ وہ اتنا خوش باش اور تر و تازہ تھا کہ ریم اسے دیکھتے ہی سمجھ گئی تھی کہ معاملہ خوش اسلوبی سے طے پایا جاچکا ہے۔ ریم سے بے تحاشہ باتیں کرتے ہوئے کئی بار اس نے کہا کہ پھوپھو اسے بہت یاد کرتی ہیں۔ نعمہ اور ندا کو وہ بہت پسند آئی ہے اور یہ کہ پھوپھو نے خاص طور سے رائد کو تاکید کی ہے کہ وہ ریم کا بہت خیال رکھا کرے۔ وہ لبوں پر ہلکی مسکراہٹ لئے اس کی باتیں سنتی رہی۔ اسے دادا جان کا شدت سے انتظار تھا۔

انہوں نے آتے ہی ریم کو کھانا نکالنے کے لئے کہا۔ وہ سب ڈائننگ ٹیبل پر اکٹھا ہوئے۔ کھانے کے دوران رائد آغا جی سے ہی مخاطب رہا۔ ماں کی باتیں، گھر کے حالات، سب باتیں کیں سوائے اس ایک بات کے جس کے لئے وہ گیا تھا اور جو ریم جانتی تھی۔ کھانے کے بعد کافی کا دور چلا۔ وہ سب اٹھ کر لاؤنج میں آگئے۔ جب ہی ریم نے اس کی طرف گفٹ بڑھایا۔

"یہ کیا؟" وہ حیران ہوا۔ "کس لئے؟"

"میری مرضی۔" وہ سادگی سے مسکرائی۔ "اپنی خوشی پوری کرنے کا مجھے حق نہیں؟"

"احمق لڑکی۔" رائد کا دل جل کر خاک ہو گیا۔ گفٹ بھی دیا تو آغا جی کے سامنے، اس قدر روکھے انداز میں۔

"رکھ لو رائد!" اس نے بڑی محبت اور شوق سے تمہارے لئے خریدی ہے۔ اپنے دونوں بھائیوں حارث اور لبید کے لئے بھی ایسے ہی تحفے لے کر آئی تھی۔"

"وہ ریم سے چھوٹے ہیں ناں تو۔" رائد کی بات آغا جی بیچ میں ہی سے اچک لی۔

"اور تم بڑے بھائی ہونے کے ناطے ریم کا بہت خیال رکھتے ہو۔"

"بڑا بھائی!" رائد کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

"وہ تمہاری شکر گزار ہے اور یہ اس کا چھوٹا سا اظہار ہے۔ تم بھی اس کی فیلنگز کا خیال کرو۔" انہوں نے رائد کا شانہ تھپتھپایا۔ اس کی بگڑی ہوئی شکل دیکھ کر ریم نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔ وہ پھر رکا نہیں، صبح جلدی اٹھنے کا بہانہ بنا کر اس نے ناراض ناراض سے انداز میں خدا حافظ کہا اور چلا گیا۔ ریم ہمیشہ کی طرح اسے دروازے تک چھوڑنے گئی مگر وہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ غضبناک سے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ دھڑ سے بند کیا اور ٹائر چرچراتا ہوا گاڑی نکال لے گیا۔

ریم کا ایک اسائنمنٹ تو مکمل ہو گیا تھا۔ اس نے اسے Submit کرکے چین کی سانس لی۔ دوسرے کے لئے ابھی ایک ہفتہ باقی تھا۔ اس نے رائد سے اب کسی بھی ٹیوننگ کے لئے معذرت کرلی تھی۔ اسے بالکل وقت نہیں دے سکتی تھی۔ اس کے فائنل اگزامز میں ایک مہینہ ہی رہتا تھا۔ رائد اس کی پرابلم سمجھتا تھا اس لئے دوبارہ نہیں کہا۔ وہ زیادہ وقت بیٹھتا بھی نہیں تھا، جانتا تھا وہ رات گئے تک اسٹڈی کیا کرتی ہے۔

بڑی دلچسپی اور لگن سے امتحان کی تیاری میں مصروف تھی اور ساتھ ہی سارا دن یہ خیال بھی خوش

رکھے رہتا کہ اب کچھ دنوں بعد وہ پاکستان جانے والی تھی۔ ماما سے ملنے، انہیں دیکھنے اور ان کی ممتا بھری چھاؤں میں کچھ عرصہ پھر سے گزارنے، جانے کیوں ماما کے ساتھ ساتھ اسے اب تیمور کا خیال بھی آجاتا تھا۔ بہت خوش ہو گا وہ اس کے گھر سے چلے آنے پر، کانٹے کی طرح کھٹکتی جو تھی ہر وقت اسے۔ "اب تو اپنے دوستوں کو بھی گھر لاتا ہو گا" وہ جو وہاں نہیں رہتی۔

ریم نے اپنے امتحان ختم ہونے کے ایک ہفتے بعد کی سیٹ بک کرالی تھی۔ اپنے امتحانوں کے دوران وہ ان بہت سی بزنس میٹنگز اٹینڈ نہیں کرپائی تھی۔ دادا جان سے اسے اہم معاملات پر ڈسکس کرنا تھا۔ اپنے لائرز سے ملنا تھا۔ پھر جانے سے پہلے فل شاپنگ کرنا تھی۔ اب سب کاموں کے لئے ایک ہفتہ کافی تھا۔

جس دن اس کا آخری پیپر تھا اس کی ہاؤس کیپر اپنے گھر میں کسی ایمرجنسی ہونے کی وجہ سے دوپہر سے ہی جا چکی تھی۔ ریم نے اسے اگلے دن تک کی چھٹی دے دی تھی۔ آج دادا کو بھی دیر سے آنا تھا۔ وہ ایک ڈنر پر انوائیٹڈ تھے۔ وہ شام تک سوتی رہی۔ آنکھ کھلی ڈور بیل کی آواز سے۔ وہ جلدی سے اٹھ کر نیچے آئی۔ دروازہ کھولا تو سامنے رائد کھڑا تھا۔

"آج میرا بہت سی باتیں کرنے کا موڈ ہو رہا تھا اس لئے سیدھا یہاں آگیا۔ گھر بھی نہیں گیا۔ ایک ہفتے بعد تم بھی چلی جاؤ گی اور اس ہفتے کے دوران مجھے تمہارا ٹائم نہیں ملنے والا۔" اس کا بکھرا بکھرا حلیہ دیکھ کر رائد نے اپنے جلدی آنے کی وضاحت کی۔ ریم نے ہٹ کر اسے اندر آنے کا راستہ دیا۔

"تم بیٹھو! میں چینج کرکے آتی ہوں۔" وہ اپنے کمرے میں جانے لگی تو وہ کچن کی طرف بڑھا۔

"میں اتنی دیر میں چائے بنا رہا ہوں، تم جلدی آنا۔"

"ارے نہیں، تم بیٹھو، میں آکر بناتی ہوں۔" وہ سیڑھیوں سے پلٹ کر بولی۔ مگر وہ اسے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کچن میں چلا گیا۔ پندرہ منٹ بعد وہ اپنا حلیہ درست کرکے واپس آگئی۔ رائد چائے کے ساتھ اس کے انتظار میں لاؤنج میں بیٹھا تھا۔

"تیاری ہو گئی جانے کی؟" اس نے کپ میں چائے انڈیل کر ریم کی طرف بڑھائی۔

"ابھی کہاں، دو تین دن میں تو میں دادا جان کے ساتھ بھی ہوں۔ اس کے بعد شاپنگ کروں گی۔"

"کتنے دن کا پروگرام ہے تمہارا؟ واپس کب آؤ گی؟" وہ اپنی چائے کا کپ لے کر تھوڑے فاصلے پر پڑے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"اب دو مہینے بعد نیا ٹرم شروع ہو گا۔ میرے خیال سے میں یہ سارا عرصہ ہی گزار کر آؤں گی۔" وہ بڑے آرام سے بولی۔

"تم سے یہ کہنا تو بے کار ہی ہو گا کہ جلدی آجانا کیونکہ تم اپنی مرضی چلاتی ہو ان معاملات میں، میری فیلنگز کا کوئی خیال نہیں کرتیں ایسے وقت۔" وہ شکایت آمیز لہجے میں بولا۔

"رائد! تم یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ میں اکیلی نہیں ہوں۔ ایک پورا خاندان ہے میرے ساتھ۔" ریم نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "اور یہ بات بھی ذہن میں رکھو کہ میرے حالات بھی تم سب سے مختلف ہیں۔ مجھے ہر کسی کا خیال رکھنا ہوتا ہے، سب کو خوش رکھنا چاہتی ہوں۔"

"سب کا خیال رکھو، سب کو خوش رکھو سوائے میرے۔" وہ جل کر بولا۔

"ایسا نہیں رائد!" وہ بڑے رسان سے بولی۔ "دیکھو! میں سمجھتی ہوں کہ یہ میری بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ جن جن لوگوں کی سپورٹ مجھے حاصل ہے، جو اپنی ذات سے بڑھ کر میرا خیال رکھتے ہیں میں انہیں اپنی طرف سے شکایت کا موقع نہ دوں۔ مجھ سے کسی کو ملال ہی نہ ہو، دکھ نہ پہنچے اس لئے مجھے تمہارا بھی خیال رہتا ہے۔"

"اچھا!" وہ دھیرے سے ہنسا۔ "چلو اسی بات پر یہاں آکر بیٹھو، میرے پاس۔" اس نے اپنے ساتھ والی سیٹ پر ہاتھ رکھا۔ ریم نے ایک نظر اس پر ڈال کر سہولت سے انکار کر دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"نہیں! میں یہاں ٹھیک ہوں۔"

"میں تمہیں کھا نہیں جاؤں گا۔" اس نے برا مان کر کہا۔ ریم نے پھر بھی نفی میں سر ہلا دیا۔

"یہ کہو کہ میرا اعتبار نہیں ہے۔" وہ اسے ایموشنلی بلیک میل کرنا چاہتا تھا مگر ریم نے بڑے مضبوط لہجے میں کہنا شروع کیا۔

"اعتبار ہے یا نہیں یہ تو سوال ہی نہیں اٹھتا۔ میں تو اتنا بہت اچھی طرح جانتی ہوں کہ ہمارے مذہب نے کچھ حدود مقرر کی ہیں مرد اور عورت کے مابین اور ہمارے معاشرے کی بھی کچھ Values ہیں جن کا احترام ہر مسلمان پر لازمی ہے۔ اسلام میں محرم اور نامحرم کا Concept بہت واضح ہے اور میں اسے بہت اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ تمہارے اور میرے درمیان ہمیشہ ایک حد فاصل رہے گی کیونکہ تم میرے نامحرم ہو۔"

"میں تمہارا نامحرم ہوں اور جس کے گھر میں دو سال گزار کر آئی ہو۔ تمہارا وہ کزن تمہارا نامحرم نہیں تھا۔" وہ یکایک بھڑک اٹھا۔ ریم نے پریشان ہو کر اس کی طرف دیکھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" رائد کا بھڑکنا اس کی سمجھ سے باہر تھا۔

"تم تو یار! تم اتنی پارسا اس لیے تو نہیں رہی ہوگی۔" وہ زہر آلود لہجے میں بولا۔

"بکواس کر رہے ہو تم۔" ریم کا دماغ بھک سے اڑ گیا تھا۔

"یہ بکواس نہیں حقیقت ہے۔ اس کے گھر میں، ایک ہی چھت کے نیچے دن رات ساتھ رہتے ہوئے کیا اس نے تمہیں کبھی چھوا نہیں ہوگا۔ تم اس کی دسترس میں تھیں، تنہائی بھی ملتی ہوگی۔ کیا اس نے کبھی موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا ہوگا۔" وہ ذہنی اذیت کا شکار تھا۔ شک کا زہر اگل رہا تھا۔ ریم کی چھنی چھنی آنکھوں میں جھانک کر کمینگی سے مسکرایا۔

"تم کتنی حسین ہو۔ اپنے نام کی طرح ہرن کے بچے جیسی معصوم۔ وہ کیسے بچ پایا ہوگا تمہارے ساحرانہ حسن سے۔"

"شٹ اپ۔" وہ یکایک ہوش میں آ کر [illegible] جانے کیسے سنتی رہی تھی اب تک یہ خرافات۔

"میں اس کے گھر میں تھی اور میری وجہ سے وہ گھر سے باہر رہتا تھا۔ اس نے آج تک نظر بھر کر دیکھا تک نہیں۔ تم چھونے کی بات کرتے ہو۔ میری وجہ سے وہ اپنے دوستوں کو گھر نہیں لاتا تھا کہ کسی کی بری نظر مجھ پر نہ پڑے اور تم کہتے ہو اس نے موقع سے فائدہ اٹھایا ہوگا۔" اس نے نفرت سے رائد کی طرف دیکھا۔

"اپنی طرح مت سمجھو [illegible] مردوں کو بھی نہیں سمجھ سکتے تم۔"

"کیا کہنا چاہتی ہو تم؟" رائد نے [illegible] پوچھا۔

"[illegible] تم خود کیا ہو اچھی طرح جانتی ہوں میں [illegible]"

"کیا جانتی ہو؟" [illegible] نے کھوجتی نظروں سے دیکھا۔ شک تو ہو گیا تھا [illegible] اس کی زبان سے سننا چاہتا تھا۔

"سب کچھ۔ [illegible] کے بعد [illegible] شوق نہیں اس لیے چاہتی تھی کہ تم خود اپنے گناہ کا اعتراف کرو مگر اتنی جرأت تم میں نہیں۔ کیونکہ اب بھی اپنی اولاد کو own کر سکتے ہو تم [illegible]"

"تمہیں کیسے پتا چلا؟ کس نے بتایا؟" وہ شرمندہ ہوا مگر شکست تسلیم [illegible] بڑے سرسری انداز میں پوچھا۔

"اس سے تمہیں کیا فرق پڑتا ہے۔ چھپنے والی بات تھی نہیں [illegible] ساتھ لنچ پلان کرتے ہوئے [illegible] کہ تمہارے بچے کے [illegible] پھوپھو کے اڈاپٹ کر لینے سے اس کی ولدیت بدل نہیں سکتی [illegible] اس کے باپ تم ہی کہلاؤ گے چاہے [illegible]"

[illegible] نظروں سے دیکھ رہی تھی اسے رائد [illegible] بظاہر ابھرا ہوا تھا۔

"دیکھو ریم! اب تم جان گئی ہو تو کچھ نہیں چھپاؤں گا تم سے، نہ جھوٹ بولوں گا۔ میری اس سے بہت طویل انوالومنٹ رہی ہے۔ میں اس کے ساتھ Sincere تھا۔ شاید شادی بھی کر لیتا مگر وہ میرے ساتھ Loyal نہیں تھی۔ میرے لیے کچھ بھی Sacrifice کرنے کو تیار نہیں تھی اس لیے میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اسے سمجھنے میں میں نے غلطی کی تھی۔ وہ میرے قابل تھی ہی نہیں، میں اس کے ساتھ کمپرومائز نہیں کر سکتا تھا۔ صرف بچے کی خاطر ساری زندگی اس کے ساتھ نہیں گزار سکتا تھا۔ ان فیکٹ ہم ایک دوسرے کے لیے تھے ہی نہیں، بچہ ہمارے درمیان کڑی نہیں بن سکتا تھا۔ تم سے ملنے سے پہلے ہی یہ فیصلہ ہو چکا تھا۔ میں اسے ہمیشہ کے لیے چھوڑ چکا تھا اس لیے تم اس غلط فہمی کو دل میں جگہ مت دو کہ تمہاری وجہ سے اسے اور اپنے بچے کو چھوڑا [illegible]" [illegible] نے تیزی سے اس کی بات کاٹی۔

"[illegible] مجھے [illegible] نہیں ہے۔"

"تو پھر ناراض کیوں ہو؟" [illegible] پوچھا گیا۔

"[illegible] نہیں ہوں۔" وہ بڑے تحمل سے بولی۔

"تو پریشان ہو [illegible] اس کی بے وفائی پر [illegible] سر جھکا کر چھت کی طرف [illegible]"

"[illegible] بچے کے سلسلے [illegible] ضرورت نہیں۔ وہ [illegible] آنے لگے۔ [illegible] اڈاپٹ کر چکی [illegible] اس سے کوئی تعلق نہیں رہے گا۔"

[illegible] بھی اسی طرح بات کر رہا تھا جیسے [illegible] ایسا ہونا کوئی بڑی بات ہی نہیں [illegible] انسان تھا [illegible]

اپنا بنانا اور اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

"یہ سب تو اس وقت ہوگا جب میں تمہارے ساتھ ہوں گی اور اس کا اب کوئی امکان نہیں ہے۔" وہ سرد لہجے میں بولی۔ رائد کو وہ [illegible] جاتی لگی اور وہ اسے کھونا نہیں چاہتا تھا کسی قیمت پر نہیں۔ اٹھ کر اس کے قریب آ گیا۔

"اگر تمہیں صرف یہ بات پیچھے ہٹنے پر مجبور کر رہی ہے کہ میری کسی سے [illegible] ہے تو یہ کوئی ایسا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ مردوں کی زندگی میں ایسے کئی پڑاؤ آتے ہیں۔ آج میں تم سے سب کچھ کہنے کی ٹھان چکا ہوں کیونکہ اب باقی زندگی تمہارے ساتھ پوری ایمانداری سے گزارنا چاہتا ہوں۔ میری ایک نہیں کئی لڑکیوں سے انوالومنٹ رہی ہے۔ مگر کیا یہ دور ایسا ہی ہوتا ہے۔ کوئی بھی پارسائی کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ کرتا ہے تو غلط کہتا ہے۔ میں نے بھی سب کے ساتھ وقت گزارا ہے بس، اور اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ جتنا مخلص میں تمہارے لیے ہوں، کبھی کسی کے لیے نہیں ہوا۔ آئی لو یو ریم and with my heart and with my soul" وہ اس کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا تھا۔ ریم نے ایک سرد سی نگاہ اس پر ڈالی۔ ٹھنڈے لہجے میں بولی۔

"پلیز رائد! اس ناٹک کو بند کرو۔ میں پہلے بھی تمہارے حق میں فیصلہ نہیں کر سکی تھی کیونکہ میں یہاں رہنا ہی نہیں چاہتی۔ تمہارے میرے بیچ بنیادی اختلاف تو اسی بات پر سر اٹھا آیا کہ تم یہاں رچ بس گئے ہو۔ تمہاری جڑیں یہاں اتنی مضبوط ہیں کہ تم محض میری خاطر یہ سب نہیں چھوڑ سکتے۔ اب تو تمہارا کردار کھل کر میرے سامنے آ گیا ہے۔ آج جو بہتان تم نے میرے اوپر لگایا ہے اسے دوبارہ تمہارے منہ سے سننے سے پہلے میں مرنا گوارا کروں گی اور تم [illegible] کہنے سے باز نہیں رہ سکو گے کیونکہ تم خود [illegible] سوچتے ہو۔ تمہاری نظر اوپر جا ہی نہیں سکتی [illegible] ایک کو اپنی نظر سے دیکھتے ہو اپنا جیسا سمجھتے [illegible] مرد تمہارے جیسے نہیں ہوتے [illegible]

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش
یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے
ہم خاص کیوں ہیں :-

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM
Online Library For Pakistan
Like us on Facebook fb.com/paksociety twitter.com/paksociety1

پارسائی کا دعویٰ نہیں کرتے۔ حقیقت میں پارسا ہوتے ہیں اور میں ایسے ہی مرد کے گھر میں رہی ہوں دس سال تک۔" اس کی آنکھوں میں آنسو آنے لگے مگر اس کے سامنے کمزور پڑنا نہیں چاہتی تھی۔ پلکیں جھپک کر اندر ہی اندر اتار لیے مگر ریم دیکھ چکا تھا۔

"اوکے آئی ایم سوری۔" وہ بالکل نرم پڑ گیا۔ "مجھے غصہ آ گیا تھا۔ آئندہ کبھی ایسی بات نہیں ہوگی۔"

"آئندہ کی کوئی گنجائش نہیں رہی ہے اور پلیز! اب تم جاؤ۔" وہ ایک دم ہی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"دیکھو ریم! ہم اس موضوع پر ابھی بات کر سکتے ہیں۔ بلیو می! میں تمہاری ہر شرط ماننے کو تیار ہوں۔" وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ ریم کو رکنا پڑا اسے سمجھانا پڑا۔

"زندگی شرطوں پر نہیں گزاری جاتی ریمنڈ! تم اس حقیقت کو قبول کر لو کہ میں فیوچر میں تمہارے ساتھ کہیں نہیں ہوں۔ میں یہاں belong نہیں کرتی اس لیے واپس ہو رہی ہوں یہاں کے سارے سلسلے ختم کر کے۔" وہ پھر آگے بڑھنے کو ہوئی مگر وہ اس کے راستے میں آ گیا۔ کمر پر دونوں ہاتھ رکھے تنا کھڑا تھا اور جب بولا تو منہ سے انگارے برسے۔

"میں جان گیا ہوں۔ تم اس کے لیے واپس ہو رہی ہو جس کے ساتھ دس سال رہی ہو جس کی پارسائی کے دعوے کر رہی ہو اور اسی نے تم سے میری محبت، برائٹ فیوچر اور Fortune سب کچھ چھوڑنے پر اکسایا ہوگا۔"

"پھر تم نے بے ہودہ الزام لگایا۔" وہ سلگ کر رہ گئی۔

"تمہارا چلانا آپے سے باہر ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ تمہارے دل میں چور ہے۔ تمہارے گریز کو میں تمہاری شرم سمجھتا رہا کہ تم یہاں کے ماحول کی عادی نہیں ہو۔ تمہیں چھوٹ دیتا رہا کہ تمہیں ایڈجسٹ ہونے میں وقت لگے گا لیکن اب سمجھ آیا۔ اصل بات تو یہ ہے کہ تم اس کی محبت

میں دیوانی ہو۔" وہ غصے میں اندھا ہوا جا رہا تھا۔ جل رہا تھا۔ اس کے چہرے پر کچھ ایسی لپک تھی کہ ریم کی چھٹی حس بیدار ہوئی۔ اسے چاروں طرف خطرے کی گھنٹیاں سی بجتی محسوس ہوئیں۔ وہ اس کے راستے میں کھڑا تھا۔

"ریمنڈ! میرے راستے سے ہٹو۔" اس نے کترا کر نکلنا چاہا۔

"نہیں! اب میں تمہارے راستے سے نہیں ہٹوں گا۔ تمہیں یہاں سے واپس جانے اور کسی کے تعلق میں بھی نہیں چھوڑوں گا۔" اس نے بڑھ کر ریم کو دونوں بازوؤں میں دبوچ لیا۔ وہ اس غیر متوقع حملے کے لیے تیار نہیں تھی۔ اس کے بازوؤں میں پھڑپھڑا کر رہ گئی۔ اس کی دست درازیوں پر اس سے لڑنا کہ اب آپ کو چھڑانا چاہا تو گھبرا رہی تو اس نے ڈالا۔ اس نے پھر بھی نہیں چھوڑا تو پوری قوت سے اس کے بازو میں دانت گاڑ دیے۔ ریمنڈ بلبلا اٹھا۔ اس کے بازوؤں کی گرفت ڈھیلی پڑی اور بس یہ ایک لمحہ ریم کے لیے بہت تھا جیسے کوئی غیر مرئی طاقت اس کے جسم میں حلول کر گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے پوری قوت سے اسے دھکیلا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گرا۔ سنبھلتے سنبھلتے بھی گرا اور اس کے اٹھنے سے پہلے وہ بھاگ کر سیڑھیاں چڑھ گئی۔ اپنے کمرے کا دروازہ بند کر کے وہ وہیں فرش پر دروازے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ دل جیسے توڑ کر باہر نکل رہا تھا۔ آنکھوں کے آگے پانی کی چادر سی تنی تھی کہ کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس سے تو سانس لینا بھی دوبھر ہوا جا رہا تھا۔ چیخنا چاہتی تھی تو آواز نہیں نکل رہی تھی۔ ریمنڈ سنبھل کر اس کے پیچھے آیا تھا اور اب بند دروازے کے پیچھے کھڑا اس سے معافی مانگ رہا تھا۔

"ریم! میرا یقین کرو۔ مجھے معاف کر دو۔ میں نشے میں تھا، مجھے پتا نہیں چلا کہ کیا کر رہا تھا۔ بلیو می! میرا تمہیں نقصان پہنچانے کا بالکل ارادہ نہیں تھا۔ میرا اعتبار کرو۔ پلیز!" ریم نے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے اور اس کی آواز بھی نہ آئے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"میرا دروازہ نہ کھولو، بس اتنا کہہ دو تم نے مجھے معاف کیا۔ پلیز ریم! تم سن رہی ہو نا، مجھے معاف کر دو۔" وہ اس کی صورت دیکھنے کی بھی روادار نہیں تھی مگر کہہ بھی نہیں سکی کہ وہ چلا جائے۔ آواز نکل ہی نہیں پا رہی تھی۔ بہت دیر وہ گڑگڑاتا رہا، معافیاں مانگتا رہا، پھر تھک کر چلا گیا۔

"ہو سکے ابھی جا رہا ہوں لیکن پھر آؤں گا، تمہیں اپنا یقین دلاؤں گا۔ جب تک تم مجھے معاف نہیں کر دو گی، مجھے چین نہیں آئے گا۔"

اس کے دور ہوتے قدموں کی آواز سنائی دی، پھر گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی۔ وہ بے اختیار اٹھی اور اپنے کمرے کی کھڑکی سے جھانکا۔ وہ واقعی جا رہا تھا۔ وہ اس وقت تک کھڑی اسے جاتا دیکھتی رہی جب تک موڑ پر اس کی گاڑی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئی۔ اس کے ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے مگر حواس بحال رکھنے کی کوشش میں لگی تھی۔ سب سے پہلا خیال اسے یہی آیا کہ گھر کھلا پڑا ہے۔ کوئی اور بھی اندر گھس سکتا ہے۔ وہ اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر نیچے آئی۔ سب سے پہلے داخلی دروازے کی طرف بڑھی۔ وہ لاکڈ تھا۔ رائد جاتے جاتے اسے بند کر گیا تھا۔ ریم نے باقی کھڑکیاں چیک کیں۔ کچن سے نکلنے والا باہر کا دروازہ دیکھا۔ سب کچھ لاکڈ تھا۔ واپس لاؤنج میں آئی۔ چاروں طرف دیکھا۔ وہاں گڑبڑ کے کوئی آثار نہیں تھے البتہ سیڑھیوں کے نیچے اس کا دوپٹہ پڑا ہوا تھا جس کا آنچل ریلنگ میں پھنس کر پھٹ گیا تھا۔ وہ اپنا دوپٹہ اٹھا کر دوبارہ اپنے کمرے میں آئی۔ دروازہ لاکڈ کیا۔ ایک دم سے برسوں کی تھکن محسوس ہونے لگی تھی۔ تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑنے شروع ہوئے تو تکلیف کا احساس بڑھنے لگا۔

اس کے دونوں بازوؤں میں شدید کھنچن ہو رہی تھی۔ وہ مرے مرے قدموں سے چلتی آئینے کے آگے کھڑی ہوئی۔ اپنے آپ کو دیکھا۔ اس کی قمیص کی آستین کندھوں پر سے ادھڑ گئی تھی۔ اس نے آستین اوپر سرکا کر دیکھا۔ بازو کی کھال جگہ جگہ سے سک گئی تھی اور وہ حصہ اب نیلا ہو رہا تھا۔ اس کی گردن پر بھی دوپٹہ کھینچنے سے رگڑ لگی تھی اور وہاں بھی ہلکی خراشیں تھیں جن میں جلن ہو رہی تھی۔ تکلیف کے ساتھ ساتھ شدت سے اپنی تذلیل کا احساس ہوا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی اور جانے کب تک روتی رہی۔ یہ اس کا اپنا گھر اور اپنے گھر میں ہوتے ہوئے اس کی عزت پر بن آئی تھی۔

دادا جان کے آنے کا وقت ہو رہا تھا اور وہ اس حالت میں کسی صورت ان کا سامنا کرنے کو تیار نہیں تھی۔ اپنے آنسوؤں کو روکتی جلدی جلدی اٹھی، کپڑے بدلے، منہ ہاتھ دھویا اور کمرے کی لائٹ آف کر کے بیڈ میں دبک گئی۔

دادا جی آ گئے تھے اور ان کی آہٹ محسوس کر کے وہ سوتی بن گئی تھی۔ انہوں نے اس کے دروازے پر ہلکی سی دستک دی [illegible] پھر اسے سوتا سمجھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔ دل تو چاہ رہا تھا بھاگ کر جائے اور ان کے سینے سے لگ کر انہیں سب کچھ بتا دے۔ وہ ابھی کس ordeal سے گزری تھی مگر کیسے بتاتی؟ کن الفاظ میں؟ سوچ سوچ کر تھک گئی۔ نیند کیا آتی، صرف سوچوں کی یلغار تھی جو دماغ کی چولیں ہلائے دے رہی تھی۔ جس گھر میں اس نے [illegible] گزارے تھے وہ اسے اپنا گھر نہیں سمجھتی تھی مگر وہاں اسے گرم ہوا نے چھوا تک نہیں تھا اور اس کا اپنا گھر جہاں وہ آزادی کا سانس لے رہی تھی، اپنائیت کا بھرپور لطف اٹھا رہی تھی، آج اسے غیر محفوظ لگ رہا تھا۔ ہر کھٹکے پر دل اچھل کر حلق میں آ جاتا۔ آنکھ بند کرتی تو محسوس ہوتا کمرے میں کوئی ہے اور جھٹکے سے آنکھیں کھول دیتی۔ ساری رات اسی کیفیت میں گزار کر آخری پہر نیند جا کر آنکھ لگی تھی۔ پھر فون کی بیل پر اس کی آنکھ کھلی۔ گھڑی پر نظر ڈالی۔ صبح کے آٹھ بج رہے تھے۔ اس نے یہ سوچ کر فون ریسیو کیا کہ دوسری طرف رائد ہو گا اور وہ اس کی بات سنے بغیر فون بند کر دے گی مگر دوسری طرف تیمور کی آواز سن کر اس کی آنکھیں پوری طرح کھل گئیں۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"ہیلو ریم! میں تیمور بول رہا ہوں۔ [illegible]" وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"آپ کب آئے اور مجھے پہلے بتایا بھی نہیں۔"

"اصل میں ایمرجنسی میں آنا پڑا۔ تمہارے اگزامز ہو رہے تھے اس لیے نہیں بتایا کہ تم ڈسٹرب ہو گی۔" مگر ریم نے اس کی پوری بات سنی ہی نہیں۔ ایمرجنسی کا سن کر اس کو پتنگے لگ گئے۔

"سب خیریت ہے نا۔" اس کا دل کانپا۔

"ان لیکٹ ڈیڈ کو پچھلے ہفتے انجائنا کا اٹیک ہوا تھا۔" وہ رک رک کر بولا۔ جانتا تھا کہ وہ شور مچانے لگی ابھی۔

"پچھلے ہفتے اٹیک ہوا تھا۔" وہ اس کی بات کاٹ کر چیخی۔ "اور آپ مجھے اب بتا رہے ہیں۔"

"ڈیڈ نے منع کر دیا تھا۔ ایک تو تمہارے اگزامز ہو رہے تھے دوسرے ہمارا خود امریکہ آنے کا ارادہ بھی [illegible] خواہ مخواہ پریشان [illegible] ڈیڈ کی طبیعت [illegible] ہم انہیں لے کر [illegible]"

"اب کیسے ہیں ماموں جان؟" "اب وہ [illegible]"

"ریم پلیز! تم رو نہیں اور پریشان [illegible] بالکل ٹھیک ہیں۔" وہ بڑے پیار سے اسے [illegible]

[illegible]

"شفٹ ہو جائیں گے۔ بس تم تیاری کرو اور دیکھو پریشان مت ہونا۔ ڈیڈ تم سے ملنے کے لیے بے چین ہیں۔ میں تمہیں لینے آؤں گا۔ اوکے اللہ حافظ!"

فون بند کرتے ہی وہ کمرے سے نکلی۔ دادا جان اسے کوریڈور میں ہی مل گئے۔ اسی وقت اپنے کمرے سے نکلے تھے۔

"دادا جان!" وہ ان سے لپٹ کر رو دی۔

"ارے ارے نہیں بیٹا! تم تو بہت بہادر ہو، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو، سب ٹھیک رہے گا۔" وہ اسے تھپکتے ہوئے بولے۔

"چلو تیار ہو جاؤ، زیادہ وقت نہیں ہے۔"

"پہلے آپ کا سوٹ کیس تیار کر دوں دادا جان!"

"میں اپنی پیکنگ کر چکا ہوں۔ مجھے تو وہیں رکنا ہے بس، تم اپنی تیاری کرو، تمہیں ابھی وہیں رہنا ہو گا۔" وہ اسے واپس اس کے کمرے میں چھوڑ گئے۔ وہ سب کچھ بھول کر سامان سمیٹنے میں لگ گئی تھی۔ جس وقت وہ دادا جان کے ساتھ شفا کو پہنچی، سہ پہر ڈھل رہی تھی۔ تیمور اور ایبڈ انہیں لینے آئے تھے۔

"میں پہلے بھابھی سے مل جاؤں گی۔" سلام دعا کے بعد اس نے فوراً ہی تیمور سے کہا۔

"ہاں! ہم اوپر سیدھے وہیں جا رہے ہیں۔ ڈیڈ خود بھی جلد سے جلد تمہیں دیکھنا چاہتے ہیں۔"

راستے میں تیمور اسے بیماری کی تفصیل بتاتا رہا اور وہ بار بار اپنے بہتے آنسو پونچھتی رہی۔ اس وقت وہ سب کچھ بھول گئی تھی۔ بس ماموں جان کی صورت نگاہوں میں گھوم رہی تھی اور ان کی تکلیف کا سوچ سوچ کر دل بیٹھا جا رہا تھا۔ انہیں دیکھ کر تو وہ بالکل ہی ضبط کھو بیٹھی تھی۔ کس قدر کمزور ہو رہے تھے، بیمار نظر آ رہے تھے وہ۔ ماموں نے اسے اپنے سینے میں بھر لیا اور [illegible] سے باہر لے آئیں۔

"آپ نے مجھے اسی وقت کیوں نہ بلایا۔" ایک ہی [illegible] تھی اس سے اور سارہ سے [illegible] شکایت [illegible] کو بھی [illegible] جا رہی تھیں [illegible] ان دونوں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے پاس چلے آئے۔

"ریم! اپنا خود کو سنبھالو اور چل کر اپنے ماموں جان کے پاس بیٹھو۔ وہ تم سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔" بڑی مشکلوں سے اس نے خود کو کمپوز کیا۔ اندر کمرے میں آئی۔ تیمور ماموں کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا اور وہ دھیرے دھیرے لے رہے تھے۔ ریم کو دیکھتے ہی انہوں نے اشارے سے اپنی طرف بلایا۔

"ادھر بیٹھو میرے پاس۔" ریم بیڈ پر ٹک کر ان کا دوسرا ہاتھ تھام لیا۔ انہوں نے بھرپور نظر ریم پر ڈالی۔ پھر تیمور کو دیکھا۔

"تیمور! میری ایک خواہش ہے' پوری کرو گے بیٹا۔"

"آپ حکم کریں ڈیڈ!" تیمور نے ان کا ہاتھ چوما۔

"میں نے اپنی مرحوم بہن سے ایک وعدہ کیا تھا۔ مرنے سے پہلے اسے پورا کر کے سرخرو ہونا چاہتا ہوں۔"

"ڈیڈ!" تیمور تڑپ اٹھا "آپ کو کچھ نہیں ہوگا ڈیڈ!"

"زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں بیٹا' کون جانے کل کے بعد میری زندگی میں صبح آنے کی کہ نہیں' زندہ رہا تو تم دونوں کو پھلتے پھولتے دیکھ لوں گا۔" وہ بہت دھیرے دھیرے بول رہے تھے۔ رک کر گہری سانس لی۔

"آج اپنی زندگی میں ریم کا تمہارے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہوں' ابھی اسی وقت' تمہیں اعتراض تو نہیں؟"

"آپ نے کیسے سوچا ڈیڈ کہ آپ کی بات سے انکار کر سکتا ہوں۔ آپ کی خواہش سر آنکھوں پر۔" تیمور نے ان کا ہاتھ چوم کر آنکھوں سے لگایا۔

"ریم! تمہاری مرضی بھی مقدم ہے بیٹی۔" انہوں نے گم صم بیٹھی ریم کی طرف بڑے مان سے دیکھا۔ ریم نے کسی روبوٹ کی طرح اثبات میں سر ہلایا اور ان کا ہاتھ آنکھوں سے لگا کر رو دی۔

[illegible]

سائرہ نے [illegible] کر تائی جی کی طرف دیکھا۔

"بسم اللہ کیجئے! نیک کام میں دیر کیسی۔" انہوں نے بڑی خوش دلی سے رضامندی کا اظہار کیا۔ نکاح خواں کا انتظام کیا جا چکا تھا۔ ریم کی طرف سے تایا جی اور ایزد گواہ بنے اور تیمور کے لئے ریم کے چچا اور حارث نے گواہ کے طور پر دستخط کیے۔ یوں مشکل میں دونوں ایک دوسرے کی زندگی بھر کے ساتھی بن گئے۔ بظاہر الگ منزل کو جانے والے اب ایک ہی راہ کے مسافر ہو گئے تھے۔ نکاح ہوتے ہی ماموں نے ریم کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ اس کی پیشانی چومی۔

"میری برسوں کی تمنا آج پوری ہو گئی۔ [illegible] چاند' میری آنکھوں کی ٹھنڈک۔" [illegible] پیار کر رہی تھیں۔

"اس خوشی میں منہ تو میٹھا کرائیے آنٹی!" حارث [illegible] اس کے منہ میں ٹھونسا۔

"امی! یہ مشکل ملی ہے آپ۔" ایزد نے فوراً انکوائری کی۔

"تیمور بھائی لائے تھے' [illegible] اپنی جیب میں چھپا کر۔" حارث بھنا کر بولا تو سب [illegible]

"استغفراللہ! [illegible] کے ساتھ میں کیا تھا [illegible] اتنا تو مجھے معلوم تھا کہ قاضی کے ساتھ ساتھ مٹھائی بھی آنی چاہئے۔" حارث نے اس کے آگے مٹھائی کا ڈبہ اٹھایا اور تیمور کی طرف بڑھایا۔

"یہ لو جناب! منہ میٹھا کرو۔" تیمور کو مشکل [illegible] کر اپنا تو سب کی [illegible] دیکھ کر وضاحت کی۔

"ارے بھائی! چاند سورج کی جوڑی ہوئی ہے [illegible] امریکہ میں رہتے ہوئے بھولا تھوڑی ہوں۔ اسلامیات اچھی ہے میری' آپ لوگ حیران نہ ہوں۔ ایزد کے منہ بولنے سے پہلے مٹھائی چکھ لیں۔" ایزد کو بھی [illegible] پسند تھی۔ کھانے پر آتا تو کسی کے لئے کچھ نہیں چھوڑتا تھا۔ سب لوگ بے انتہا خوش تھے۔ ہاسپٹل کے کمرے میں جیسے شہنائیاں سی بج اٹھی تھیں۔

"ریم! میرے پاس آکر بیٹھو۔" ماموں جان [illegible] سے اٹھ کر

پاس آگئی۔

"خوش رہو۔" انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ ان کے چہرے پر پھیلے گہرے سکون کو دیکھ کر ریم نے مسکرا کر سر جھکا لیا۔

"اگر واپسی کا سفر نصیب ہوا تو تمہارے بغیر نہیں جاؤں گا۔"

"آپ جلدی سے ٹھیک ہو جائیے۔ پھر مجھے آپ سے ایک لمبی لڑائی کرنی ہے۔ آپ نے مجھے اپنی بیماری کی اطلاع نہیں دی۔ اکیلے اتنی تکلیف جھیلی۔" وہ آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔

"اچھی بات ہے۔" وہ بہت دھیرے سے ہنسے "اب تو اپنے خدا سے لڑ کر تمہارے پاس لڑنے کے لئے واپس آنا پڑے گا۔"

"کیا سازش ہو رہی ہے سسر بہو میں' ہم بھی تو سنیں۔" دادا جان قریب آئے تو ریم اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ انہوں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اپنے ساتھ لگایا۔

"آپ چھوٹا بندی کو لے اڑے۔ اچھا سلوک کرتے ہیں رضا میاں [illegible] ہمیں اتنے دن کے لئے بس دیا تھا۔ ابھی تو وداعی بھی نہیں ہوا تھا۔ اب ہم ایسے نہیں بھیجیں گے' اپنی بچی کو دھوم دھام سے رخصت کریں گے۔"

خوب رونق لگی ہوئی تھی مگر اب وزٹنگ ٹائم ختم ہو چکا تھا۔ ان سب کو دل نہ چاہتے ہوئے واپس جانا پڑا۔ تیمور نے سائرہ کو زبردستی گھر بھیج دیا تھا اور خود ڈیڈ کے پاس ہاسپٹل میں رک گیا تھا۔ وہ سائرہ کے ساتھ چچا کے گھر پہنچی تو [illegible] نے اسے دیکھتے ہی نعرہ لگایا۔

"[illegible] ریم! شام سے رانی [illegible] فون [illegible] میں نے کہا ریم تو ہاسپٹل گئی [illegible] اب تم اسے فون کر کے [illegible] اب ساتھ آنے والی نہیں۔"

[illegible] رانی کا نام سنتے ہی [illegible] کل سے بھولی ہوئی شام [illegible] کل سے آج تک ریم کی

تو دنیا ہی بدل گئی تھی۔

دوسرے دن صبح ہی صبح آپریشن ہونا تھا۔ کسی کو نیند کیا آتی' سائرہ اور ریم ایک ہی مصلے پر ساری رات بیٹھی رہی تھیں اور صبح ہوتے ہی ہاسپٹل پہنچ گئی تھیں۔ کئی گھنٹوں کے جان لیوا انتظار کے بعد ڈاکٹرز کی صورت نظر آئی تھی۔ آپریشن کامیابی سے ہو چکا تھا۔ ان سب کی دعائیں رنگ لائی تھیں۔ رضا کو نئی زندگی ملی تھی۔ چوبیس گھنٹوں بعد وہ خطرے سے باہر نکل چکے تھے۔ ان کے پوری طرح ہوش میں آنے کے بعد انہیں تھوڑی دیر کے لئے بٹھایا بھی گیا۔ اب وہ سب سے بات کر سکتے تھے اور جس رفتار سے ریکور ہو رہے تھے ڈاکٹرز بہت مطمئن تھے۔

"تیمور! تم ریم کو لے کر گھر جاؤ۔ تمہارے ڈیڈی کے پاس آج میں رہوں گی۔ تم دو دن سے پل بھر کے لئے ان کے پاس سے نہیں ہٹے۔ اب گھر جا کر آرام کرو۔" سائرہ نے تیمور کے ناراض ہونے کے باوجود زبردستی اسے ریم کے ساتھ بھیج دیا۔

گاڑی تک دونوں خاموشی سے آگے پیچھے چلتے آئے۔ گاڑی میں بیٹھ کر بھی وہ خاموش تھی۔ اس کی طرف سے منہ موڑے باہر ایسے دیکھ رہی تھی جیسے پہلی دفعہ شہر میں نکلی ہو۔ تیمور نے دو تین دفعہ اس کی طرف دیکھا مگر وہ متوجہ نہیں ہوئی۔ جانے کہاں گم تھی۔ اس کے آنچل سے اٹھتی Isabella کی دیوانہ کر دینے والی مہک تیمور کو دیوانہ کرنے لگی تو اس نے گاڑی سڑک کے کنارے ایک پارک کے سامنے روک دی۔

"کیا ہوا؟" وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔

"خیر ہو خدا کرے۔" وہ زیر لب بڑبڑاتا ہوا گاڑی سے اترا۔

ریم سمجھ نہیں سکی تھی۔ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔ وہ اتر کر گھوم کر اس کی طرف آیا اور اس کا دروازہ کھولا۔

"[illegible] تھوڑی دیر واک کریں گے۔" وہ اتر کر خاموشی سے اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ دونوں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

بازو لپیٹے' سر جھکائے۔

"اتنا عرصہ لگے گا تمہیں اس شاک سے نکلنے میں۔" ریم نے بے ساختہ سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں ہاتھ جینز کی پاکٹ میں ڈالے' سر اٹھائے' تاروں بھرے آسمان کو دیکھ رہا تھا۔ بے نیازی کا وہی عالم تھا۔ ریم کا دل انجانے دکھ سے بھر گیا۔

"آپ شاکڈ نہیں ہیں؟" الٹا اسی سے پوچھ بیٹھی۔

"نہیں! بالکل نہیں۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"کیوں؟" بلا ارادہ ریم کے منہ سے نکلا۔

"بھولی نے مانگا' وہ مل گیا۔ جانے کب سے عشق ایمان تھا تم پر۔" وہ نشیلی آواز بنا کر بولا۔ ریم کو لگا وہ اس کا مذاق اڑا رہا ہے۔

"دیکھو!" اس نے شہادت کی انگلی اٹھائی۔ "جھوٹ نہیں بولنا۔"

"واہ' کیا پروگریس ہے۔ نکاح ہوتے ہی آپ سے تم پر اتر آئیں۔ رخصتی کے بعد تو یقیناً "تو" کا صیغہ استعمال ہوگا۔" وہ رک کر شرارت سے بھرپور نظر اس پر ڈال کر بولا۔

"مسوری!" وہ نظریں جھکا گئی۔

"اونہوں! مجھے کوئی اعتراض نہیں' تو تکار' گالم گلوچ' مار پیٹ' سب کچھ سہنے کے لیے ذہنی طور پر تیار ہوں میں۔" آخر سیال کی ہوا جو لگ گئی ہے تمہیں' پلی نے تو اثر کر دکھایا ہے۔" وہ اسے اوپر سے نیچے تک دیکھتا شوخی سے کہہ رہا تھا۔ وہ تپ سی گئی۔

"ایسی کیا تبدیلی آگئی ہے مجھ میں؟"

"پہلے سے بہت زیادہ حسین ہو گئی ہو۔" وہ بڑے جذب سے بولا۔ ریم نے تیکھی نظریں ڈالیں۔

"پہلے کبھی دیکھا تھا آپ نے مجھے؟"

"اوہو! تو یہ شکوہ بھی ہے۔" وہ بے ساختہ زور سے ہنسا۔ وہ ناراض ہو گئی۔ وہ واقعی مذاق اڑا رہا تھا۔

"یار! بیویاں تو شوہروں کے منہ سے اپنی تعریف سن کر خوشی سے پھول کر کپا ہو جاتی ہیں۔ تم ناراض سی

سے پھول کر کپا ہوئی جا رہی ہو۔" دونوں چلتے چلتے شاپ تک آگئے تھے۔

"بیٹھو!" اس نے کرسی کھینچ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے بٹھایا۔ دوسری کرسی کھینچ کر اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"کیا ہوگی؟" اس نے اشارے سے ویٹر کو بلایا۔

"کچھ نہیں۔" وہ منہ پھلائے بیٹھی تھی۔

"ناراض کیوں ہو؟" اس نے ہنس کر چھیڑا۔ ویٹر آگیا تھا۔ تیمور نے دو کپ کافی کا آرڈر دیا۔ ویٹر کے جاتے ہی وہ بولی۔

"بات نہیں کا لیں' مجھے سچ سچ بتائیں۔"

"سچ سچ ہی تو بتایا ہے۔" وہ مزے سے بولا۔

"بیوقوف نہیں ہے۔" وہ چڑ گئی۔

"تو پھر کیا ہے' بتا تی ہو تو بتاؤ۔" وہ بڑے آرام سے بولا۔

"آپ نے ماما پاپا کی خواہش کا احترام کیا ہے۔ اپنے اوپر جبر کر کے۔" وہ چپ ہو گئی۔ وہ مسکرائے جا رہے تھا۔

"ورنہ!" وہ اس کی طرف جھک کر پوچھنے لگا۔

"آپ نے ایسا بھی نہیں چاہا ہوگا۔"

"کیوں نہیں چاہا ہوگا۔" وہ تھوڑا سنجیدہ ہوا۔ "اتنے یقین سے کیسے کہہ رہی ہو تم۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر رہ گئی۔ فوری جواب نہ بن پڑا۔ پھر ہمت کر کے بولی۔

"میرے ساتھ آپ کا رویہ۔"

"کیا بہت خراب تھا؟" وہ ہونٹ دانتوں تلے دبا کر مسکرایا اور ریم کو آگ لگ گئی جیسے۔

"نہیں' نفرت کی حد تک بیزار کن۔"

وہ پہلے تو جی بھر کر ہنسا۔ پھر بالکل سنجیدہ ہو گیا۔

"میرا خیال ہے میں تمہاری ساری غلط فہمیاں' سارے اندیشے ابھی اسی وقت دور کر دوں تاکہ جب ہم لوگ گھر جائیں۔ لیے آنکھیں تو تم میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر فرمائش کرو۔ چلو دلدار چلو چاند کے پار چلو۔" وہ پھر پٹری سے اتر گیا۔ اس کی شرم کی

مسکراہٹ پر ریم اپنی بے ساختہ امڈ آنے والی مسکراہٹ کسی طرح نہ چھپا سکی۔ کافی آگئی تھی۔ تیمور نے اس کا کپ اس کے آگے کھسکاتے ہوئے خود بھی کافی کا ایک سپ لیا۔

"وہ شروع کرو' کافی پیتے ہوئے کہانی سننے کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔" ریم مسکرا کر اپنے کپ پر جھک گئی۔ تیمور نے تین سپ لے کر اس کی طرف دیکھا۔

"دس سال پہلے جب تم ڈیڈی کی انگلی پکڑے میرے گھر میں داخل ہوئیں تو میں کسی طرح تمہیں قبول نہیں کر پایا تھا مگر وہ میرا نا سمجھی کا دور تھا۔ میں اس وقت innocent تھا۔ یہ وہ زمانہ ہوتا ہے جب ذہن بہت الجھا ہوا ہوتا ہے۔ ہر آنے والی تبدیلی کو ذہن مشکل سے قبول کرتا ہے۔ بچے کی شخصیت بن رہی ہوتی ہے۔ کسی کی اہمیت اسے اچھی نہیں لگتی۔ وہ اپنے آپ کو ہر رویے میں بالکل ٹھیک سمجھتا ہے اور دوسروں کو غلط' خاص طور سے اپنے بڑوں کو۔ تمہارے مجھے مما اور ڈیڈ کے لیکچر سننے پڑتے اور میں بدلہ تم سے لیتا۔ اسی وقت میں نے تمہارے ساتھ بہت زیادتیاں کیں۔ جب شعور آیا تو احساس ہوا کہ تم پر تو دیسے ہی ایک قیامت گزر چکی ہے کہ ماں باپ' گھر بار سب سے ایک جھٹکے میں محروم ہو چکی ہو۔ مجھے اپنے رویے پر بہت ندامت ہوئی۔ میں سوچتا تھا کہ تم کبھی مجھے معاف نہیں کرو گی۔ اسی خیال میں تم سے اور دور ہوتا گیا۔ پھر وہ دور آیا جب مجھے ایک نیا احساس ہوا کہ تم میرے گھر میں رہ رہی ہو۔ تمہاری حفاظت میرے ذمے ہے۔ تم کو ہمارے سپرد کیا ہے۔ امانت میں کسی قسم کی خیانت نہیں ہونی چاہیے۔ میرے لیے یہ ایک بہت بھاری ذمہ داری ہے اسے پورا کرنا میرا ایمان کا حصہ ہونا چاہیے۔ مرد اور عورت کے درمیان شیطان کو آتے دیر نہیں لگتی اور انسان بہت کمزور ہوتا ہے۔ تمہاری معصومیت' تمہارا بھولپن اس بات کا متقاضی تھا کہ تم ان نزاکتوں کو نہیں سمجھتیں۔ مجھے بھی اسی طرح اور محبت کی طالب رہتی تھیں تو تمہیں سمجھانا اور

محبت سے ملتی تھیں۔ ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے تم سے فاصلے برقرار رکھنا بہت مشکل تھا مگر بہت ضروری بھی تھا اور شاید میرا انداز صحیح نہیں تھا جو تم بدگمان ہو گئیں ورنہ یقین کرو! میں نے تم سے کبھی نفرت نہیں کی۔ کبھی بیزار نہیں ہوا۔ ہمیشہ تمہاری عزت کی۔ عزت کا خیال رکھا البتہ تم سے پیار تمہارے گھر چھوڑ کر آنے کے بعد ہوا۔"

ریم نے بے ساختہ نظریں اٹھا کر تیمور کی طرف دیکھا۔ وہ دلفریبی سے مسکرایا۔ اس کا ہاتھ اپنی دونوں ہتھیلیوں کے بیچ جکڑ کر اپنی ٹھوڑی کے نیچے رکھا۔

"یاد ہے وہ طوفانی بارش کی رات! جب تم پہلی دفعہ میرے اتنے قریب آئی تھیں اور پھر مجھ پر بجلی گرا کر چلی گئی تھیں۔ یہ کہہ کر کہ تم ہمیشہ کے لیے جا رہی ہو۔ میں ساری رات سو نہیں سکا تھا۔ عجیب سی کیفیت تھی میری۔ بس دل چاہتا تھا جھنجوڑ ڈالوں تمہیں' کیوں جا رہی ہو تم' میں کیا چاہ رہا تھا خود بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ جس رات تم نے گھر چھوڑا۔ اس صبح مما تمہیں یاد کر کے بہت اداس ہو رہی تھیں۔ صرف تمہاری باتیں کر رہی تھیں۔ میں نے انہیں چھیڑا کہ تم اگر واپس نہیں آئیں تو وہ ایک ڈوم بڑا کر لیں۔ تم چاہو نہ چاہو' میں چاہوں نہ چاہوں' ہم دونوں کو ہمیشہ اسی گھر میں ایک ساتھ رہنا ہے اور ان کی بات سمجھ میں آتے ہی میری ساری بے چینی' ساری الجھن ختم ہو گئی۔ جان گیا کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ جب جان گیا تو فیصلہ کرنا کیا مشکل تھا۔ فیصلہ یہی ہوا کہ جو حسینہ میرے لیے کمرہ گرم کر کے خود سردی میں باہر کھڑی ہو کر میرا انتظار کرے۔ خود بے آرام ہو کر میرے آرام کا خیال رکھے' جس وقت مجھے کافی کی شدید خواہش ہو رہی ہو' وہ بھاپ اڑاتی کافی لیے میری منتظر ملے' وہی صرف وہی مجھ جیسے لاابالی' اپنے سے بھی بے پروا' خوبصورت سے نوجوان کو ساری زندگی سنبھال سکتی ہے۔ جب یہ فیصلہ ہوا تو محبت بھی بڑی شدت سے ہوئی۔ تم نے اچھا کیا۔ مجھے چھوڑ کر چلی آئیں ورنہ اس واردات کے بعد خود پر اختیار رکھنا بہت مشکل

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  پریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رزیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

ہوتا جیسے اس وقت ہو رہا ہے۔" ریم نے فوراً" اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ تیمور بے ساختہ زور سے ہنس دیا۔

"ہاتھ ادھر دو اپنا۔"

"نہیں۔" ریم نے اپنے دونوں ہاتھ گود میں رکھ لیے۔

"بیوی! تمہیں انگوٹھی پسند آئی ہے۔ یہ دیکھو، جب سے جیب میں لئے پھر رہا ہوں۔" اس نے چھوٹی سی ڈبیہ جیب سے نکال کر پیش کی۔

"یہ کب خریدی؟" ریم حیران رہ گئی۔ "پہلے سے تو ایک لمحے کو بھی ادھر ادھر نہیں ہوئے۔"

"کراچی میں ہی خریدی تھی۔" وہ اسے انگوٹھی پہناتے ہوئے بڑے جذب سے بولا۔ "ویسے پروگرام کا کچھ کچھ اندازہ ہو گیا تھا مجھے نہ بھی ہوتا تو تم سے اظہار عشق کا اور تمہیں پابند کرنے کا پکا ارادہ تھا میرا۔"

"اور جیسے میں تو تیار ہی بیٹھی تھی نا۔" ریم نے اسے چڑایا۔ اس کا اعتراف سن کر ہلکی پھلکی ہو گئی تھی۔ اب کہیں جا کے آنکھوں میں قندیلیں سی جل اٹھی تھیں۔ لبوں پر دلفریب مسکراہٹ پھیلی تھی۔

"آف کورس! تم نے کہاں جانا تھا۔ آخری ٹھکانہ تو میرا گھر ہی ٹھہرا تھا۔" وہ رک کر ہنسا۔ "سوری! بھول گیا تھا کہ گھر کے معاملے میں تم خاصی Sensitive ہو۔ وہ گھر صرف میرا نہیں تمہارا بھی ہے۔ مجھے کہنا چاہئے تھا ہمارا گھر۔ ویسے اب تم بھی مما کو منا کر سکتی ہو۔"

"شکریہ اس فراخدلانہ پیشکش کا۔ میں انہیں کچھ بھی کہوں، کسی نام سے بھی پکاروں۔ وہ مجھے ہمیشہ آپ سے زیادہ چاہتی رہیں گی۔ آپ جلتے بھنتے رہیے گا۔" وہ کھل کے ہنسی۔

"ارے جلیں ہمارے تمہارے دشمن۔ ساس بہو میں مثالی محبت ہو تو سب سے زیادہ پرسکون زندگی شوہر کی گزرتی ہے ورنہ چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پس کر رہ جاتا ہے بیچارہ۔ خیر! تم یہ بتاؤ اپنے گھر میں رہنے کا ارمان پورا ہو گیا یا ابھی پلو کرتے۔" اس

نے شوخی سے چھیڑا۔

اور ریم کو پھر چار دن پہلے والی رات یاد آ گئی جب اپنے ہی گھر میں اس کی عزت خطرے میں پڑ گئی تھی۔ وہ جھرجھری لے کر کھڑی ہو گئی۔

"گھر چلیں!" وہ اس کا بازو تھام کر چل پڑی۔

"ہاتھ میں ہاتھ ڈال دیا ہے تو اب گنگنانا بھی ہے۔" وہ اس کی طرف جھکا۔

"مجھے نہیں آتا گانا۔" ریم نے فوراً" اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"مجھے آتا ہے۔" تیمور نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ پکڑا اور تان لگائی۔

"چلو دلدار چلو چاند کے پار چلو۔"

"پلیز! رحم کریں۔" وہ دوسرا ہاتھ کانوں پر رکھتی ہوئی عجیب کی ہوئی۔ جیسے کیوں پر کرد میں لے رہی ہو گی۔

"اگر رفیع کی روح کو سکون دینا چاہتی ہو تو میری آواز میں آواز ملاؤ ورنہ میں اسی طرح گلا پھاڑوں گا۔" اس نے پھر تان لگائی۔

"مجھے نہیں آتا آگے کیا ہے۔" وہ بے چارگی سے بولی۔

"میں بتاتا ہوں۔ کہو ہم ہیں تیار چلو۔" اس نے ریم کے ہاتھ کو جھنکا دیا۔

ریم کو اس کی آواز کے ساتھ آواز ملانی پڑی۔ دونوں دھیمے سروں میں گنگناتے، ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہنستے مسکراتے گھر کو چل دیے۔

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

تنہا تنہا دن جیون کے

عرشیہ مسعود

موڑ کاٹتے ہوئے مجھے گاڑی کے بریک لگانے پڑے۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو سامنے سے آتی وہ دونوں لڑکیاں اسٹیئرنگ میں پھنسی ہوتیں۔ جب میں ان کے قدموں کے قریب جا رکا تو دونوں اچھل کر پیچھے ہٹیں۔ اور غضبناک نگاہوں سے مجھے گھورنے لگیں۔

"دیکھ کر نہیں چلا سکتے۔ اگر اللہ میاں نے گاڑی دی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ سڑکوں پر دندناتے پھریں اور راہ چلنے والوں کو روند ڈالیں۔"

دونوں میں سے ایک لڑکی میرے قریب آ کر چلائی اور ساتھ میں دوسری کو بھی گھسیٹ لیا تھا۔

"آئی ایم سوری۔" گو کہ میں اکیلا قصوروار نہ تھا۔ میں تیز گاڑی چلا رہا تھا اور یہی میرا سب سے بڑا قصور تھا۔

"جی جناب! سوری کہہ کر آپ نے جان چھڑا لی اور اگر ہم دونوں میں سے کوئی آپ کی گاڑی کے نیچے آ کر شہادت کا درجہ پا لیتا تو یقیناً آپ ہمارے پیرنٹس سے جا کر کہتے سوری آپ کی بیٹی میری گاڑی کے نیچے آ کر چل بسی ہے۔"

اس کی زبان کے ساتھ ساتھ اس کے ہاتھ بھی چلا رہے تھے۔ مجھے اس کے اچھے تجزیے پر ہنسی آ گئی۔ جسے میں نے بمشکل ضبط کیا تھا۔

"میں نے کہا ناں۔ مجھے بے حد افسوس ہے۔ قصور نہ تھا بھلا میری آپ سے کیا دشمنی ہے۔"

"دشمنی آپ کو جو بھی تھی وہ ظاہر ہے۔ اور حادثے تو اتفاق سے ہی ہوتے ہیں۔ ورنہ شعوری ایکسیڈنٹ میں ظاہر ہے کسی کی کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔ بس ساری لاپرواہی اور بے حسی ہے۔ آپ جیسے لوگ سڑکوں کو اپنے آباؤ اجداد کی جاگیر سمجھ کر استعمال کرتے ہیں۔"

وہ کمر پر ہاتھ رکھے بے نیازی سے بولتی چلی جا رہی تھی۔

"دیکھیں مس! میرے اکیلے کا قصور نہ ہونے کے باوجود بھی میں نے معذرت کر لی اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ جو مرضی آئے کہہ دیں۔"

اب کے مجھے بھی غصہ آنے لگا تھا۔

"کمال کر رہی ہیں مسٹر! غلطی سراسر آپ کی تھی۔ چنانچہ باتیں تو آپ کو سننا پڑیں گی۔ اور۔۔۔"

"بس بھی کرو سحر۔"

اس کے ساتھ کھڑی لڑکی جو کافی جز بز ہو رہی تھی اور بہت دیر سے چپ کرانے کی کوشش کر رہی تھی بالآخر اسے ٹوکنے کے بعد مجھ سے معذرت کرنے لگی۔

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"آئی ایم سوری۔ یہ شاید کچھ زیادہ ہی کہہ گئی۔ یقیناً صرف آپ قصوروار نہ تھے۔ غلطی ہماری بھی تھی۔"

"اٹس اوکے۔"

میں اس کے شائستہ انداز اور دھیمے لہجے پر نرم پڑ گیا۔

"اوہو۔ تم تو خاموش رہو۔ مجھے بات کرنے دو۔"

پہلے والی لڑکی جھنجھلا کر بولی۔

"اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتی وہ اسے تقریباً گھسیٹتی ہوئی گلی پار کر گئی اور میں بھی وقت کے ضیاع پر افسوس کرتا گاڑی آگے بڑھا لے گیا۔

○☆○

کوئی گھنٹہ بھر سے گاڑی میں بیٹھا ثوبی کا انتظار کر رہا تھا۔ ثوبیہ میری کزن جو جامعہ کراچی میں ماس کمیونیکیشن میں ماسٹرز کر رہی تھی۔ ثوبیہ صاحبہ ابھی آئی کہہ کر پورے ایک گھنٹے سے غائب تھیں اور میں نہایت اکتاہٹ کا شکار ہو رہا تھا۔ مزید انتظار کا ارادہ ترک کر کے میں نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ روڈ پر گاڑی لانے کے لیے میں نے سڑک کے دوسری سمت دیکھا ایک ریڈ کرولا تقریباً اسی کلومیٹر کی اسپیڈ سے آ رہی تھی۔ مخالف سمت سے ایک لڑکی ہاتھ میں موبائل لیے فائل سینے سے لگائے سر جھکائے چلی آ رہی تھی۔ گاڑی اس لڑکی کے بے حد نزدیک پہنچ چکی تھی اور اسے خبر ہی نہیں تھی۔ میں نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر گیئر لگا کر گاڑی آگے بڑھائی اور ان دونوں کے درمیان لے آیا۔ ریڈ کرولا بھی ایک جھٹکے سے رک گئی۔ فضا میں دونوں گاڑیوں کے ٹائر چرچرانے کی زوردار آواز گونجی۔ وہ لڑکی خوفزدہ ہو کر اچھل کر پیچھے ہٹی تھی۔ اس کا چہرہ متوحش تھا۔ وہ بری طرح گھبرائی تھی۔ اگر میں ایک لمحہ بھی ضائع کر دیتا تو یقیناً روڈ پر اس کی لاش پڑی ہوتی۔ اس ریڈ کرولا میں چار لڑکے بیٹھے تھے۔ اس سے پہلے میں گاڑی سے اتر کر ان کے قریب پہنچتا انہوں نے گاڑی بیک کی اور ہوا ہو گئے۔ میں تیزی سے اس لڑکی کی طرف بڑھا جو شاید بے ہوش ہونے کے قریب تھی۔

"آر یو اوکے۔" میں نے اس کے قریب آ کر پوچھا

"جی ہیں۔"

اس نے مختصر جواب دیا

"اس حرکت کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟"

میں ہنوز تشویش میں مبتلا تھا۔

"یہ یونیورسٹی ہے یہاں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ ان کا مقصد مجھے مارنا نہیں تھا۔ وہ شاید صرف انجوائے کر رہے تھے۔ گاڑی قریب لانے کے بعد وہ یقیناً بریک لگا دیتے۔"

وہ خود کو تسلی دے رہی تھی۔

"میرا نہیں خیال۔ وہ ایسا کرتے کیونکہ جیسے وہ لوگ گاڑی ڈرائیو کر رہے تھے یقیناً بریک اتنی آسانی سے نہیں لگ سکتے تھے۔ بہرحال اگر یہ صرف ان کی شرارت بھی تھی تو بہت غلط تھا۔ آپ کو انتظامیہ سے ضرور complain کرنی چاہیے۔"

"مگر کس کی؟ میں تو انہیں جانتی بھی نہیں ہوں۔"

وہ پوچھ رہی تھی۔

"Thank you very much"

"Anyway" وہ میری خاموشی کو محسوس کر کے بولی۔

"You are most welcome" آپ نے کہاں جانا ہے آپ کو میں چھوڑ دیتا ہوں۔"

میں نے آفر کی۔

"Thanks" میرا تو یہی ڈیپارٹمنٹ ہے جہاں ہم کھڑے ہیں۔"

وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"Oh! Mass Communication" یہاں میری کزن بھی ہوتی ہے۔ ثوبیہ۔ ثوبیہ عباسی۔"

"اچھا۔ ثوبیہ عباسی آپ کی کزن ہے۔ جانتی ہوں میں اسے۔ اوکے"

"Thanks again" وہ آگے بڑھنے لگی۔

نہ جانے مجھے کیوں کچھ الجھن سی ہو رہی تھی۔

اس کی صورت مجھے پہلے کہیں دیکھی ہوئی لگ رہی تھی۔ وہ عام سے نقوش، گندمی رنگت اور متناسب قد و قامت والی لڑکی تھی۔ اس میں یقیناً کوئی انوکھی بات نہیں تھی مگر پھر بھی... میں پلٹا۔

"Wait a minute" میں تیزی سے اس کے قریب آیا۔

"جی۔"

وہ حیران ہو کر پلٹی

"میں نے آپ کو پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔"

میں نے یاد کرتے ہوئے کہا

"ہو سکتا ہے کہیں دیکھا ہو۔ اور دنیا میں بہت سی شکلیں ایک جیسی ہوتی ہیں۔"

وہ ہلکے سے مسکرائی۔

"نہیں پلیز آپ غلط نہ سمجھیں مگر یہ الجھن مجھے پریشان کرتی رہے گی کہ میں نے آپ کو پہلے کہاں دیکھا ہے۔"

"Oh! Yes I remember"

مجھے یاد آ گیا تھا۔

"چھ دن پہلے آپ اور آپ کے ساتھ شاید آپ کی دوست تھیں جو میری گاڑی سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھیں۔ جس پر آپ کی دوست [illegible]"

میں پر جوش لہجے میں بولا تھا۔

وہ غور سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر زور سے ہنس پڑی۔ [illegible] فضا میں گونج اٹھی [illegible] مسکراہٹ اور [illegible] صورت [illegible] کا دلکش پہلو [illegible]

"Good Memory"

وہ حیران ہو کر بولی۔ اس کے ساتھ ساتھ [illegible] لیکن مجھے بے انتہا قریب [illegible] میری یادداشت کے بارے میں [illegible]

[illegible] آپ کی الجھن دور ہو گئی

ہو گی۔ اللہ حافظ!"

وہ مڑنے لگی۔

"سنیے مس! آپ Mass Communication میں ہیں۔ میری کزن ثوبیہ بھی یہیں ہوتی ہے۔" میں نے پھر اسے روکا۔

"جی۔ ابھی کچھ دیر پیشتر آپ نے بتایا تھا۔"

وہ حیران ہوئی۔

"اوہ مجھے یاد نہیں رہا۔"

میں خفیف سا ہو گیا۔

وہ پھر ہنس پڑی۔ جیسے جلترنگ سی بجی

"عجیب ہو آپ بھی بھی ایسے۔"

وہ پلٹ گئی۔

اور میں جانے کیوں اسے جاتا ہوا دیکھتا رہا تھا۔

○☆○

میں یعنی ازرق ایاز شاہ۔ مشہور بزنس ٹائیکون تبریز [illegible] شاہ کا بیٹا۔ میرے ڈیڈی کا بزنس ملک اور ملک سے باہر پھیلا ہوا تھا۔ پانچ ملیں تھیں۔ Shah Industries کے نام سے۔ میری مما خندہ گل شاہ نہایت حسین، سوشل اور ایکٹو [illegible] اوروں کی طرح میں بھی اپنی مما سے بے انتہا امپریس تھا۔ میں اور مجھ سے پانچ سال چھوٹی میری بہن رومانہ گل شاہ ہم دونوں ہی مما اور ڈیڈ کے بہت لاڈلے تھے۔ ہمارا تعلق جس طبقے سے ہے وہاں پر ہر چیز Materialist ہو جاتی ہے حتیٰ کہ محبت بھی چاہے وہ کسی بھی رشتے سے ہو۔ بڑے گھرانوں کی طرح ہمارے ماں باپ نے ہمیں آیاؤں اور نوکروں کے سپرد نہیں کیا تھا۔ مما اور ڈیڈ اپنی بھرپور مصروفیات کے باوجود ہمیں پورا وقت دینے کی کوشش کرتے تھے۔ بلاشبہ وہ مجھے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز تھے میں ان سے بے انتہا محبت کرتا تھا۔ خود کو خوش قسمت ترین شخص سمجھتا تھا اور یہ جھوٹ بھی نہ تھا۔ میرے [illegible] بچپن ہی سے یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ مما [illegible] نے ہمارے لیے جو کچھ کیا ہے وہ دنیا کے کوئی نہیں کرتے۔ مجھے یاد ہے جب میری [illegible]

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بلکہ تھی اس وقت سالگرہ کی پارٹی میں ڈیڈی نہیں تھے۔ جب مما سے میں نے ان کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ چلے گئے ہیں۔"

"کہاں؟"

میں نے پوچھا تو کہنے لگیں۔ میرے لیے کھلونے اور بہت خوب صورت تحفے لانے۔ اسی لئے میری خاطر انہوں نے میری برتھ ڈے پارٹی میں شرکت نہیں کی۔ اور میں نے خوشی خوشی اپنے دوستوں کو بتایا کہ میرے ڈیڈی کہاں اور کیوں گئے ہیں۔ اس کے بعد میری ہر سالگرہ پر [illegible] میرے لئے۔ میری خاطر وہ باہر [illegible] ہوتے تھے۔ مما بات بات میں کہتیں [illegible] لئے تمہاری خاطر۔ اور میں سوچتا ڈیڈی مجھ سے کتنی محبت کرتے ہیں۔ جب میں آٹھ سال کا تھا تو مما اور ڈیڈی نے Decide کیا کہ مجھے مری کانونٹ میں پڑھنا چاہیے۔ میں نے بہت ضد کی کہ میں نہیں جاؤں گا مما سے الگ نہیں رہوں گا۔ بہت رویا۔ مگر مما نے یہ کہہ کر مجھے سمجھایا کہ وہ میری بھلائی کے لیے ایسا کررہے ہیں تاکہ میں خوب سارا پڑھوں۔ ورنہ وہ بھی مجھے نہیں بھیجنا چاہتیں۔ وہ بھی میرے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ مگر میری خاطر میرے لئے وہ ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔ اور میں [illegible] بھلائی کے لیے وہ بھی ہو جاتا کہ مما بھی مجبور ہیں۔ میں شروع ہی سے مما پاپا پر Dependent تھا بلکہ اب تک ہوں۔ میرے پیرنٹس کی کلکشن میری [illegible] ڈریس میرے [illegible] ڈریسنگ اور کلر اسکیم میری ایجوکیشن [illegible] مجھے کون سے سبجیکٹ پڑھنا چاہیے۔ حتیٰ کہ میرے دوست بھی وہی تھے جو مما پسند کرتے تھے۔ میری زندگی میں شامل ہر چیز مما ڈیڈی کی پسند کی تھی۔ میں نے خود سے کبھی کچھ نہیں چاہا۔ میں مما سے [illegible] بہت [illegible] وہی بات [illegible] مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرتی ہیں۔ شاید ہی کوئی ماں اپنے بیٹے سے اتنی محبت کرتی ہو۔ جب میں مری کانونٹ سے میٹرک [illegible] سے [illegible] مجھ سے پوچھے بغیر مما نے [illegible]

[illegible] کے لئے میرا بوسٹن یونیورسٹی میں ایڈمیشن کرا دیا۔ میں چاہ کر بھی منع نہیں کرسکا [illegible] اور میرا خیال تھا کہ میں یہاں بھی [illegible] کیونکہ یہاں بھی بوسٹن یونیورسٹی [illegible] نے مجھے سمجھایا کہ ہائی سوسائٹی میں موو کرنے کے لیے میرا اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے اور پھر مجھے ڈیڈ کا بے کروڑوں کا بزنس بھی تو سنبھالنا ہے۔ مجھے ایم بی اے کرنا ہے جو یہاں نہیں ہو سکتا [illegible] مما مجھے ایک کامیاب انسان کے روپ میں دیکھنا چاہتی ہیں۔ یہ سب وہ میری بہتری کے لئے میری خاطر کررہی ہیں۔ چنانچہ میں [illegible] ہوگیا تھا۔

اب جب میں آٹھ سال بعد وطن لوٹا [illegible] ایک دم بدلا بدلا سا لگ رہا تھا۔ بوسٹن اور کراچی میں کوئی خاص فرق نہیں لگا تھا۔ لوگ [illegible] ہو [illegible] تھے اور تھے مگر لوگوں کا خیال تھا کہ میں [illegible] ہوگیا ہوں گا۔ لوگوں کی توقع کے خلاف مجھ میں کوئی [illegible] اصل میں [illegible] لحاظ سے اپنے اسٹیٹس سے [illegible] لوگوں سے خاصا مختلف تھا۔ گھر میں [illegible] ہوتے ہوئے بھی میں اندر سے فقیر [illegible] تھا۔ مما اور ڈیڈ نے مجھے ہر طرح کی آسائش اور سہولتیں دی ہوئی تھیں۔ کسی بھی قسم کا کوئی کمپلیکس نہ تھا۔ میرا [illegible] اپنی کلاس کے لوگوں سے مختلف ہے میرا دل [illegible] ان چیزوں کی طرف مائل نہیں ہوتا کہ ہمارا اسٹیٹس سمبل ہے جن کی لوگ توقع رکھتے ہیں۔ اب اگر آپ مجھ سے یہ پوچھیں کہ میں کیا مذہبی ہوں اور بہت پارسا [illegible] ہوں تو ایسا بھی نہیں ہے۔ مذہب کا [illegible] تھوڑی [illegible] آپ ذرا سا بھی [illegible] [illegible] ہم صرف خود کو مسلمان [illegible] ہیں۔ ورنہ اسلام سے ہماری [illegible] خاصی [illegible] ہے اور [illegible] جانتا ہے [illegible] یونیورسٹی میں [illegible] بھی نہیں ہوں گا [illegible]

ہی میں نے قرآن پاک ختم کرلیا تھا اور نماز بھی پڑھنا آگیا تھا۔ الگ بات ہے کہ کبھی پڑھی نہیں کیونکہ کبھی کسی نے [illegible] نہیں کہا تھا نہ گھر پر اور نہ گھر سے باہر۔ لیکن میں اب پابندی سے نماز پڑھا کرتا تھا خاص طور پر فجر اور عشاء کی نمازوں کی ادائیگی میں تو میں کوتاہی بالکل نہیں کرتا۔ یہ یقیناً" آپ کے لیے حیران کن بات ہوگی لیکن اس سے زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ نماز کی عادت مجھے بوسٹن یونیورسٹی جاکر پڑی۔ کہا جاتا ہے کہ انسان کے بننے یا بگڑنے میں صحبت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یعنی جس قسم کی کمپنی آپ رکھتے ہیں۔ آپ اسی طرح کا طرز عمل اختیار کرتے ہیں۔ بوسٹن یونیورسٹی میں میرا روم میٹ تھا شازب انور۔ بہت اچھا لڑکا تھا۔ میری اس سے بہت اچھی انڈر اسٹینڈنگ ہوگئی تھی۔ اپنے ماں باپ کا اکلوتا تھا۔ اس کے ماں باپ دولت مند ہونے کے باوجود اس کی تعلیم کا خرچہ اٹھارہے تھے۔ شازب بہت محبت سے اپنے والدین کا ذکر کیا کرتا۔ کہتا تھا کہ

"میں نے بابا سے بہت کہا کہ میں اپنے ملک میں رہ کر بھی تعلیم حاصل کرسکتا ہوں آپ کیوں اتنی مصیبت اٹھا رہے ہیں۔"

تو بابا کہتے ہیں کہ

"بیٹا یہ تمہارا حق ہے۔"

بہرحال حقیقی معنوں میں وہ بہت نیک لڑکا تھا۔ [illegible] طرح اپنے ماں باپ سے بہت محبت کرتا تھا۔ مگر [illegible] محسوس کرتا کہ اس کی اماں اور [illegible] کی محبت [illegible] بہت فرق ہے۔ شاید [illegible] کلاس کی وجہ سے [illegible] آپ کو شازب کے [illegible] بتا رہا تھا۔

وہ نماز کا بہت پابند تھا۔ لیکن اس نے مجھے کبھی نہیں کہا کہ تم بھی نماز پڑھو حالانکہ وہ ہمیشہ نماز [illegible] باقاعدگی سے پڑھا کرتا تھا حتیٰ کہ وہ کمرے میں اکیلا ہوتا [illegible] میں جیسے ہی داخل ہوتا وہ یہ کہتا ہوا اٹھ جاتا کہ میں ذرا نماز پڑھ لوں۔ مجھے عشاء کی نماز کرے ہی میں

[illegible] وقت ورنہ میں [illegible] سے اسے نماز پڑھتا دیکھنا۔ ہمارے ہاسٹل کے قریب ہی ایک اسلامک سینٹر تھا جہاں مسلم نماز پڑھتے تھے۔ وہاں کے امام صاحب درس بھی دیا کرتے تھے۔ شازب وہیں جایا کرتا تھا۔ اس نے کبھی مجھ سے نہیں کہا کہ تم بھی چلو مگر کبھی یونیورسٹی سے واپس ہاسٹل جاتے ہوئے یا کہیں سے آوارہ گردی کرکے واپس آتے ہوئے وہ اسلامک سینٹر کے سامنے سے گزرتے ہوئے کہتا چلو پہلے نماز پڑھ لیں پھر چلیں گے اور اندر گھس جاتا۔ میں تذبذب کے عالم میں باہر ہی کھڑا رہتا۔ میں شاید اللہ تعالیٰ کے سامنے جاتے ہوئے گھبراہٹ اور شرمندگی محسوس کیا کرتا تھا۔ حالانکہ میں بہت چاہتا تھا کہ میں اس کی بارگاہ میں سربسجود ہوں مگر ــــ

لیکن وہ اللہ تعالیٰ جو کہ دلوں کو پھیر دیتا ہے اس نے ہر انسان کے اندر ایک امید کی کرن ضرور رکھی ہوتی ہے۔ جو کہ راستہ ملنے کے بعد سب کچھ روشن کردیتی ہے بس ایک لمحہ درکار ہوتا ہے۔ اور وہ لمحہ بندے کو اس کے مالک کی طرف پلٹا دیتا ہے۔ صرف ایک قدم بڑھانا ہوتا ہے۔ بندے کی ایک پکار پر رب ذوالجلال آگے بڑھ کر اسے تھام لیتا ہے۔ یہی میرے ساتھ ہوا۔

روہیت کمار، شیخے ورما اور سہیل سنگھ میرے ہاسٹل اور یونیورسٹی فیلو تھے انہوں نے اپنی طرح کے [illegible] شرپسند متعصب ہندو اور عیسائی اسٹوڈنٹس کو ملا کر ایک گروپ بنایا ہوا تھا۔ جو کہ مسلمانوں خاص طور سے پاکستانیوں کے خلاف زہر اگلتے رہتے۔

میں بھی ان کے منہ نہیں لگتا۔ البتہ بعض ہم وطن دوستوں سے اکثر ان کی مارا ماری ہوتی رہتی تھی۔ لیکن اس دن نہ جانے مجھے کیوں اتنا غصہ آگیا تھا کہ میں سہیل سے بھڑ گیا۔ سب لوگوں نے بیچ بچاؤ کرایا ورنہ تو شاید وہ میرے ہاتھوں مارا جاتا۔ شازب بھی حیران رہ گیا تھا میرے تیور دیکھ کر۔ میں جو اتنا ٹھنڈا مزاج ہوتے والا اچانک طیش میں آگیا تھا۔ شاید ان کا مقصد بھی یہی [illegible] ذلت بے انتہا ندامت محسوس ہوئی

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

تھی ہم مسلمان جو ہر وقت اسلام کا پرچار کرتے ہیں عمل میں کتنے پورے ہیں۔ آج یہ کافر لوگ ہمیں منافق ہونے کا طعنہ مار رہے ہیں۔ ظاہر ہے جب ہم اپنے مذہب کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تو بھلا اسے define کیسے کر سکتے ہیں۔ کیسے قائل کر سکتے ہیں کسی کو جب ہمارا عمل ہمارے قول کے مطابق نہیں ہے اور یہ اس دن مجھے پتا چلا کہ میں اپنے مذہب سے کتنا نابلد ہوں۔

اس واقعے کے تقریباً دو دن بعد اس دن میں آخری کلاس لیے بغیر ہی ہاسٹل آگیا تھا۔ بہت تھکن محسوس کر رہا تھا۔ فریش ہو کر لیٹا تو آنکھ لگتے ہی سو گیا۔ کافی دیر سو کر اٹھا تو شام کے پانچ بج چکے تھے۔ شازب کمرے میں نہیں تھا۔ میں سمجھا کہ نماز پڑھنے گیا ہوگا۔ کافی دیر ہو گئی۔ چھ، سات اور پھر آٹھ بج گئے مگر شازب کا کہیں پتا نہیں تھا۔ میں پریشان ہو کر باہر نکل آیا۔ پورے ہاسٹل کا چکر لگایا گیٹ سے باہر نکل رہا تھا کہ گیٹ کیپر نے ایک پرچہ تھمایا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کس نے دیا ہے۔ تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ میں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پرچہ کھولا تو جیسے میرے اردگرد دھماکے ہونے لگے۔ شازب کو کسی نے کڈنیپ کر لیا تھا اور ہاسٹل کی پچھلی اسٹریٹ پر ایک ویران سا مکان تھا مجھے وہاں بلایا گیا تھا۔ میں ایک لمحہ ضائع کیے بغیر وہاں پہنچا وہاں صرف گھپ اندھیرے اور ایک ہولناک سناٹے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ بڑے بڑے برگد کے پیڑوں کے درمیان گھرا ہوا وہ اجاڑ مکان ماحول کی ہولناکی میں اضافہ کر رہا تھا۔ تقریباً دو گھنٹے تک میں ان سوکھے پتوں پر ٹہلتا رہا۔ لیکن کوئی نہیں آیا۔ میں تھک ہار کر پلٹ رہا تھا کہ خشک پتوں کی چرچراہٹ سے گونجی اور کچھ گرنے کی زوردار آواز آئی۔ میں چونک کر پلٹا وہ کوئی شخص تھا جو اوندھے منہ گرا تھا۔ میں حیران سا اس کی طرف بڑھا۔ وہ بے حس و حرکت تھا۔ ڈرتے ڈرتے میں نے اسے سیدھا کیا اور ایک دم خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹا۔ دور اسٹریٹ لائٹ سے آتی روشنی کی باریک سی لکیر اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی وہ سیمؤل تھا اس کے سینے میں خنجر گھونپا ہوا تھا۔ وہ بالکل ٹھنڈا ہو چکا تھا اور [illegible] رس رس کر سوکھے پتوں کو بھگو رہا تھا۔ میں [illegible] بھاگ کر اس کے سینے میں گھونپے ہوئے خنجر کو [illegible] میں ساکت بیٹھا اس کی لاش کو دیکھ رہا تھا کہ اچانک مجھے ہوش آیا۔ میں نے چونک کر اپنے ہاتھ میں پکڑے خنجر کو دیکھا اور پھر آس پاس نظر دوڑائی جھٹ چاقو پھینکا اور ہاسٹل کی طرف دوڑ لگا دی۔ گیٹ کے پاس پہنچا تو مجھے شازب نظر آیا۔ اسی وقت اس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور وہ مجھے خون میں لت پت دیکھ کر پریشان ہو گیا۔

"کیا بات ہے طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟"

وہ پوچھ رہا تھا۔

"ہاں ہاں۔"

میں [illegible] دیکھتے ہوئے کہا۔

"پھر تم اتنے گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟"

اس نے میری آنکھوں کے تعاقب میں دیکھا۔

"کب سے کچھ [illegible]۔"

میں مزید خوفزدہ ہو گیا تھا۔

میں شازب کو لے کر جلدی سے کمرے میں آگیا۔ پھر میں نے اسے تمام واقعہ [illegible]

"یہ تو کھلی سازش ہے۔"

شازب بے ساختہ بولا

"اب کیا ہوگا شازب؟"

میں پریشان سا پوچھ رہا تھا۔

"تو کیوں پریشان ہے۔ تو نے تو قتل نہیں کیا ہے۔"

اس نے مجھے پانی کا گلاس تھمایا

"مگر تمام واقعات تو میرے خلاف جاتے ہیں۔ دو دن پہلے ہی میرا سیمؤل سے جھگڑا ہوا تھا اور یہ سب کے علم میں ہے۔ دوسرے میں موقع واردات پر موجود تھا اور سب سے اہم بات خنجر پر میرے فنگر پرنٹس موجود ہیں۔"

میں پسینہ پسینہ ہو رہا تھا

ہو رہی تھی۔"

اس نے سر تھام لیا۔ حقیقت میں وہ بہت پریشان ہو گیا تھا۔ مگر اس نے میری تسلی کے لیے کہا۔

"دیکھ۔ پہلی بات یہ ہے کہ جھگڑا ہونا کوئی اہم بات نہیں ہے۔ لڑکے تقریباً ہر روز ہی جھگڑتے ہوتے رہتے ہیں۔ دوسرا تیرا موقع واردات پر ہونا وہ بھی کوئی اہم بات نہیں کیونکہ تجھے وہاں کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ تیسرا تیرے فنگر پرنٹس۔"

وہ رک گیا۔

"تجھے ضرورت کیا تھی۔ آلۂ قتل کو ہاتھ میں لینے کی۔"

وہ درشت لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"یار یہ سب مجھ سے غیر ارادی طور پر ہوا۔"

میں بے بسی سے بولا۔ وہ خاموش رہا

"اب کیا ہوگا شازب۔"

میں نے پھر وہی سوال دہرایا۔

"[illegible] نہیں ہو سکتا۔ تو چپ چاپ [illegible]

"مگر مجھے نیند [illegible] اور یہ سب [illegible] ہوا ہے تو سکون [illegible]

میں جھنجلا کر بولا تھا۔

"تجھے کہا کس نے تھا باہر نکلنے کو [illegible] سکتا تھا۔"

[illegible] میرے لہجے میں جواب دیا۔ پھر نرمی سے کہنے لگا۔

"میں نے ایک [illegible] نوکری کی ہے۔ پارٹ ٹائم۔ آج پہلا دن تھا [illegible] بتانے والا تھا مگر تو [illegible] سے جلدی آگیا اور میں [illegible] پہنچا تو [illegible] رہا تھا۔"

"اچھا چل تو اب سو جا۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

اس نے مجھے تسلی دی۔

"تو کہاں جا رہا ہے۔"

میں نے اسے اٹھتے دیکھ کر پوچھا۔

"یار کیا ہو گیا ہے وضو کرنے جا رہا ہوں۔ عشاء کی نماز ابھی تک نہیں پڑھی ہے میں نے۔"

میں خاموش ہو گیا۔ اس کے وضو کر کے آنے تک میں ویسے ہی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے جاء نماز بچھائی اور نماز کے لیے نیت باندھ لی تھی۔ میں چپ چاپ بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ اس نے نماز پڑھ کر دعا کے لئے بھی ہاتھ اٹھا لئے تھے۔ میرے ذہن میں اسی وقت ایک جھماکا سا ہوا۔ "دعا" یہ لفظ جیسے زبان پر آتے ہی میری سوچ کے در وا ہو گئے تھے۔ میں تو بے قصور ہوں تو مجھے کیسے سزا مل سکتی ہے۔ چاہے جتنے ہی ثبوت اکٹھے ہو جائیں وہ اوپر بھی تو ایک انصاف کرنے والا بیٹھا ہے جو سب کچھ دیکھتا ہے اور جانتا ہے۔ وہ دعاؤں کو ضرور سنتا ہے اگر سچے دل سے مانگیں جائیں۔ مگر میری دعا کیسے قبول کرے گا جب کہ میں نے اس سے کبھی کچھ مانگا ہی نہیں تھا اور نہ کبھی اس کی ضرورت محسوس کی گئی۔ مجھے تو بن مانگے سب کچھ مل گیا تھا۔ لیکن میں نے کبھی اس کے شکریے کے لیے بھی ہاتھ نہیں اٹھائے تھے میں تو اسے بھولا بیٹھا تھا۔

"اللہ تعالیٰ کبھی اپنے بندوں سے بے خبر نہیں رہتا۔"

میرے کانوں میں جیسے یہ الفاظ گونجے۔ میں اٹھا اور واش روم کی طرف بڑھا۔ ایک غیر مرئی سی طاقت مجھے دھکیل رہی تھی۔ واش بیسن کا نل کھول کر میں نے وضو کیا۔ شازب کو بارہا وضو کرتے دیکھا تھا اس لیے طریقہ یاد رہا تھا۔ وضو کر کے باہر نکلا تو شازب اٹھ چکا تھا اور جاء نماز لپیٹ رہا تھا کہ میں نے اسے روک دیا۔ وہ حیران نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے اس کے ہاتھ سے ٹوپی لے لی اور اپنے سر پر رکھی۔ جاء نماز پر کھڑے ہوتے ہوئے میری ٹانگیں کپکپا رہی تھیں اور دل جیسے دھڑ دھڑ کر رہا تھا۔ شازب نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مجھے حوصلہ دیا۔ میں نے [illegible] یاد کر کے نیت باندھی اور اسی طرح رک رک کر [illegible] یاد کر کے میں نے نماز مکمل کی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو میری آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے اور میں نہ جانے کب تک جائے نماز پر بیٹھا روتا رہا۔ وہ رات ساری میں نے جاگ کر گزاری تھی۔ فجر کی نماز پڑھ کر میں نے شازب کو اٹھایا۔

"تم سوئے نہیں تھے؟"

میری آنکھوں کی سرخی کو دیکھ کر وہ پوچھ رہا تھا۔

"نہیں۔ نیند نہیں آئی تھی۔ تم نماز پڑھ لو ٹائم نکل جائے گا۔"

میرے کہنے پر وہ جلدی سے واش روم میں گھس گیا۔

"ازرق۔ تھوڑی دیر کے لیے سو جاؤ۔ ورنہ تمہاری طبیعت خراب ہو جائے گی اور یوں پریشان ہونے سے کچھ نہیں ہو گا جب تم نے جرم نہیں کیا تو تمہیں سزا کیسے مل سکتی ہے۔"

مجھے مستقل ایسا ہی بیٹھے دیکھ کر شازب نے سمجھایا۔

"جانتے ہو یہاں کا قانون "ثبوت مل جائے تو یہ ہرگز نہیں دیکھتے کہ جرم اس کا ہے یا نہیں ہے جس کے خلاف ثبوت ملے ہیں۔ وہ صرف سزا کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اور بس۔" الیکٹرک کرسی پر بیٹھنے کے تصور سے ہی میری جان نکل رہی تھی۔

"دیکھو ازرق ایسا کچھ نہیں ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ پلیز تم سو جاؤ۔ سونے کے بعد ویسے بھی ہماری کلاس ہے۔"

شازب نے مجھے سمجھا کر لیٹنے پر مجبور کیا۔

پھر ایک عجیب بے ہنگم شور سے میری آنکھ کھل گئی۔ پتا چلا کہ سنبل کے قتل کی خبر پورے ہاسٹل میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی ہے۔ پولیس آئی تھی۔ اور ہاسٹل سے باہر جانے کی کسی کو اجازت نہیں تھی کیونکہ پولیس سب کے کمروں کی تلاشی لے رہی تھی۔ میں بے انتہا گھبرا گیا۔ شازب نے مجھے ریلیکس رہنے کو کہا۔

پولیس نے ہمارا کمرہ بری طرح سے الٹ پلٹ [illegible] قتل پر شک بھی کیسے ہے اور مجھے یقین ہو چلا تھا کہ میں اب سزا سے نہیں بچ سکتا۔ مگر انہوں نے کسی کے بھی فنگر پرنٹس نہیں لیے اور ایک گھنٹے بعد سب کو ریلیف کر دیا تھا۔ پھر کئی دن تک وہ سب سے پوچھ گچھ کرتے رہے۔ میں جو سمجھ رہا تھا کہ وہ آئیں گے اور مجھے گریبان سے پکڑ کر جیل میں بند کر دیں گے لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ پولیس کے مطابق موقع واردات سے آلہ قتل یا کوئی ایسی شے نہیں ملی تھی جس سے قاتل کا سراغ مل سکتا اور شک کی بنیاد پر تو شاید انہیں پورے ہاسٹل کو بند کرنا پڑتا کیونکہ جس دن اس کا قتل ہوا اس دن پروفیسر سے لے کر چپراسی تک سے اس کا جھگڑا ہوا تھا۔ ہم حیران تھے کہ آخر وہ خنجر کہاں گیا۔ شازب مجھ سے کہتا رہا کہ ہو سکتا ہے وہ خنجر تم نے کہیں اور پھینک دیا ہو۔ جب کہ میں نے اس کی بات رد کر دی تھی کیونکہ مجھے اچھی طرح یاد تھا میں نے وہ خنجر اس کی لاش کے پاس پھینکا تھا اور اس اسٹیٹ سے ہمارے ہاسٹل تک ایسی کوئی جگہ نہیں تھی جہاں یہ خنجر غائب کیا جا سکتا ہو۔ بہرحال جو کچھ بھی تھا۔ یہ قتل سب کے لیے معمہ بنا ہوا لیکن ہم سمجھ چکے تھے کہ یہ قتل کس نے کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں وجاہت فراز اور اس کے ساتھیوں کی سازش سے بچ گیا۔ کیونکہ ہمیں پتا چلا تھا کہ جس دن سنبل کا قتل ہوا اسی دن اس کی وجاہت اور مجھ سے کسی بات پر ان بن ہوئی اس کے بعد ہی ان دونوں نے وہ گھناؤنا منصوبہ بنایا جس کے تحت مجھے موت کی سزا ہو سکتی تھی۔ مگر شکر تھا اس رب ذوالجلال کا جس نے مجھے اس سازش کا شکار ہونے سے بچا لیا۔ میں اس خدا کے بے حد قریب ہو چکا تھا جس نے مجھے ہولی صورت اندھیرے سے نکالا تھا۔ میں نے یہ Realize کر لیا تھا کہ ہمارے اندر روشنی کی ایک کرن ضرور ہوتی ہے جو ہمیں روشن راستوں کا پتا دیتی ہے اور جب ہم اس اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں تو وہ آگے بڑھ کر ہماری تمام منزلیں آسان کر دیتا ہے۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش
یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے
ہم خاص کیوں ہیں:۔
ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل رینج
ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رزیوم ایبل لنک
ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل رینج
ہر کتاب کا الگ سیکشن
ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
We Are Anti Waiting WebSite
واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے
ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں
ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں
اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں
WWW.PAKSOCIETY.COM
Online Library For Pakistan
Like us on Facebook fb.com/paksociety twitter.com/paksociety1
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

○☆○

جب میں وطن پہنچا تو ایئرپورٹ پر صرف روابہ تھی۔ مما اور ڈیڈ کا پوچھنے پر اس نے بتایا کہ دبئی میں میرے نام سے کوئی شاپنگ سینٹر بنایا ہے جس کی Opening Ceremony کے لیے وہاں گئے ہوئے ہیں۔ مجھے جانے کیوں خوشی کے بجائے افسوس سا ہوا شاید اس لیے کہ آج آٹھ سال بعد آیا ہوں تو مما ڈیڈ مجھے ایئرپورٹ پر بھی لینے نہیں آئے۔ میرے آنے کے دو دن بعد مما ڈیڈ نے آنا تھا۔ اس دن صبح جب حسب عادت میں فجر کی نماز پڑھ کر گھر آیا تو مما ڈیڈ میرے منتظر تھے۔ میرے اتنے صبح اٹھنے پر حیران بھی۔

"کہاں چلے گئے تھے بیٹا آپ؟"

مما اؤ سے پوچھ رہی تھیں۔

"نماز پڑھنے اس کے بعد جوگنگ کے لیے چلا گیا تھا۔"

میں نے عام سے لہجے میں بتایا۔ ساتھ میں یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ مما ڈیڈ متعجب تھے۔

کچھ عرصے بعد ڈیڈ نے اپنی دو فیکٹریاں میرے حوالے کر دیں۔ میں ابھی بزنس کے چکر میں پڑنا نہیں چاہ رہا تھا۔ مگر ڈیڈ کا خیال تھا کہ میں نے جو کچھ پڑھا ہے اسے کام میں بھی لانا چاہیے۔ بقول مما کے یہ سب میرا تو ہے۔ جسے میں نے سنبھالنا ہی ہے۔ کیوں نہ ابھی سے شروع کروں۔ یہاں آکر پتا چلا کہ بزنس میں ہر وہ چیز کو جائز سمجھا جاتا ہے جس سے بزنس ترقی کرے۔ میں نے ڈیڈ کو بتایا تو وہ ہنستے ہوئے کہنے لگے

"بیٹا یہ تو کاروباری دنیا ہے۔ یہاں سب چلتا ہے۔ اور بیٹا تھیوری اور پریکٹیکل میں کچھ تو فرق ہوتا ہے۔"

مجھے اسی دن لگا جیسے میں یہاں سیٹ نہیں ہو سکوں گا۔ میرے قریبی جاننے والوں کا کہنا تھا کہ میں تو کہیں بھی سیٹ نہیں ہو سکتا۔ ان کا کہنا تھا کہ میں شاید بوسٹن یونیورسٹی سے امامت کی ڈگری لے کر آیا تھا۔ جب میں نے اکاؤنٹس فائل دیکھتے ہوئے اپنے Interest(سود) کے بارے میں پوچھا کہ یہ کیوں لیا گیا ہے تو وہ حیرانی سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے پروڈکشن انچارج سے اپنی فیکٹری کے ... کے بارے میں پوچھا تو ... کبیدہ خاطر ہوا۔ پھر جب ڈیڈ نے مجھے بتایا کہ یہ سب کاروباری دنیا میں چلتا ہے۔ اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو سڑک پر آجائیں۔ میں انہیں صرف دیکھ کر رہ گیا تھا۔ مجھے ایک لمحے کے لیے روشن خیال اور ... جیسے انتہاپسند غیر مسلم حق بجانب لگے تھے۔

میں یہاں آکر مزید ڈسٹرب ہو گیا تھا۔ میں خود کو ایڈجسٹ نہیں کر پا رہا تھا۔ نہ جانے لوگوں کا ... کیوں ہے ... حالانکہ بگڑنے کے تمام حالات ... ہیں۔ ہمارے قول و فعل میں اتنا تضاد ... مجھے اچھی طرح ہو گیا تھا۔

... آنے کے بعد پارٹیوں ہونے اور ... بھی نہیں جاتا ہے۔ ... نہیں ... جانے والے تھے۔ مما ڈیڈ کے سب میرے اعزاز میں پارٹیاں ... رہے تھے۔ میرا دل ان روز کی پارٹیوں سے اکتا ... تھا مگر صرف مما کی خاطر میں اٹینڈ کرنے پر مجبور تھا۔ وہ بالفعل چہرے اور مصنوعی مسکراہٹیں۔ مما فخریہ انداز میں ... میرا سب سے تعارف کراتیں۔ سب میرے ساتھ مما کی تعریفوں میں آسمان سے قلابے ملاتے اور مما کی گردن مزید لمبی ہو جاتی۔

○☆○

دروازے پر ہونے والی مسلسل ٹھک ٹھک سے میری آنکھ کھل گئی۔

"کون ہے؟"

میں نے لیٹے لیٹے غنودگی کے عالم میں پوچھا۔

"صاحب، بیگم صاحب ناشتے کی ٹیبل پر آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔"

یہ بابا کریم کی آواز تھی۔

"آرہا ہوں۔"

میں نے سستی سے کہا اور اٹھ بیٹھا۔

"السلام علیکم مما!"

میں ڈائننگ چیئر گھسیٹ کر بیٹھتا ہوا بولا۔

"وعلیکم السلام" مسکرا کر بولیں۔

"... بیٹا"

میں بھی صرف مسکرا کر رہ گیا۔

"روابہ کہاں ہے۔ کیا کالج گئی ہے؟"

"نہیں بیٹا آج سنڈے ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولیں۔

"اوہ میں بھول گیا تھا اور ڈیڈ کہاں ہیں؟"

"وہ سو رہے ہیں۔ تھوڑی دیر سے اٹھیں گے۔"

ان کے کہنے پر میں نے غیرارادی طور پر گھڑی کی طرف نگاہ دوڑائی گیارہ بج چکے تھے۔

"ازلان۔"

مما نے پکارا۔

"جی مما۔"

میں چائے کا سپ لیتا ہوا بولا۔

"کل تم ... گئے تھے ثوبیہ کو لینے۔"

"جی مما گر ... صاحب ابھی آتی کہہ کر گھنٹے تک ... اور میں بھی کب تک انتظار کرتا اس لیے میں نے اس کا مزید انتظار کرنا وقت کا ضیاع سمجھا ویسے کوئی خاص کام تھا اس سے؟"

"نہیں۔ وہ کل دن سے آنا چاہ رہی تھی ... ایئرپورٹ ساتھ تھی ... میں نے سوچا تم لے جاؤ تو زیادہ بہتر رہے گا۔"

مما نے ... لہجے میں کہا۔ پھر مما ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگیں اور میں اوں ہاں کرتا رہا اس دوران میں ناشتا ختم کر چکا تھا۔

"اوکے مما۔"

میں اٹھنے لگا۔

"ایک منٹ بیٹھو تو بیٹا۔"

"جی بیٹھ گیا۔"

"تمہارا ثوبیہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

وہ پوچھ رہی تھیں۔

"کیا مطلب؟ کس طرح کا خیال؟"

میں کچھ نہیں سمجھا تھا۔

"اوہو۔ بھئی تمہیں ثوبیہ کیسی لگتی ہے؟"

"اچھی لڑکی ہے۔ ظاہر ہے اچھی لگے گی۔"

"تو اس کا مطلب ہے تمہیں وہ اچھی لگتی ہے۔"

نہ جانے مما کو کیوں اتنی خوشی ہوئی تھی۔

"ہاں تو مما اس میں اتنی خوشی والی بات تو نہیں ہے۔"

میں حیران تھا۔

"اس کا یہ مطلب ہے کہ تم اس سے شادی کرو گے۔"

"یہ میں نے کب کہا ہے۔"

میری حیرانگی برقرار تھی۔

"تم ہی نے تو کہا ہے کہ تمہیں وہ اچھی لگتی ہے۔"

مما نے جرح کی

"تو مما اس سے کب یہ مطلب نکلتا ہے کہ میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اور کیا ہر اچھی لگنے والی لڑکی سے شادی کرلی جاتی ہے۔"

یہ جملہ میں نے مذاقاً کہا تھا مما میرے مذاق پر شاید برا منا گئی تھیں اس لیے خاموش رہیں۔

"مما آپ ناراض ہو گئیں۔"

"نہیں۔ مگر بیٹا میں یہ چاہتی ہوں کہ تم کوئی لڑکی پسند کرلو۔"

"آپ ایسا کیوں چاہتی ہیں۔"

"ظاہر ہے بیٹا تمہاری شادی کے لیے۔ اور میں چاہتی ہوں کہ روابہ کی شادی اگلے سال تک کر دوں لیکن اس سے پہلے تمہاری شادی ہو جائے تو زیادہ بہتر ہے۔"

"روابہ کی شادی۔ مگر مما وہ تو ابھی گریجویشن کر رہی ہے۔ کم از کم اسے ماسٹرز تو کرلینے دیں۔"

"کیا کرنا ہے اسے اتنا پڑھ کر اور ویسے بھی اسے کوئی خاص شوق نہیں ہے۔ مشکل سے تو گریجویشن کے لیے راضی ہوئی ہے۔ وہ بھی اگلے سال تک

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

کمپلیٹ ہو جائے گا۔"

ممانے بیزاری سے کہا۔ میں صرف کندھے اچکا کر رہ گیا۔ "خیر اس کی تو مجھے کوئی خاص فکر نہیں ہے۔ ایک سال ہے ابھی۔ ویسے بھی ہمارے پاس اس کے لیے تین چار رشتے موجود ہیں۔ ہم دیکھ بھال کر ایک Select کرلیں گے۔ تم مجھے اپنا ارادہ بتاؤ۔"

مما پھر میری طرف پلٹ آئیں۔

"میرے بارے میں بھی بعد میں سوچیے گا۔"

میں نے انہیں ٹالنا چاہا۔

"ازرق! ایک مہینہ ہے تمہارے پاس تم کوئی لڑکی پسند کرکے بتاؤ۔

اور اگر ایک مہینے میں کوئی لڑکی پسند نہ آئی تو پھر تمہاری شادی میں اپنی پسند کی لڑکی سے کرواؤں گی۔"

ممانے الٹی میٹم دے دیا۔

"لیکن مما اتنے Short Period میں بھلا کیسے کوئی لڑکی پسند آسکتی ہے۔"

میں نے احتجاج بلند کیا۔

"یہ تمہارا مسئلہ ہے۔"

مما اٹھ کھڑی ہوگئیں۔ اور بغیر میری کچھ سنے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔ میں وہیں سر تھامے بیٹھا رہ گیا۔

○☆○

"مما بھی کمال کرتی ہیں۔ بھلا اتنے کم عرصے میں کوئی لڑکی پسند کرسکتا ہے وہ بھی لائف پارٹنر کے لیے۔"

میں نے ڈرائیو کرتے ہوئے روابہ سے کہا۔

"کیوں پسند نہیں آسکتی۔ پسند آنے کو تو ایک لمحے میں آسکتی ہے اگر آپ چاہیں۔"

اس نے شرارت سے آنکھیں گھمائیں۔

"یہ کیا بات ہوئی۔ بھئی اگر صرف پسند کی بات ہے تو ہمیں بہت سی چیزیں اور شکلیں پسند آتی ہیں۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم انہیں اپنی زندگی میں شامل کرلیں۔ اب یہی دیکھ لو مجھے پنک پولیس والوں کی یونیفارم بہت اچھی لگتی ہے اس کا یہ تو نہیں ہے کہ میں اسے پہن لوں اور یہاں کھڑا ہو جاؤں جہاں کانسٹیبل کھڑا ہے اور اسے..."

میں نے سگنل پر کھڑی گاڑیوں کے درمیان سے گزرتی ایک پھول بیچنے والی لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

"بلاشبہ ایک خوب صورت لڑکی ہے اور اگر مقابلہ حسن میں شرکت کرے تو پہلا نہیں تو دوسرا انعام کی تو ضرور مستحق ہوگی۔"

میں بڑے آرام سے کہہ رہا تھا جب کہ روابہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔

"اب تم ہی بتاؤ۔ اگر یہ لڑکی مجھے اچھی لگ رہی ہے تو کیا مجھے اس سے شادی کرلینی چاہیے۔"

میں نے نہایت سنجیدگی سے اس سے پوچھا۔

"ٹھیک ہے بھیا۔ آپ یہ ساری باتیں مما سے کیجیے گا۔"

وہ ابھی بھی ہنسی روکتے ہوئے بولی۔

"مما سے"

میں نے ذرا سا ہاتھ جھلایا۔

"وہ تو کچھ بھی سننے کو تیار نہیں۔"

"اوکے بھیا۔"

اس کا کالج آگیا تھا۔

"آپ آفس جا رہے ہیں نا؟"

وہ اترتے ہوئے پوچھنے لگی۔ میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تو ٹھیک ہے پھر شام کو ملاقات ہوگی۔ آج سے ہی بلکہ ابھی سے ہی لڑکی تلاش کرنا شروع کریں۔ اور اگر میری خدمات کی ضرورت ہے تو میں حاضر ہوں۔"

وہ شرارت سے بولی۔

"بہت شکریہ سوئٹ سسٹر آپ کی خدمات کا مجھے امید ہے ابھی اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

میں نے اس سے زیادہ خود کو اطمینان دلایا۔

"اللہ حافظ!"

اس کی کسی دوست نے اسے متوجہ کیا تو وہ اللہ حافظ

کہہ کر گیٹ پار کرتی اندر چلی گئی۔ میں نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

یونیورسٹی روڈ سے گزرتے ہوئے میرے پاؤں بے اختیار بریک پر جا پڑے اور گاڑی ایک جھٹکے سے رک گئی۔ سامنے کا منظر ہی کچھ ایسا تھا۔ ایک لڑکی اور یقیناً یہ وہی لڑکی تھی جسے میں نے اس فنکشن میں دیکھا تھا۔ اس کے سامنے وہی گاڑی کھڑی تھی۔ جس میں اب صرف دو لڑکے بیٹھے ہوئے تھے وہ شاید اس لڑکی کو تنگ کر رہے تھے اور زبردستی اسے گاڑی میں بٹھانا چاہتے تھے جب کہ وہ پیچھے ہٹتی جا رہی تھی۔ میں نے تیزی سے گاڑی گھما کر آگے بڑھائی اور بالکل ان کے قریب لے جا کر روک دی اور ساتھ ہی فرنٹ ڈور بھی کھول دیا۔ ان تینوں نے ایک ساتھ چونک کر مجھے دیکھا۔ اس لڑکی کی آنکھوں میں شناسائی کی چمک ابھری۔ اس نے ایک جھٹکے سے اپنی کلائی چھڑائی اور تیزی سے دوڑ کر فرنٹ سیٹ پر آ بیٹھی۔ میں نے بھی اسی تیزی سے گاڑی کو گیئر میں ڈال کر فل اسپیڈ میں چھوڑ دیا اور پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ ہم کافی دور نکل آئے تھے۔ میں نے اس کی طرف دیکھا وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپائے رو رہی تھی۔ میں نے گاڑی ایک سائیڈ پر روکی اور اسے ٹشو پیپر تھمایا۔

"دیکھیں میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ وہ لوگ کون تھے۔ اور آپ کو کیوں تنگ کر رہے تھے۔ میں چاہتا تو ان کی ابھی طبیعت صاف کر دیتا مگر میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس طرح آپ کی پریشانی میں مزید اضافہ ہوجاتا۔ لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ جب آپ گھر سے نکلتی ہیں تو کم از کم اپنے اندر اتنی ہمت ضرور پیدا کریں کہ ایسے لوگوں کا مقابلہ کرسکیں یا پھر کسی کے ساتھ آیا جایا کریں۔"

میں گمبھیر لہجے میں کہہ رہا تھا۔

اس نے کوئی جواب نہیں دیا حالانکہ میں منتظر تھا کہ وہ ضرور کچھ کہے گی۔

"اچھا چلیں یہ بتائیں کہ آپ گھر جانا چاہتی ہیں یا وہیں یونیورسٹی چھوڑ دوں۔"

میں اس کی خاموشی سے تنگ آکر پوچھنے لگا۔

"آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ مجھے یہیں آگے والی چورنگی پر چھوڑ دیں۔"

میں سمجھ گیا کہ وہ گھر جانا چاہتی ہے مگر میرے ساتھ نہیں۔ میں نے خاموشی سے گاڑی آگے بڑھائی اور آگے والی چورنگی کے پاس ایک طرف روک دی۔ اس نے دوبارہ شکریہ ادا کیا اور سامنے سے جاتی ہوئی بس میں سوار ہوگئی۔

سارا دن آفس میں میرے ذہن پر یہ واقعہ سوار رہا تھا اور بار بار اس لڑکی کی شبیہ مجھے اپنی نظروں کے سامنے دکھائی دیتی۔ رات شدید تھکن کے باوجود بھی کافی دیر تک جاگتا رہا۔ یہاں تک کہ مجھے سلیپنگ پلز لینا پڑیں۔

○☆○

"پھر تم نے کیا سوچا؟"

صبح ناشتے کی ٹیبل پر مما مجھ سے مخاطب تھیں۔

میں چونک گیا ساتھ میں ڈیڈ اور روابہ بھی۔

"کس بارے میں مما!"

میں حیران سا پوچھنے لگا۔

"شادی کے بارے میں۔ اور یہ کہ تمہیں کوئی لڑکی پسند آئی کہ نہیں۔"

وہ زچ ہوگئیں۔

"کم آن مما۔ دو دن میں بھلا کیسے کوئی شادی کے بارے میں سوچ سکتا ہے۔"

میں نے پانی سے بھرا گلاس اٹھایا۔

"مگر بھیا لڑکی تو پسند آسکتی ہے۔"

روابہ بولی۔

"دو دن میں۔"

میں نے گلاس لبوں تک لے جاکر روک کر کہا۔

"دو دن تو بہت ہیں بھیا" اس کے لیے تو پل ہی کافی ہے۔"

اس نے گہری بات کی تھی۔ میں نے اس کا مذاق اڑانا چاہا اور پانی پینے کے لئے گلاس کی طرف دیکھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

[illegible] کے سارے روپ مجھے اس پانی میں بنتے نظر آئے۔ کبھی گھبرائی ہوئی۔ کبھی روتی اور کبھی ہنستی ہوئی۔ میں ایک دم ساکت رہ گیا تھا۔ اور حیران سا گلاس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پتا نہیں کتنے لمحے گزر گئے تھے

"ارزق۔"

مما کی آواز پر میں چونکا۔

"جی۔۔۔ جی مما۔"

"کیا ہوا بیٹے کیا پانی صاف نہیں ہے؟"

وہ مجھے پانی کو دیکھتا پا کر [illegible] شاید اس میں کچھ گر گیا ہے

"نہیں۔ مما پانی تو بہت شفاف ہے۔ [illegible] نظر آ رہی ہے۔"

میں شگفتگی سے بولا۔ اور ایک سانس میں گلاس چڑھا گیا۔

"او کے۔ مما ڈیڈ میں چلتا ہوں۔"

ساتھ ہی کھڑا ہو گیا

"رکیں بھیا۔ میں بھی آ رہی ہوں۔"

رواب تیزی سے اٹھتی ہوئی بولی۔

"پھر جلدی آؤ میں گاڑی میں انتظار کر رہا ہوں۔"

میں باہر نکل گیا

○☆○

پھر اگلے کئی دن مجھے خود کو یہ باور کرانے میں لگ گئے یہ صرف میرا خیال ہے۔ ورنہ کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے۔ لیکن میرے اندر کے انسان نے سختی سے یہ بات رد کر دی۔ اور میں نے تھک ہار کر ہتھیار پھینک دیئے لیکن اب مسئلہ یہ تھا کہ میں مما کو کس طرح بتاؤں۔ جب کہ میں خود اس کا نام تک نہیں جانتا تھا۔ میرا معمول بن چکا تھا میں روز یونیورسٹی روڈ سے گزرتا تھا۔ پوچھ تو میں ثوبیہ سے بھی سکتا تھا مگر کیا پوچھتا جب کہ میں اس کا نام تک نہیں جانتا تھا۔

مما کا تقاضا بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اگر یہ سب نہ ہوا ہوتا تو میں مما سے یہ کہہ دیتا کہ جسے آپ پسند کریں۔

[illegible] گاڑی یونیورسٹی کے اندر کی طرف بڑھائی۔

اس کے ڈیپارٹمنٹ کے پاس مڑا تو [illegible] لڑکیوں کو دیکھ رہا تھا جو کہ مجھے خود بھی بہت عجیب لگ رہا تھا۔ مگر مجبوری تھی لیکن میں ساتھ میں یہ دعا بھی کر رہا تھا کہ مجھے ثوبیہ نظر نہ آئے شاید اللہ میاں کو بھی مجھ پر رحم آ گیا تھا۔ وہ لائٹ پنک کلر کا لان کا سوٹ پہنے ماتھے تک دوپٹہ لئے فائل ہاتھ میں پکڑے۔ اور کندھے پر بیگ لٹکائے اپنے مخصوص اسٹائل میں سر جھکائے چلی آ رہی تھی۔

میں تیزی سے اس کے قریب گیا

"اسلام علیکم"

میری آواز پر اس نے چونک کر سر اٹھایا

"وعلیکم [illegible]"

"[illegible] پلیز! آپ تھوڑی دیر کو میری بات سن سکتی ہیں"

میں نے جلدی جلدی کہا

"کہیے۔"

وہ بولی۔

"یہاں؟"

میں نے حیران ہو کر کہا

"ہاں تو اور کیا۔ کہئے ذرا جلدی۔"

وہ عجلت میں بولی

"مسز ثقلین۔" ہم دونوں نے ہی چونک کر آواز کی طرف پلٹ کر دیکھا۔

ایک بہت ہی گریس فل سا شخص ہاتھ میں فائل لئے ہماری طرف چلا آ رہا تھا

"چلیں بیٹا۔"

وہ اس سے مخاطب ہوا

"جی۔ ایک منٹ پاپا۔"

اس نے اس شخص کو روکا

پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔

"یہ میرے بابا ہیں۔" آپ انگلش ڈیپارٹمنٹ میں

[illegible]ھتے ہیں۔ آپ انگلش کے پروفیسر ہیں۔"

میں نے جھٹ انہیں سلام کیا۔

"اور بابا یہ وہی ہیں۔ جنہوں نے اس دن۔۔۔"

وہ رک گئی۔

"ہاں! اچھا اچھا۔"

انہوں نے سر ہلایا۔

"بابا مجھے ان کا نام نہیں پتا۔"

وہ آہستہ سے بولی

"جی میرا نام ارزق ممتاز شاہ ہے۔"

میں نے جھٹ اپنا نام بتایا۔

"بہت خوشی ہوئی بیٹا آپ سے مل کر یقیناً" آپ بہت اچھے والدین کے فرزند ہیں۔"

"جی شکریہ آپ کا۔"

میں عاجزی سے بولا

"[illegible] بیٹا۔ پھر آپ گھر آیئے گا۔ وہاں تفصیل سے بات ہو گی۔"

انہوں نے مجھے دعوت دی۔

"ضرور۔ مگر مجھے آپ کا ایڈریس نہیں معلوم۔"

میں فوراً بولا "لیجئے" انہوں نے ایک چھوٹی سی ڈائری سے اپنا ایڈریس لکھ کر مجھے تھمایا۔ اور خدا حافظ کہہ کر اسے ساتھ لے کر آگے بڑھ گئے۔ میں نے [illegible] نظر ڈالی

"پروفیسر منور قادری۔ A-4 گلبرگ ٹاؤن۔ 10" میں نے زیر لب دہرایا

دو دن بعد ہی میں ان کے گھر پہنچا ہوا تھا۔ پروفیسر صاحب مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور وہ بہت حیران۔ پروفیسر صاحب نے مجھے [illegible] بتایا۔ وہ لڑکے ان کے ڈیپارٹمنٹ کے تھے جو فائنل سمسٹرز کے دوران انہوں نے نقل کرتے ہوئے پکڑا تھا جس کی وجہ سے وہ بھی امتحان کے لئے ڈس کوالیفائی کر دیئے گئے تھے۔ اور وہ اس کا بدلہ لے رہے تھے۔ میں نے ان سے افسوس کا اظہار کیا۔ اور [illegible] ادھر ادھر کی باتوں میں میں نے اور دوسری باتیں بھی معلوم کیں کہ ثوبیہ ثقلین ان کی اکلوتی بیٹی ہے۔ ان کی

اور ان کی بیگم کی یہ خواہش تھی کہ ان کی بیٹی کی شادی جلد از جلد کسی اچھی جگہ ہو جائے۔ میں نے ڈھیر ساری باتیں کیں۔ بہت اچھی سی چائے پی اور خوش خوش گھر لوٹ آیا۔ دوسرے دن میں نے مما کو اس کے بارے میں بتایا۔ اس کا ایڈریس انہیں تھمایا اور جتنی تعریفیں میں اس کی اور اس کے والدین کی کر سکتا تھا کیں اور اس میں جھوٹ کم از کم میرے حساب سے ایک فیصد بھی نہ تھا۔ اس دوران میں نے مما کے چہرے کو دیکھا ہی نہیں کہ ان کے کیا احساسات ہیں۔ میں تو بس اس کی دلکش ہنسی میں کھویا ہوا تھا میں نے مما کو ساری باتیں صرف اس کو تصور میں رکھ کر بتائی تھیں۔ میں نے تو ادھر ادھر دھیان ہی نہیں دیا تھا۔ بہرحال مما نے مسکرا کر میرا گال تھپتھپایا۔ اور تسلی دی کہ میں جیسا چاہتا ہوں ویسا ہی ہو گا اور مجھے اس وقت اپنی حسین مما ہمیشہ سے زیادہ خوب صورت لگیں۔

○☆○

اس کے دوسرے ہی دن مجھے اسلام آباد جانا پڑ گیا تھا۔ اور تقریباً ایک ہفتے بعد واپس آ سکا تھا لیکن آنے کے تین دن بعد تک بھی میری مما سے ملاقات ہی نہیں ہو سکی تھی۔ جب کہ میں نتیجہ جاننے کے لئے بے حد بے قرار تھا۔ اس دن میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ آج مما سے ضرور پوچھوں گا کہ کیا رہا۔ اسی لئے میں آفس سے جلدی اٹھ گیا۔ گھر پہنچا تو مما نہیں تھیں۔ رواب نے بتایا مما ایک ہفتے کے ڈیلی گیشن پر شارجہ گئی ہوئی ہیں۔ میں بری طرح جھنجلا گیا۔ لیکن رواب سے کچھ نہیں پوچھا کیونکہ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اسے کچھ نہیں معلوم ورنہ وہ پہلی فرصت میں مجھے بتاتی اب مجھے ایک ہفتہ مزید انتظار کرنا تھا۔ اگلے ہی دن رواب نے مجھ سے کہا کہ میں ثوبیہ کو یونیورسٹی سے واپسی پر لیتا آؤں۔ میں منع کرنے والا تھا کہ مجھے خیال آیا کہ یونیورسٹی جانے سے میری مشکل حل ہو سکتی ہے۔ چنانچہ راضی ہو گیا۔ ٹھیک پانچ بجے میں اپنی سیٹ سے اٹھ گیا تھا۔ اس کے ڈیپارٹمنٹ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بیٹھ کر میں یہ دعا کر رہا تھا کہ ثومیہ سے پہلے مس فلاں مجھے نظر آجائے اور شاید قبولیت کی گھڑی تھی۔ وہ سامنے سے چلی آرہی تھی میں فوراً اس کے قریب آیا۔ اس نے مجھے دیکھا مگر نظر انداز کر کے اپنی سہیلیوں کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

"ایکسکیوزمی مس فلاں۔"

میں نے اسے پکارا۔ اس کی دوستیں اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ وہ ان سے ایکسکیوز کر کے میری طرف متوجہ ہوئی۔

"فرمایئے۔ جو بھی کہنا ہے جلدی آپ پوری کریں۔"

میں حیرانگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیا مطلب؟"

"جی یہ بھی مجھے بتانا پڑے گا کیسے سمجھ لیا آپ نے کہ صرف دو ملاقاتوں میں میں آپ سے شادی کی خواہشمند ہوں۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ یہ خواہش تو میری ہے۔"

میں آہستگی سے بولا

"تو یہ یقین کیسے ہو گیا کہ میں آپ کی اس خواہش کا احترام کروں گی۔"

میں ساکت کھڑا تھا۔ میرے پاس لفظ ہی نہیں تھے کہنے کے لئے۔ واقعی میں نے کیسے سمجھ لیا تھا کہ جو میں چاہتا ہوں وہ بھی وہی چاہتی ہے۔

"آپ سمجھ رہے تھے کہ میں شاید آپ کی دولت اور آپ کی شخصیت سے متاثر ہو گئی ہوں۔ یا آپ کی ہمدردی کو کچھ اور نام دے دیا ہے۔ مسٹر ازرق عیاز شاہ یہ بات آپ اچھی طرح سے سن لیجئے اور اپنی مما کو بھی سمجھا دیجئے گا کہ میں نہ تو آپ کی دولت سے انسپائر ہوں اور نہ آپ کی شخصیت سے۔ مائنڈ اٹ۔"

اس نے تلخی سے کہا اور بغیر میری کچھ سنے پلٹ گئی۔

میں جیسے ایک لمحے سناٹے میں کھڑا اس کی آواز کی بازگشت سنتا رہا اور نہ جانے کب تک کھڑا رہتا۔

"ہیلو ہیلو۔"

ثومیہ نے میری آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی تو میں چونک گیا۔

"کہاں کھوئے ہوئے تھے۔"

وہ پوچھ رہی تھی۔

"کہیں نہیں۔ تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔ تم آگئیں؟"

"واہ میرا انتظار کر رہے تھے۔ پچھلے پانچ منٹ سے تمہارے سامنے کھڑی ہوں لیکن تمہیں خبر ہی نہیں تھی۔ بالکل اسٹیچو بنے ہوئے تھے۔"

وہ بحث کرنے لگی

"چلو بھئی مان لیا۔"

میں گاڑی کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ پھر وہ [illegible] رہی اور میں اوں ہاں کے سوا کچھ کہہ نہ سکا۔ دیکھئے میرا دل و دماغ سن تھا۔ وہ کیا کہہ رہی تھی نہ سن رہا تھا اور نہ سمجھ رہا تھا۔

○☆○

"آجاؤ۔ دروازہ کھلا ہے۔"

میرے دروازے پر دستک کے جواب میں مما کی آواز آئی۔

"آؤ بیٹا بیٹھو۔"

مما وارڈ روب سے اپنا ڈریس نکال رہی تھیں۔ میں خاموشی سے صوفے پر بیٹھ گیا۔ مما تھوڑی دیر بعد کہنے لگیں۔

"ازرق میں نے تمہیں اس لئے بلایا تھا کہ تمہارے کہنے پر میں اس کے گھر گئی تھی۔ صرف اس لئے کہ وہ تمہاری پسند تھی۔ مجھے یقین تھا کہ تمہاری پسند کوئی معمولی نہیں ہوگی۔ اسی وجہ سے میں نے کلاس کو بھی اہمیت نہیں دی۔ مگر بیٹا! مجھے افسوس ہے کہ۔۔۔"

میں نے انہیں مزید کچھ کہنے سے روک دیا۔

"نہیں مما افسوس مت کیجئے۔ غلطی میری ہی تھی۔ پہلے مجھے اس سے کنفرم کر لینا چاہیے

[illegible] پسند تھی۔"

[illegible] ہوئے لہجے میں بول رہا تھا۔ مما مجھے [illegible] رہی تھیں

[illegible] میری وجہ سے آپ کو اتنی [illegible]

[illegible] ہوئے کہا۔

[illegible] ڈونٹ بی فارمل۔"

مما نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

میں تیزی سے ان کے کمرے سے باہر نکل آیا [illegible] ختم ہو رہی تھیں۔ اس دن [illegible] جب میں نے دعا کے لیے ہاتھ [illegible] میری آنکھوں سے بے اختیار اشک رواں [illegible] میں نے وہ باب ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔

[illegible] گزر گیا۔ ایک دو نہیں پورے پانچ سال گزر گئے [illegible] کرتی رہیں۔ کتنی ہی لڑکیاں انہوں نے [illegible] میں خود کو راضی ہی نہیں کر پا رہا تھا۔ [illegible] کے گریجویشن کرتے ہی [illegible] مما کے ساتھ مل کر مجھے [illegible] کی کوشش [illegible] لڑکی کی [illegible] میں آسمان سے تارے توڑ لانا [illegible] ہی کو قبول کرنے پر تیار [illegible] مما بھی حق بجانب تھیں [illegible] سوال کرتے کہ وہ اپنے بیٹے کی شادی [illegible] ان کے سامنے لائق و فائق [illegible] کے بیٹے کی نظر [illegible] تھی لیکن [illegible] مجھے اپنی قسم دے دیا۔ کہ اگلے ہفتے [illegible] سے واپسی کے بعد میں انہیں اپنی پسند [illegible] پھر انہیں اختیار ہے۔ میں نے بھی [illegible] کہہ دیا۔ اور اسلام آباد [illegible]

○☆○

[illegible] اسلام آباد اپنی کمپنی کے کام سے۔ اس [illegible] مجھے ایک پارٹنر سے ملنا تھا۔ جو ان دنوں [illegible] ہوئے تھے لیکن یہاں بھی مجھے اپنے

[illegible] کے ساتھ وہ تنہا بھی تنہا پڑ رہی تھیں۔ اس دن بھی میرے دوست کے گھر پارٹی تھی اور اس نے بہت اصرار سے بلایا تھا۔ اتنی بار آنے کی تاکید کی تھی کہ میں نہ چاہتے ہوئے بھی راضی ہو گیا۔

آ تو گیا تھا مگر بہت بوریت محسوس کر رہا تھا۔ میزبان صاحب بھی ایک جھلک دکھا کر غائب ہو گئے تھے۔

"اوہو ازرق تم یہاں کھڑے ہو۔ چلو میں تمہیں اسپیشل گیسٹ سے ملواتا ہوں۔"

میرا میزبان دوست سہیل میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا

میں نے اسے پلٹ کر دیکھا۔

"ان سے ملو یہ ہیں مسٹر اینڈ مسز زاہد ملک۔"

سہیل نے ایک خوبصورت کپل کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے خوش اخلاقی سے مسٹر زاہد سے ہاتھ ملایا اور اس کی مسز کو سر ہلا کر سلام کیا لیکن میں تو الجھ رہا تھا۔ مسز زاہد کی شکل مجھے پہلے بھی کہیں دیکھی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ مگر کہاں مجھے یاد نہیں آ رہا تھا۔ میں یہی سوچ رہا تھا کہ وہ معذرت کر کے آگے بڑھ گئے۔ سہیل پہلے ہی غائب ہو گیا تھا اور میں اپنے آپ کو ڈانٹنے لگا۔ یہ عجیب سی عادت ہو گئی تھی میری۔ تھوڑی دیر بعد نہیں کم ہو جانے کی کوشش کرتے کرتے نہیں کھو سا جاتا۔ سامنے والا اپنی بات کرتا رہتا مگر جب اس کو رسپونس نہیں ملتا تو اکتا کر راستہ بدل لیتا۔ میں پھر تنہا رہ گیا تھا۔ اکتا کر میں باہر لان میں نکل آیا۔ سہیل نے بہت اچھا ارینج کیا ہوا تھا۔ وسیع و عریض لان میں۔ خوبصورت فوارے کے اطراف سٹنگ ارینجمنٹ کیا گیا تھا۔ وہیں قریب ہی میوزک آرکسٹرا تھا جو خوب صورت دھنیں بجا کر ماحول کو دلکش بنا رہا تھا۔ پورا گھر رنگین قمقموں سے جگمگا رہا تھا۔ میں وہیں ایک درخت کے پاس کھڑا اطراف کا جائزہ لے رہا تھا کہ سامنے دیکھتے ہوئے میں بھونچکا رہ گیا۔ کم از کم اس وقت میں بالکل بھی توقع نہیں کر رہا تھا۔ اور اسے تو میں ہزاروں لاکھوں میں بھی الگ سے پہچان سکتا تھا۔ وہ وہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

میں میری آنکھوں کے سامنے صرف چند قدم کے فاصلے پر بے اختیار دشنیوں میں گھری ہوئی دور سے ہی جگمگا رہی تھی۔ میں چونکہ نسبتاً" اندھیرے میں کھڑا تھا اس لئے شاید اس کی مجھ پر نگاہ نہیں پڑی تھی۔ وہ ضوفشاں علی تھی خوبصورت ڈریس میں چمکتے چہرے کے ساتھ دلکش مسکراہٹ بکھیرتی ہوئی۔ اس کے برابر کھڑا شخص اجوف حیات مشہور بزنس مین جسے میں اچھی طرح جانتا تھا۔ بہت فخریہ انداز میں سب سے اس کا تعارف کروا رہا تھا۔ اور میں سناٹوں میں گھرا منظر دیکھ رہا تھا۔ اسی وقت لان میں گونجتی اس کی آواز کا جادو بکھیرنے لگا۔

"اک سپنا کھو گیا تھا۔ کوئی اپنا کسی اور کا ہو گیا تھا۔"

میں پلٹنے لگا تھا کہ ایک آواز نے میرے قدم روک دیئے۔

میری پشت کے بالکل قریب مسٹر اینڈ مسز زاہد کھڑے تھے۔ اور یہ مسز زاہد کی آواز تھی۔ جو اپنے شوہر سے کہہ رہی تھی۔

"ابھی آپ جس سے ملے تھے یہ وہی تھا؟"

"کون؟"

زاہد پوچھ رہا تھا۔

"ارے وہی ارزق عیاز شاہ۔"

وہ جھنجلا کر بولی۔

"اچھا۔"

زاہد کی آواز آئی۔

"آپ ضوفشاں سے تو ملے ہیں نا! میری بہت اچھی دوست۔ آج اتنے سالوں بعد اس سے ملاقات ہوئی۔ اس کی امی سے میں دو دن پہلے ملی تھی۔ کہہ رہی تھیں کہ میں بہت مطمئن ہوں۔ ضوفی بہت خوش ہے۔"

"خوش تو ہونا ہی ہے۔ اجوف بے حد امیر کبیر ہے۔"

زاہد بولا

"صرف امارت سے کچھ نہیں ہوتا ہے۔ ورنہ امیر تو یہ ارزق بھی بہت ہے۔"

میں پوری طرح متوجہ ہو گیا تھا۔

"کیوں بھئی؟ میرا خیال ہے ارزق بھی بہت اچھا انسان ہے۔"

"رہنے دیں اچھی طرح جانتی ہوں میں یہ صاحب ضوفی سے دو دفعہ ملے اور تیسری بار اپنی والدہ محترمہ کو بھیج دیا ان کے گھر رشتے کے لئے۔ اور پھر ان کی والدہ صاحبہ نے وہ بے نقط سنائیں ضوفی کے امی ابا کو کہ جیسے خیال تھا کہ ان کی نظریں ان صاحب کی دولت پر ہیں۔ بہت بے عزتی کی۔ ضوفی کے بابا برداشت نہیں کر سکے انہیں اٹیک ہو گیا۔ بہت سیریس تھا لیکن شکر ہے خدا کا بچ گئے۔ مگر ضوفی تو گویا جیسے کہ کہیں کی نہ رہی تھی۔ ایسے بھی ہوتے ہیں لوگ زاہد۔"

وہ زاہد سے پوچھ رہی تھی۔ اور میں جیسے ریگستان میں کھڑا تھا۔ گرم ہوائیں میرے اردگرد سائیں سائیں کرتی ہوئی گزر رہی تھیں۔ میرے جسم میں جیسے کانٹے چبھ رہے تھے۔

"مگر اس میں ارزق کا کیا قصور۔ وہ تو ظاہر ہے ضوفشاں کو پسند کرتا ہو گا۔"

"بس۔ بس رہنے دیں اب کیا وہ اس کی پسند ہو گی کل۔"

وہ جل کر بولی۔

"اچھا یہ بتاؤ شہوار۔ تمہاری دوست ضوفشاں اسے پسند کرتی تھی کہ نہیں۔"

"پتا نہیں۔ بہت گہری لڑکی ہے۔ مگر مجھے اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی اداسی محسوس ہوتی ہے جب ہنستی ہے تب بھی۔ ورنہ پہلے وہ جب ہنستی تھی تو اس کی آنکھیں چمکنے لگتی تھیں۔"

وہ اداسی سے بول رہی تھی۔ اور میں خود کو گھسیٹتا ہوا تھکے تھکے قدموں سے باہر کی طرف بڑھنے لگا۔ ماننا نہیں دل یہ مانتا کہ چھوڑ کر گیا جو وہ میرا نہ تھا کیسا گلہ کسی سے بھی کیا گلہ کہ جیون میں اک تو آیا

لگتا تھا اور میں بوجھل قدموں سے باہر نکل

والا میزبان سے اجازت لئے کار پارکنگ کی طرف بڑھ گیا۔

پچھتاوے بھی کتنا بڑا عذاب ہوتی ہے یہ آج مجھے پتا چلا۔ کاش مجھے یہ سب پتا نہیں چلتا کیا تھا میں نے مجھ کو بلاشبہ جیسے بھی اپنی زندگی اپنا قسمت کا لکھا سمجھ کر گزار لیتا۔ تم ارزق بھرم تو رہ جاتا۔"

میرے کانوں میں روابہ کے الفاظ گونجنے لگے۔ جب میں اس سے پوچھ رہا تھا کہ آخر وہ شہ نل کے رشتے سے کیوں انکار کر رہی ہے۔ اتنا اچھا تو ہے۔

"اچھا ہے۔" وہ آنکھیں پھاڑے پوچھ رہی تھی "اور کیا۔ اور ویسے بھی ہماری کلاس کے لڑکے ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

"تو آپ ایسے کیوں نہیں ہیں۔"

"میری بات چھوڑو۔ سب اپنا اپنا جواب بتاؤ۔"

"میرا تو وہی جواب ہے۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"دیکھو روابہ! امی ڈیڈ ہمارے لئے اتنا کچھ کرتے ہیں۔ کیا ہم ان کی ذرا سی خواہش پوری نہیں کر سکتے"

"تو آپ کیوں نہیں کرتے۔ کیوں انکار کیے جا رہے ہیں۔"

"میں جب اپنے آپ کو تیار کر لوں گا تو فوراً" ان کی بات مان لوں گا۔"

میں نے یہ کہہ کر اسے خاموش کرا دیا۔

پھر اگلے مہینے ہی اس کی شہ نل سے شادی ہو گئی۔ ممّا ڈیڈ نے ڈھیروں جہیز کے ساتھ ایک فیکٹری بھی اس کے نام کر دی تھی جب وہ رخصت ہو کر شہ نل

بے وفا دوست

دوستی کا صلہ کچھ نہ ملا
تو ساتھ چل نہ سکا
میں نے بہت دور تک تجھے دیکھا
لیکن تو ایک پل مجھے دیکھ نہ سکا
میں نے ہر لمحے تجھے سوچا
تجھے میرا خیال نہ آیا
مگر اب دل کو یقین ہو چکا ہے
بے وفا دوست تو کسی اور کا ہو چکا ہے
مگر اب بھی تیرے خیال کی دستک میرے
دل کو دیتی ہے
اب تو ایک آہٹ سی رہتی ہے
کیوں میرے دل کو یقین نہیں
تو میرا نہیں
بے وفا سوچا تجھے بار بار
دل نے کہا ہر بار
تو میرا نہیں
تو میرا نہیں

(فہمیدہ حامد علی)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے ساتھ جا رہی تھی اور ملنے آئی تو میں نے اس سے کہا۔

"دیکھا روا یہ ممانیز ہمارے لیے اتنا کچھ کرتے ہیں۔ کسی کمی کا احساس ہونے دیا انہوں نے آج تک۔"

اس نے مجھے دیکھا اور پھر کہنے لگی۔

"بھیا اس غلط فہمی سے آئیے کہ ممانیز یہ سب ہمارے لیے کرتے ہیں۔ اور اگر کرتے ہیں بھی تو یہ ہمارا حق ہے۔ اگر آپ گفٹس اور ڈھیروں جہیز کی بات کر رہے ہیں تو انہوں نے اپنی بیٹی کو نہیں اس کے سسرال والوں پر رعب قائم کرنے کے لیے دیا ہے۔ رہی بات ہماری بہترین تعلیم کی تو دنیا بھر کے والدین اپنی اولاد کو بہتر تعلیم اور جدید سہولیات فراہم کرنا چاہتے ہیں مگر احسان نہیں کرتے ہمارے ممانیز یہ سب ہمیں فراہم کرنے کے لیے کوئی پہاڑ نہیں کھودنے پڑتے یہ سب ان کی آباؤ اجداد کی جائداد ہے۔ جس کا انہوں نے بھی پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔ ایک مزدور باپ بھی جب اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے محنت کر کے پیسہ خرچ کرتا ہے تو وہ یہ نہیں سناتا کہ میں یہ سب تمہارے لیے اور تمہاری خاطر کر رہا ہوں۔ وہ تو یہ کہتا ہے کہ یہ تمہارا حق ہے۔ آپ نے کبھی ان کے منہ سے یہ لفظ سنا کہ یہ سب ہمارا حق ہے؟"

"نہیں۔" بے ساختہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے پوچھ رہی تھی۔ اور میں حیرت زدہ بیٹھا تھا۔

"بھیا۔ ہم کو انہوں نے سڑک پر سے نہیں اٹھایا تھا۔ یہ سارا کچھ تو پہلے بھی ان کا تھا اور اب بھی ان کا ہے۔ آج ہمیں سب انکل کے نام سے پہچانتے ہیں آپ بھی باہر نکلیں تو آپ کو اندازہ ہو۔ ممانیز ایک خوب صورت اور خوش نصیب کپل کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں بہت شہرت ہے ان کی حلقے میں اور ملک سے باہر۔ ان کے پاس کیا کچھ نہیں ہے۔ ممی کی پارٹیاں اور ڈیڈ کے ملک سے باہر کے ٹور۔ بھرپور زندگی گزار رہے ہیں۔ سب کچھ تو ہے۔ پھر کون سی تکلیفیں اور پریشانیاں اٹھائی ہیں ہمارے لیے۔ وہ تو خوش ہیں کہ ان کی اولاد بگڑی ہوئی نہیں ہے۔ بھیا کل

آپ نے اس غلط فہمی سے ہماری خاطر ہمارے سب کچھ چھوڑ دیا" اس نے سر جھٹکا اور کمرے سے نکل گئی۔ اس وقت تو میں نے اس کی باتوں پر غور کرنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی تھی۔

آج ساری باتیں مجھے ایک ایک کر کے یاد آ رہی تھیں۔ اور اسی وقت میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔

آج صبح تک میرا ارادہ تھا کہ میں ممانیز کو اپنے بارے میں پائلٹ ہونے کا خواب پورا کر دوں گا جو کہ ممانی کی اپنی خواہش تھی۔ لیکن مجھے اس وقت علم نہیں تھا کہ رات تک یہ فیصلہ مجھے بدلنا پڑے گا۔ کاش ممانیز سب سمجھ رہے ہوتے۔ وہ اسی وقت کمرے میں بیٹھے تھے ان کی فکر نہیں تھی اور میں بغیر وجہ بتائے چلا گیا تھا۔ اب میں مزید کچھ سوچنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن سوچوں کے در تھے کہ بند ہی نہیں ہو رہے تھے۔

ممانی جی وہ آخری رات تھی جب سے پہلے میں نے بولنے کے لیے سیٹ ریزرو کروائی۔ اور اپنے سامان کی پیکنگ کرنے لگا۔ جس صبح میری فلائٹ تھی اس رات کو میں نے ممانی کو اپنے جانے کے بارے میں بتایا تو انہوں نے وجہ جاننا چاہی وہ سمجھیں شاید میں صرف چند دنوں کے لیے جا رہا ہوں مگر میں نے انہیں بتایا کہ میرا واپس آنے کا ارادہ نہیں ہے اور ان کے کچھ کہنے سے پہلے ہی کہہ دیا کہ "کیوں؟ کس لیے؟" پوچھیں تو بتا دیں۔" ممانی ساکت سی بیٹھی رہ گئیں۔ میری فلائٹ تھی میں نے ممانی کو صرف ان کے کمرے کے دروازے پر کھڑا ہو کر خدا حافظ کہا اور باہر نکل گیا تھا۔

سیٹ بیلٹ باندھتے ہوئے میں سوچ رہا تھا کہ میرے انتظار کے بعد ختم ہو جائے گا گھر میں زندگی کا دو ماہ کا سفر شروع ہونے والا ہے۔ تنہائی اور اداسی کا لمبا سفر جو نہ جانے کب ختم ہو۔ میں فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ میں نے خود ہی سب مجھ سے کیا...

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

انجم صبغت اللہ

تھام محبت کی گر تھام سکے ڈوری

میں بے خبر سوئی سونیا کی نظر نور اور اس کی بیٹی ہوئی تھی۔ سونیا وہیں صوفے پر بیٹھ گئی اس کے جسم میں بری طرح کپکپاہٹ سی ہو رہی تھی اس نے اپنا چہرہ اپنے ہاتھوں سے چھپایا۔

"اف خدایا میں کیا کروں۔" سونیا کی سسکیاں اتنی بلند تھیں کہ مہمان خاتون اور نور جاگ گئیں۔ نمو نے اٹھ کر سونیا کو گلے لگایا۔

"کیا ہوا میری چندا کے؟" نور نے اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔

"ہونا کیا تھا بس ڈر گئی ہوگی۔" "ایک تو گھر میں اکیلی اور پھر موت کا غم۔"

موت کا نام سنتے ہی سونیا کے جسم میں سوئی سی ... ایک ... اس نے ... گلے میں ... ڈال

[illegible]

اور سونیا کا جی چاہتا کہ پوچھے۔ "ڈیڈی مجھے آپ کے علاوہ اور دنیا میں کیا چاہیے؟"

جب وہ دور ہوتے تو محبت کا جذبہ امڈ آتا اور سامنے ہوتے تو وہ خاموشی سے الگ تھلگ ہو جاتی۔ ... یہ فاصلے طے کرے اور ان کے سینے سے لگ ... دل کا سب غبار کم کر ڈالے۔

"ڈیڈی میں اکیلی ہوں۔"

"ڈیڈی میں تنہا اور ڈری ہوں۔"

"ڈیڈی مجھے ہمیشہ آپ کے مضبوط وجود کی ضرورت رہی ہے۔"

"ڈیڈی پلیز رک جائیے۔"

مگر اجنبیت کی دیوار سونیا کبھی نہ پھلانگ سکی۔ یہ دیوار صرف سونیا اور ان کے درمیان نہیں تھی بلکہ ڈیڈی اور آنٹی صفورا کے درمیان بھی حائل تھی۔ سونیا کو یاد نہیں پڑتا تھا کہ اس نے کبھی آنٹی کو ان سے بات کرتے ہوئے دیکھا ہو۔ آنٹی ہمیشہ اس کے ڈیڈی سے خفا رہتی تھیں۔ ان کا رویہ سونیا کے ساتھ بھی ہمیشہ سخت

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

محسوس ہوا کہ بڑی بہن ہونے کے ناطے ڈیڈی کی آنٹی سے بنتی تھی۔ شاید ان کے باہر رہنے کی وجہ سے ناراض رہتی تھیں۔ ڈیڈی کے خط کے آخر میں ہمیشہ یہ لکھا ہوتا "اور تمہاری آنٹی صفورا کیسی ہیں؟"

اور آنٹی ہمیشہ اسے خط چیک کروتی تھیں کہ وہ تمہارا خط!

لیکن اب جب کہ آنٹی اچانک [illegible] ہو جانے سے چل بسیں تو سونیا کو آنکھیں [illegible] کے بعد وہ خط نظر آیا پھر اسے ڈیڈی کا [illegible] پڑھ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ انہوں نے لکھا تھا۔

"جب صفورا تھی مجھے یقین تھا کہ تمہارے پاس ماں بھی ہے اور باپ بھی اور تمہیں میری ضرورت نہیں۔ اب جب کہ وہ نہیں رہی تو میں سوچتا ہوں کہ اب مجھے تمہارے پاس آ جانا چاہیے۔ لیکن کیوں کہ مجھے ہمیشہ کے لیے یہاں سے بزنس سمیٹنا ہوگا اور اس سب میں مجھے "تقریباً" چھ ماہ لگ سکتے ہیں اور اس دوران میں تمہارا اکیلے رہنا ٹھیک نہیں۔ تم اپنی خالہ کے ہاں چلی جاؤ اور جب تک میں نہ آؤں تم وہیں رہنا۔"

سونیا خط پڑھ کر سوچ رہی تھی کہ وہ فیصلہ کیا کرے۔ اس کی خالہ امریکا میں رہتی تھیں۔ ان سے شاید ہی اتفاق ہو پاتا تھا اور وہ خود ڈاکٹر تھیں۔ حد سے زیادہ مصروف خاتون تھیں۔ آنٹی خیریت معلوم کرنے کو اکثر فون کر لیا کرتی تھیں۔ آنٹی صفورا کے انتقال سے فوراً ان کو خبر دی گئی تھی۔

"سونیا! میری مصروفیت کا تمہیں علم ہے۔ تم میرے پاس بھی کیوں نہیں آ جاتیں۔ تم یہاں کے ماحول سے بہل جاؤ گی۔"

"مگر سونیا سمجھ رہی تھی کہ وہ اکیلی رہ سکتی ہے۔" وہ تنہائیوں میں نہیں رہ سکتی۔ آخر اپنا گھر ہے اپنی چیزیں ہیں اور پھر میں بالکل اکیلی بھی تو نہیں۔ نور بے اس کی ہی ہے۔ جو لیدا رہا وہ اس کے ڈیڈی کے زمانے سے

تھے لیکن صرف تین دنوں میں اسے اپنا یہ فیصلہ تبدیل کرنا پڑا۔ اف تین ڈراؤنی راتیں اس نے جاگ کر گزاری تھیں۔

سونیا نے اپنی آنکھیں کس کے بند کر لی تھیں۔ فضا میں آنٹی صفورا جو بیمار رہتی تھیں محسوس ہوتی تھیں اگر سونیا سانس لیتی تو اسے محسوس ہوتا کہ آنٹی صفورا ناک کے راستے اس کے اندر اتر رہی ہیں۔ وہ ویسی چیخ تو اسے آنٹی اس میں بھی بولتی محسوس ہوتی تھیں۔ اور یہ خوف اس کے لیے بڑا [illegible] سی صورت برداشت نہ کر سکی کہ [illegible] امریکا جانے کا فیصلہ کر لیا۔ ایک ہفتہ [illegible] اور امریکن ویزا لگوانے میں لگا۔ یوں [illegible] جلدی گزر گئے۔

خالہ [illegible] وہاں انتظار [illegible] کا راستہ تقریباً [illegible] بھائی [illegible] "بس [illegible] سفر [illegible] ہونے کی وجہ سے خالہ نے اسے [illegible] تھا۔

سونیا نے چلتے وقت آخری مرتبہ اپنے گھر پر [illegible] ڈالی اس پل بھر آئی آنکھیں نمناک ہو گئیں۔

"صرف چھ ماہ کی تو بات ہے پھر مجھے یہیں تو لوٹ کر آنا ہے اور پھر میں اپنے ڈیڈی کے ساتھ اس خوبصورت سے گھر میں رہوں گی۔" اس نے دل میں سوچا۔

☆☆☆

کراچی سے نیویارک فلاڈلفیا تک چوبیس گھنٹے میں مکمل ہوا۔ سونیا اپنے آپ کو بہت تھکا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ بیٹھے بیٹھے ٹانگیں جیسے جڑ گئی تھیں۔ نیچے نیلے رنگ کا پانی اور بھورے رنگ کی زمین کسی مصور کی پینٹنگ کی طرح محسوس ہو رہی تھی۔ سونیا کی سیٹ کھڑکی کے پاس تھی [illegible] باہر دیکھنے کی وجہ سے وہ تھک گئی تھی ایئرہوسٹس نے نرم [illegible]

دکرا نے وہی۔ ایسے میں اسے کافی بہت اچھی لگی اور پھر یہ احساس کہ وہ اس وقت فضا میں تھی یہ سب اسے بہت خوشگوار لگا۔

اس کے بعد ہی اعلان ہوا کہ جہاز لینڈ کرنے والا ہے۔ حفاظتی بیلٹ باندھ کر سونیا خالہ کے بارے میں سوچنے لگی۔

خالہ نے فلاڈلفیا میں اپنے گھر کی تصویر اس طرح بھیج رکھی تھی کہ سونیا کو ان کا گھر دیکھنے کا بے حد اشتیاق تھا۔ سونیا کو یہاں ویٹنگ روم میں بہت خواجل سے پھر ایک طویل راستہ بذریعہ کار طے کرنا تھا۔ وہ ویٹنگ روم میں جانے کے لیے مڑی ہی تھی کہ ایک بردبار سے شخص نے اس کا راستہ روک لیا۔

"آپ سونیا ہیں۔" اس نے پوچھا

"جی ہاں!" سونیا نے اپنی آواز میں حیرانی کا تاثر چھپاتے ہوئے کہا۔

"[illegible] آپ کی خالہ جو میری چچی ہیں اسپتال میں ایمرجنسی کی وجہ سے آپ کو لینے یہاں نہ آ سکیں۔ انہوں نے مجھے بھیجا ہے۔ لائیے یہ سوٹ کیس اگر آپ مجھے [illegible] گاڑی اس طرف ہے۔" اس نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

سونیا کو اس کے پیچھے چلنے کے سوا کچھ نہ سوجھا۔

"[illegible] مرحوم ماموں کے بھتیجے ہیں انجینئر ہیں اور خالہ کے ساتھ ہی رہتے ہیں۔" ایک بار خالہ نے ان صاحب کا تذکرہ کیا تھا۔ سونیا نے [illegible] میں سوٹ کیس رکھتے ہوئے اسے دیکھا چہرے [illegible] تھے ناک [illegible] آنکھیں بے حد سرد کی [illegible] ہونٹ [illegible] میں یوں ملے ہوئے تھے جیسے [illegible] ہوں۔ لیکن اس کے بالوں کا ایک چند سم [illegible]

"اف یہ بھی کیا مصیبت ہے ہو گا کوئی کہیں کا، پر ہمارا کس کے جائیں۔" سونیا نے سر جھٹکا اور

گاڑی میں بیٹھ کر باہر کچھ تلاش کرنا چاہا جس سے وہ اپنے ذہن کو سمیٹ اور موڑ سکے لیکن جلد ہی گاڑی کینیڈی ایئرپورٹ کی چکاچوند روشنیوں سے نکل کر ہائی وے پر آ گئی اور یا پھر اب ہرے اور سرخ درختوں کے سایوں کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

وہ خاموشی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ چہرے سے بھی ایسا لگ رہا تھا اس کا صرف ڈرائیو کرنے کا ارادہ ہو اور مستقبل قریب میں بولنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ سونیا نے اس کی عمر کا اندازہ لگانے کی کوشش کی۔ ہو سکتا ہے اس نے ابھی تک شادی نہ کی ہو۔ اس نے سر گھمائے بغیر کن انکھیوں سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اچانک ہی اسے دو زبردست چھینکیں آ گئیں اور خیالات کا تسلسل ٹوٹ گیا۔

اس نے مڑ کر سونیا کی طرف دیکھا اور سونیا شرمندہ سی ہو گئی۔

"سوری" سونیا نے رومال سے اپنی ناک چھپالی۔

"شیشے چڑھا لیجیے۔"

اور سونیا نے فوراً ہی اس کا کہا مان لیا اور شیشے چڑھا لیے۔

"وقت بڑی ہوشیاری سے کٹے گا کچھ بات تو کرنا چاہیے، ہو سکتا ہے یہ مجھ سے پہل کرنے کی توقع کر رہا ہو۔"

"آپ کو بہت تکلیف ہوئی۔" سونیا نے پہل کی۔

"ہوئی یا شاید نہیں ہوئی لیکن یہ کام میرے سپرد تھا اور مجھے یہاں آنا پڑا۔" اس نے کچھ اس طرح کہا جیسے کسی سے لڑ کر آ رہا ہو۔

"توبہ توبہ!" سونیا نے دل میں کہا اس کے بعد بقیہ راستہ خاموشی سے کٹا۔

"نہ کرے بات مجھے کیا۔ بہت مغرور معلوم ہوتا ہے مجھے کیا ضرورت ہے بات کرنے کی۔" سونیا نے نظریں سامنے مرکوز کر لیں۔ پھر اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں [illegible] آپ کو حد سے زیادہ تھکا ہوا محسوس کر رہی تھی اس نے سیٹ سے سر ٹکا دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"ٹھیک سے بیٹھیے آپ میرے اوپر آرہی ہیں۔"

سونیا نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں اسے نیند کے جھونکے نے آلیا تھا اور اس کا سر ڈھلک کر اس کے شانے سے جا لگا تھا۔

سونیا کو اس کے اوپر بے حد غصہ آیا اس کا جی چاہا اس مغرور سے شخص کا چہرہ نوچ لے لیکن اتنی دیر میں گاڑی ایک موڑ کاٹ کر ایک خوب صورت گھر کے سامنے رک گئی تھی۔

سونیا دروازہ کھول کر باہر آگئی۔

اس نے سوٹ کیس اتار کر نیچے رکھا اور گاڑی کو گیراج میں لے گیا۔

فلپائن کی ایک ادھیڑ عمر عورت اور ایک دس سال کا لڑکا اس کے پاس سلام کر کے کھڑے ہو گئے۔

"میں آپ کی خالہ کی خادمہ ہوں چلیے میں آپ کو آپ کے کمرے تک پہنچا دوں۔" آنے والی عورت بہت مودب انداز سے بولی۔

"چلو پھر اٹھاؤ سوٹ کیس۔" سونیا نے بڑی خوش اخلاقی سے ہنس کر جواب دیا۔

سونیا کا کمرا اوپر کی منزل پر تھا۔ کھڑکی آگے باغ کی طرف کھلتی تھی جس پر سرخ رنگ کے چمکیلے پردے پڑے تھے۔ کمرا بے حد گرم محسوس ہوا۔ سونیا نے دستانے اور کوٹ اتار کر الماری میں ٹانگ دیے اور کمرے کا جائزہ لینے لگی۔

٭٭

صبح کی سنہری دھوپ نیلے آسمان سے اتر کر جب سونیا کے کمرے میں داخل ہوئی تو سونیا نے اپنی آنکھیں ملیں پھر ایک دم بستر سے چھلانگ لگا کر اٹھ گئی۔ "او بہت دیر ہو گئی۔" اس نے ٹائم پیس پر نظر ڈالی جہاں سوئیاں آٹھ بجا رہی تھیں۔ سیڑھیوں میں [illegible] جو وقیمن [illegible] طرف جاتی ہوئی نظر آئی۔

"صبح بخیر بی بی" جو وقیمن نے سونیا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"صبح بخیر مجھے کافی دیر ہو گئی۔"

"نہیں بی بی دیر تو نہیں ہوئی آپ ویسے بھی لمبے سفر سے تھک کر آئی تھیں۔"

پھر سونیا فریش ہونے چلی گئی۔ گرم پانی جسم پر ڈالتے ہوئے اسے مزا آ گیا۔

ناشتا بڑا مزے کا تھا جو سونیا کو پسند تھا۔ چائے پی کر سونیا نے جو وقیمن کے بیٹے ٹونی [illegible] ٹونی نے اسے بتایا کہ وہ اصل [illegible] اور اس کی امی کا انتقال ہو چکا ہے۔

بل کھاتی ہوئی سڑک کے اطراف [illegible] دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ پارک کے [illegible] سرخ اور سفید پھول بہت حسین منظر [illegible] دور تک پھیلے ہوئے پہاڑوں کے [illegible] سونیا نے [illegible] وہاں کیا ہے؟"

"یہ بی بی ادھر تو اپنے فاروق صاحب [illegible] رہتے ہیں وہاں [illegible] کی چڑیاں [illegible]" ٹونی نے بڑے [illegible] انداز سے بتایا۔

"اوہ اب پتا چلا کہ فاروق نام ہے جناب کا۔" سونیا کی نظروں میں وہ [illegible] "بڑا عجیب آدمی ہے۔"

گھومتے گھومتے وہ دور نکل گئی۔ یہ واقعی ایسی جگہ تھی جہاں انسان اپنے آپ کو بے حد خوش محسوس کرتا ہے۔ سونیا [illegible] ایسا صاف ستھرا نتھرا ماحول کبھی نہیں دیکھا تھا [illegible] میں دور سے [illegible] کی آواز آرہی تھی اور کھیتوں سے [illegible] خوب صورت [illegible]

آسمان پر لودے لودے بادل ٹکڑیوں کے [illegible] پھیل گئے اور سونیا کی ناک پر ایک موٹی سی بوند آ کر گری۔

"ٹونی جلدی صاحب گھر کی طرف بھاگو۔ کہیں تیز بارش نہ ہو جائے۔" اس نے ٹونی کا ہاتھ پکڑا اور پیچھے پلٹ کر بھاگنا شروع کر دیا ٹونی اس کے پیچھے بھاگتے ہوئے ہنسنے لگا۔

"ٹونی لوگ برا تو نہیں مانیں گے۔"

"نہ کیوں۔" ٹونی بھاگتے ہوئے بولا "یہ امریکا ہے یہاں ہر چیز کی آزادی ہے۔ یہاں سب ہی بھاگتے ہیں یہ لوگ کیوں برا مانیں گے۔"

دوڑتے دوڑتے سونیا کی سانس پھول گئی وہ ایک پتھر پر رک کر ہانپتے ہوئے بولی۔ "ٹونی گھر چلو ڈر لگ رہا ہے۔"

"فاروق صاحب سے تو مجھے بھی ڈر لگتا ہے وہ بہت جلدی [illegible]" سونیا کو اس معصوم انداز پر ہنسی آ گئی۔

"باجی جی [illegible]"

"[illegible] میرا نام سونیا ہے [illegible] نہیں کہا کرو۔"

"میں آپ کا نام تو نہیں [illegible]"

"اچھا بھئی چلو نام نہ لو [illegible] ماسی [illegible]" سونیا نے مذاق کیا۔

"آپ کو خالہ کہوں" وہ ہنستے ہنستے دہرا ہو گیا۔ [illegible] ہنسنے لگی۔

[illegible] ہنستے ہوئے گھر پہنچی [illegible] سونیا آگے [illegible] چہرے اور بالوں [illegible] جیسے ہی وہ گیٹ کھول کر اندر داخل ہونا چاہتی [illegible] کی آواز آئی۔ سونیا نے مڑ کر دیکھا وہ فاروق کا [illegible] ہارن بجانے کے لیے بیک کر رہا تھا۔

ٹونی نے گیٹ کے دونوں پٹ کھول دیے اور [illegible] مڑ کر دیکھتے ہوئے گاڑی گیراج میں لے گیا۔ سونیا نے اسے یوں نظر انداز کیا جیسے اسے دیکھا ہی نہ ہو بالوں کو ایک ہاتھ سے جھٹک کر وہ اندر جانے کے لیے مڑی ٹونی شاید فاروق سے بہت ڈرتا تھا اس لیے وہ کب کا غائب ہو چکا تھا۔

شاید محترم ادھر ہی آرہے تھے۔ سونیا نے بھاری قدموں کی چاپ اپنے پیچھے سنی۔ جلدی جلدی تیزی سے راستہ طے کرنے کے بعد وہ سونیا کے سامنے تھا ہمیشہ کی طرح آنکھیں سرد تھیں اور ہونٹ ایک دوسرے میں پیوست۔

سونیا اس کا سامنا کرنا نہیں چاہتی تھی وہ اندر ڈرائنگ روم میں آئی اور پھر گیلری کو بڑی تیزی سے عبور کیا اور اپنے کمرے میں واپس آگئی۔ اور اس کے قدموں کی آواز دور ہوتے ہوتے غائب ہو گئی۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔

اوپر ایک لمبا راستہ تھا جس کے اطراف پانچ کمرے تھے پہلا کمرا سونیا کا تھا اس کے بعد لائبریری تھی اور لائبریری کے بعد دو کمرے اور تھے آخری کمرے پر فاروق کا کمرا تھا جو ذرا دیکھنے میں بڑا اور سب سے الگ لگتا تھا۔

وہ اپنے بال تولیے سے خشک کر رہی تھی کہ ٹونی نے پردہ اٹھا کر جھانکا "باجی سونیا!" ٹونی کی آواز پر اس نے پلٹ کر دیکھا۔

"تم جاسوسوں کی طرح میرے کمرے میں کیا جھانک رہے ہو۔"

ٹونی نے دونوں ہاتھوں سے پردہ پکڑ رکھا تھا صرف اس کا سر اندر تھا۔

"ناشتہ لگ گیا ہے" جو وقیمن کی آواز آئی۔

سونیا بال خشک کرتی ہوئی اترنے لگی تو اس نے دیکھا کہ وہ ڈرائنگ روم میں سرخ رنگ کے چمڑے کے صوفے پر بیٹھا تھا۔

"آپ ٹونی کے ساتھ کہاں پھر رہی تھیں؟"

"مجھے آپ کے لہجے پر اعتراض ہے۔" سونیا جو ہمیشہ [illegible] جیسے موقعوں پر نروس ہو جاتی تھی [illegible] اور غصے سے بولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں آپ سے خواہ مخواہ تعارف حاصل کرنے
نہیں آیا۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ایسے ماحول میں ایک
نوکر لڑکے کے ساتھ کیوں گئی تھیں یہاں بھی تو کئی
لوگ پرابلم کر سکتے ہیں۔" اس نے تنبیہ کی۔

اب سونیا کو واقعی رونا آ گیا۔ وہ اگر چند لمحے اس
کے سامنے اور رکتی تو شاید اس کے سامنے ہی رو
پڑتی۔

وہ بھاگ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

اس نے بڑی مشکل سے خود پر قابو پایا۔

سونیا سے پہلی بار کسی نے اتنی سختی سے بات کی
تھی اور اس کو اس کا افسوس بھی تھا اور اس سے بھی
زیادہ اسے اس کاٹنے دار شخص پر غصہ آ رہا تھا جو
اتنی رکھائی سے پیش آیا تھا۔

جب وہ تقریباً اپنے اوپر قابو پا چکی تو وہ خالہ سے
ملنے نیچے چلی گئی۔ وہ بیٹھی ہوئی تھیں اور ان کے
چہرے پر تھکن کے آثار تھے۔

سونیا نے جاتے ہی ان کا ماتھا چوما اور اپنی بانہیں ان
کے گلے میں ڈال دیں۔

"او میری چاند میری سونو!" انہوں نے ہمیشہ کی
طرح اس کے چہرے پر مسلسل پیار کر ڈالے۔

سونیا کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے جنہیں دیکھ کر
خالہ جی کی آنکھیں بھی چھلک اٹھیں۔

"میری جان! آپ بہت تھکی ہوئی ہیں۔"

"ہاں، مگر یہاں میرا دل تو بہت کچھ باتیں کرنے
کو چاہ رہا ہے لیکن یہ بتاؤ تمہیں کوئی تکلیف تو
نہیں ہوئی۔" خالہ نے معنی خیز انداز میں ساتھ سونیا
کو چوم لیا۔

"مجھے ہر گز خالہ سے فاروق کے بارے میں
شکایت نہیں کرنا چاہیے خالہ میں کیا کہ آپ ہی
[illegible]"

مگر خالہ نے اس کے گھبرائے ہوئے انداز سے ہی
[illegible] فاروق کی طرف سے [illegible]
[illegible] مجھے معاف کر دینا مجھے [illegible]

ملاقات کے بارے میں کچھ بتانا چاہیے تھا۔ فاروق
ایک نفسیاتی مریض ہے۔ بظاہر وہ ایک اکھڑ
[illegible] کے علاوہ کچھ اور نہیں لگتا وہ ایک ایسا شخص
ہے جس میں دوسروں پر حکومت کرنے کا جنون
ہوتا ہے اور اس کو اپنی ذات کے احترام کے علاوہ
اور کچھ نہیں ہوتا۔ ان کو یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ سب
سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں اور وہ بڑی شخصیت کے
مالک ہوتے ہیں مگر اس سے گھبرانے کی ضرورت
نہیں وہ کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔"
خالہ نے اس کو مختصراً فاروق کے بارے میں
بتایا۔

بظاہر سونیا کو یہ باتیں بہت معمولی لگیں [illegible]
[illegible] کو پتا چلا کہ فاروق سے [illegible]
[illegible] کھیل میں کتنی بار سونیا نے اپنے
[illegible] اتنی کڑی نظر ڈالنا [illegible]
کہ وہ جنون ہے [illegible] سر کرنے
ہے۔ وہ اس کو ہمیشہ [illegible] جیسے اس
کا کوئی وجود ہی نہ ہو۔ کبھی تو سونیا [illegible] کرتے کرتے
خالہ سے الجھ جاتی "فاروق [illegible]
والدین کو ہر بات میں [illegible] نظر آتا ہے [illegible]
پتا ہے [illegible] پہنتا ہے پھر کیوں یہ [illegible] ہے
آپ نے اس کی عادتیں خراب کر دی ہیں اور کچھ
نہیں۔"

سونیا سے اتنی تضحیک برداشت نہ ہوتی تھی اس
وقت خالہ کی آنکھوں میں اداسی آ گئی وہ اپنے شوہر کے
[illegible] سے بہت کمزور رہتی تھیں تب سونیا کو اپنے لہجے
کی تلخی کا احساس ہوا۔

"خالہ جی مجھے معاف کر دیں میرا مقصد آپ کی
دل آزاری کرنا نہیں تھا۔"

"نہیں سونو تم حق بجانب ہو بظاہر اس میں کوئی
خرابی نہیں مجھے اپنے شوہر سے بہت محبت تھی
جب [illegible] اس کی ہر بات کو برداشت کیا [illegible]
[illegible] خوب صورت شخص اپنے [illegible]

[illegible] سونو سونیا اس کی زندگی کی عجیب
[illegible] کوئی دوست نہیں وہ اپنے آپ کو دنیا میں
اکیلا محسوس کرتا ہے ہر ایک شخص اس سے
[illegible] ہے۔" خالہ نے سونیا کے ہاتھ پکڑے اور ان
کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔

سونیا کو اس سے [illegible] فاروق کے سخت چہرے اور
[illegible] آنکھوں سے بہت ہمدردی محسوس ہوئی۔

[illegible] فاروق تفصیل معلوم کرنے کے لیے راضی
ہو [illegible] شک ہے کہ کیا وہ واقعی مریض ہے
کہ [illegible] MENTAL DISORDER ہے
اور [illegible] نے اپنے آپ کو خول میں بند کر رکھا ہے۔

[illegible] دن بھر اسپتال میں مصروف رہتیں ان کی
[illegible] مریضوں کے گرد گھومتی تھی اکثر وہ رات بھر
[illegible] اور جب بھی وہ کوئی بڑا آپریشن کر کے
آتیں تو ان کی آنکھیں نیند کی کمی سے سوجی ہوئی
[illegible]

[illegible] سونیا [illegible] ان کے چہروں پر
[illegible] اس وقت [illegible]
[illegible] اپنے آپ کو دنیا میں [illegible]
[illegible] اس کا خیال رکھنے والا کوئی نہیں [illegible]
[illegible] بہت [illegible] آئی اور ماں [illegible] اس سے [illegible]
[illegible] بھی اس کے لیے تو دنیا میں اور بھی بہت سی
[illegible] کے سہارے وہ جی رہی
[illegible] لوگ [illegible] گرد تھے اس سے
[illegible] محبت کرتے تھے [illegible] اسے پسند کرتے
تھے [illegible] اپنے اوپر [illegible]

"[illegible] اب تک صرف اپنے لیے [illegible]
[illegible] باہر نکل کر ان بچوں کو دیکھا ہوتا [illegible]
[illegible] سڑکوں پر پڑے بلک رہے ہوتے ہیں [illegible]
[illegible] کے ستم کا شکار بننے والے لوگوں
[illegible] ان لوگوں کے لیے
[illegible]

بات تھی اور کافی میں فاروق جیسے لوگوں کو ان کا اعتماد
واپس دلاؤ گی۔ ان کو محبت کا احساس دلاؤ گی۔"

سونیا کے ذہن سے اس طرح کے خیالات
ٹکراتے رہے اور وہ نہ جانے کیا کیا سوچتی رہی۔

اس شام جب باہر سرد ہوائیں تیزی سے چلنے
لگیں تو اس کا دل بہت گھبرایا وہ سوائے جوزفین کے
پاس کچن میں جانے کے اور کچھ نہ کر سکتی تھی۔

نوفی بار بار شرارت کر رہا تھا۔

"نوفی تم کچن میں بہت تنگ کر رہے ہو اگر
فاروق صاحب نے دیکھ لیا تو تمہیں مزہ چکھائیں گے
اس شرارت کا۔" جوزفین نے اسے تنبیہ کی۔

نوفی واقعی سہم کر بیٹھ گیا۔

پھر سونیا نوفی کو لے کر بذریعہ بس [illegible] کی سیر کو
نکل گئی۔ راستے میں بھی اسے یہی خیال آ رہا تھا۔

"اف! آخر کیا مصیبت ہے فاروق صاحب، فاروق
صاحب تم سب کتنے خوف زدہ رہتے ہو۔" اس نے نوفی
کو چھیڑا۔

ان دونوں کو واپسی پر کافی دیر ہو گئی اور کھانے پر
ان کو خالہ کا انتظار تھا۔ سونیا کو اکتاہٹ ہونے لگی پھر
اس نے موبائل فون اٹھایا اور خالہ سے بات کی۔ "ہیلو
خالہ! کیا آپ رات کو آ سکتی ہیں میری طبیعت بہت الجھ
رہی ہے۔" سونیا نے کہا۔

اس نے اسی دوران فاروق کی گاڑی رکنے کی آواز
سنی "نہیں سونو میں نہیں آ سکوں گی تم ایسا کرو
جوزفین سے اپنے انکل کی لائبریری کی چابیاں لے لو
شاید تم کوئی اچھی کتاب تلاش کر سکو اور جی چاہے تو
کتابوں کو ذرا ترتیب سے رکھ دینا۔ اس طرح تمہارا
دل بہل جائے گا اور لائبریری بھی ٹھیک ہو جائے
[illegible]"

سونیا نے [illegible] وقت ٹی وی دیکھ کر گزارا خاص کر
[illegible] دیکھنے میں اسے خوب مزہ آتا اور
شور [illegible] شکل میں تو اس کو اور بھی مزہ آتا۔
انگریزی [illegible] فلم "with the wind

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"Gone" دیکھ کر اس نے خوب انجوائے کیا۔

مگر پڑھنے کی عادت اسے تنگ کر رہی تھی تب ہی اس نے خالہ کی ہدایت پر آج لائبریری ترتیب دینے کا سوچ لیا۔ سونیا نے خوشی خوشی چابیاں لے کر جب لائبریری کھولی تو خوشی سے اس کی چیخ نکل گئی اتنی خوبصورت لائبریری جیسی کی تمنا برسوں سے اس کے دل میں تھی۔ کتابیں بے حد قیمتی اور خوب صورت جلدوں میں اس کے سامنے موجود تھیں۔ کچھ کتابیں میز پر ڈھیر تھیں۔

سونیا نے ان کو الٹ پلٹ کر دیکھا سب [illegible] فاروق سے متعلق تھا۔

اس نے پاس ہی رکھی الماری دیکھی جو ذرا کونے میں تھی۔ وہاں لاتعداد کتابیں Schizophrenia سے متعلق تھیں یا اس سے کچھ ملتی جلتی۔

نیچے کے خانے میں دروازے لگے ہوئے تھے۔ سونیا نے ان کو کھولنے کی کوشش کی مگر وہ لاک تھے اس نے ساری چابیاں لگا کر دیکھ ڈالیں آخر میں ایک چھوٹی سی چابی بچی جس سے وہ فوراً کھل گیا۔ اس میں صرف ایک فائل رکھی تھی سونیا نے الٹ پلٹ کر دیکھا یہ ڈاکٹری فائل تھی جس پر فاروق کا نام درج تھا۔

سونیا نے اسے نکال لیا اور پھر بجائے کتاب پڑھنے کے اس نے فائل پڑھنا شروع کر دی اور جب نجانے کتنی دیر بعد وہ باہر نکلی تو اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔

فاروق کی زندگی بہت سخت گزری تھی۔ اور اب بھی وہ زندگی کا بار اٹھائے ہوئے تھا۔ فاروق بچپن سے الجھن لے کر پیدا ہوا تھا۔ ابتدا میں پہلی اولاد ہونے کی وجہ سے لاڈ پیار زیادہ ملا لیکن جب دوسرا بھائی آیا تو وہیں سے اس کی بیماری شروع ہوئی۔ چھوٹے بچے کو اس سے چھپا چھپا کر رکھتے مگر اس کو جب موقع ملتا وہیں اس کو مارتا۔ گھر والے سب عاجز آ گئے تھے اور وہاں

کوئی اس کے علاوہ کہیں توجہ دے۔

8 سال کی عمر میں اس کے والدین کو نفسیاتی ڈاکٹرز سے رجوع کرنا پڑا۔ تھوڑے دن کے بعد ایک ایسا واقعہ ہوا جس نے تمام گھر والوں کو ہلا کر رکھ دیا۔

ایک دن نوکر چھوٹے بچے کو پرام میں لے کر نکلا اور اس کی ذرا سی توجہ ہٹی تو فاروق نے گاڑی کو دھکیل دیا۔ گاڑی سڑک پر لڑھکتی چلی گئی اور سامنے سے آنے والے ٹرک کے نیچے کچل کر مر گیا۔

یہ ایک بات تھی جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا کیوں کہ یہ کوئی اتفاقی حادثہ بھی نہ تھا۔ فاروق کے ماں باپ کو بیٹے کا غم تو تھا ہی مگر ان کو اس کی بھی [illegible] وہ فاروق کو لے کر انگلینڈ آ گئے یہاں ڈاکٹروں نے [illegible] کو ذہنی مریض قرار دے دیا۔ ان کا اصرار تھا کہ ٹھیک ہو سکتا ہے مگر اس کو مکمل ٹریٹمنٹ علاج کی ضرورت ہے جو ہاسپٹل میں رکھ کر کیا جا سکتا ہے [illegible] ہو سکتا ہے کہ آگے چل کر اس کا مکمل علاج ہو جائے۔ ان لوگوں نے اسے وہیں چار سال کے لیے ہاسٹل میں چھوڑ دیا مگر واپسی پر ان کا جہاز کریش ہو گیا اور یوں فاروق کو صحت مند دیکھنے کی خواہش دل میں لیے دنیا سے چلے گئے۔

خالہ اور انکل برابر فاروق کی خبر گیری کرتے رہے مگر اس کے رویے میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہ ہوئی۔

سونیا نے ایک ایک رپورٹ بہت احتیاط سے نکال کر پڑھی۔ فاروق کا بچپن سے لے کر کوئی آٹھ سال پہلے تک کا پورا ریکارڈ موجود تھا۔

سونیا نے ڈاکٹروں کی رائے کو چھوڑ کر فاروق کی کیس ہسٹری تفصیل سے پڑھی۔ سونیا پڑھتی گئی اور اس کے آنسو بہتے گئے اس کے اندر فاروق کا درد [illegible] بہت عجیب تھا ماں باپ کے مرنے کے بعد جب وہ اپنے چچا کی تحویل میں آیا تو انہوں نے اسے مکمل [illegible] اپنی نگرانی میں رکھا تب انہیں معلوم ہوا کہ [illegible]

جیسے وہ نہیں جو نظر آتا ہے اس کی سطح کی گہرائیوں میں ڈاکٹروں کی نظر سے جھانکنا چاہیے تب پتا لگا کہ وہ ایک قسم کی ذہنی بیماری میں مبتلا ہے جو بظاہر نفسیاتی ہے مگر اس میں اور بھی پیچیدگیاں اس لیے پیدا ہو گئیں کہ باہر کے ایک نفسیاتی ادارے کے ہاسٹل میں اس نے چار سال گزارے اور وہاں کے ڈاکٹروں نے اسے لاعلاج ہونے کا سرٹیفکیٹ بھی دیا اور اب وہ ایسا جنونی بن چکا تھا جس کی رگ رگ میں شر تھا جب وہ اپنے جنون میں آ جاتا تو اس کے آگے ہر چیز اتنی بے مولی بن جاتی کہ اس کی حیثیت ایک تنکے سے زیادہ نہ ہوتی۔

لیکن اب جبکہ اس کے چچا کا انتقال ہو گیا تھا تو سونیا کی خالہ نے اسے خوش رکھنے کی بہت کوشش کی لیکن اب وہ ایک ایسا انسان تھا جسے دنیا کی کوئی شے خوش نہ رکھ سکتی تھی۔ آنٹی نے اپنے آپ کو اس سے لاتعلق کر لیا اور جب فاروق کی زندگی میں جو ایک قسم کی بھاگ دوڑ شامل ہو گئی تھی وہ ایک رفتار میں آ گئی۔ فاروق ایک ایسا سمندر تھا جس کے اوپر پانی کی چادر تھی اور اندر دنیا بھر کا لاوا ابل رہا تھا جب بھی اندر کا موسم خراب ہوتا لاوا ابل پڑتا مگر کیا ستم تھا وہ تنہائی میں قید تھا۔ وہ ایسا سمندر تھا جو کبھی اپنی تنہائی سے بلک کر رو پڑتا اور کبھی طیش میں ایک طوفان بن جاتا سونیا کو فاروق کی زندگی نیلے آسمان میں [illegible] چاند کی سی تھی جو خود تنہا خوب صورت [illegible] آہستہ آہستہ تنہا سفر [illegible] جس کی منزل نہیں [illegible] تاریکیوں میں وہ چلتا ہی چلا جاتا [illegible]

دے اس سے اس دنیا میں آنے کو کہے جہاں غم تو ہیں جہاں آنسو تو ہیں مگر پھر زندگی کے قہقہے بھی ہیں کچھ دیر کو تو سکون ملتا ہی ہے ویسے بھی کسی کو سکون کہاں میسر ہے پھر بھی کچھ دیر تو دل ہلکا ہو ہی جاتا ہے۔

لیکن جب ایک شام وہ کام سے واپس آیا تو اس کے کپڑے کالے ہو رہے تھے جگہ جگہ دھبے لگے ہوئے تھے منہ پر بھی کالک لگی ہوئی تھی مگر آنکھیں اتنی سرد تھیں کہ سونیا اس سے بات کرنے کا ارادہ دل ہی میں لیے واپس ہو گئی۔ دور پہاڑیوں سے نزدیک ریل کی پٹریاں بچھانے کا کام جاری تھا جب بھی پہاڑ ڈائنامائٹ سے اڑائے جاتے تو بجلی سی آواز سونیا تک آتی۔

سونیا کو فاروق سے دلی ہمدردی تھی مگر وہ اپنی ہی حد میں تھی۔ سونیا نے اب پکا ارادہ کر لیا کہ وہ اس شخص سے تھوڑی سی بات ضرور کر کے دیکھے گی آخر وہ کسی سے زبردستی تو جذبے تبدیل نہیں کر سکتا۔ "جانم وہ ہوتے ہیں جو دلوں پر حکومت کرتے ہیں۔ اور تم نے خوف سے دلوں پر حکومت کی ہے اس لیے یہ نہ سمجھ لینا کہ میں تم سے خوفزدہ ہو جاؤں گی۔"

فاروق کو کام سے آنے میں ابھی چار پانچ گھنٹے تھے۔ نانی کو تیز بخار تھا سونیا نے جوزفین کو اصرار کر کے اس کی دیکھ بھال کے لیے بھیج دیا۔ جوزفین ڈرتے ڈرتے چلی گئی۔ آنٹی کی رات کی بھی ڈیوٹی تھی اس لیے ان کے آنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ سونیا نے ہمت کے ساتھ فاروق کے کمرے میں جھانکا جہاں کپڑے، جوتے اور کتابیں بے ترتیبی سے بکھری پڑی تھیں۔

میز کے پاس کتابوں کا ریک تھا۔ سونیا وہیں قالین پر [illegible] کتابیں دیکھنے لگی۔ تمام ہی کتابیں بہت اچھی اور [illegible] تھیں ایک طرف شاعروں کے مجموعے [illegible] کی کتابیں تھیں سونیا نے ایک کتاب اٹھا لی۔ ابھی اس نے اس کا ایک ورق پلٹا ہی تھا کہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہاتھ میں لیے سن بیٹھی رہ گئی۔ مردانہ قدم اندر آئے اور سونیا کے قریب آکر رک گئے۔ سونیا اس کے جوتے دیکھتی رہ گئی۔

"کسی کو یہاں آنے کی جرات کیسے ہوئی؟"

وہ گرجدار آواز میں بولا اور سونیا تھوڑا سا چونک گئی۔ شرمندگی سے اس کی آنکھوں میں تھوڑی نمی چمکی اور وہ کچھ کہنے کے لیے ہمت پیدا کرنے لگی۔

فاروق دروازہ کھول کر [illegible] سونیا کی سمجھ میں آگیا۔

سونیا نے قدم بڑھائے اور اسے اتنی توہین محسوس ہوئی کہ وہ زمین میں دھنس جائے۔

"اب مجھے اپنے کمرے کو لاک کرنا پڑے گا۔" اس کے باہر نکلتے وقت فاروق نے کہا۔

"آپ اطمینان رکھیے کوئی بھی اتنی ذلت کے بعد ادھر دوبارہ قدم رکھنا پسند نہیں کرے گا۔" سونیا نے کہا۔

اسے اب برداشت کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ اس کی آواز بھرا گئی تھی اگر وہ کچھ دیر اور وہاں رک جاتی تو اس کے سامنے ہی رو پڑتی۔

وہ اپنے کمرے میں آئی تو فاروق سے ہمدردی کا خیال بخارات بن کے اڑ چکا تھا اسے اب فاروق سے نفرت محسوس ہو رہی تھی اس نے تین ہی بار اوپر اس کے کمرے کی طرف نفرت سے دیکھا جہاں اب وہ لیٹا یا بیٹھا ہوگا۔

لیکن جب وہ اپنے دل کا غبار آنسوؤں کے ذریعے نکال چکی تو پھر اسے فاروق سے ہمدردی ہونے لگی۔

"وہ کوئی نارمل انسان تو ہے نہیں جو اس کی باتوں کا برا مانا جائے۔" سونیا نے سوچا۔

"جوزفین! جوزفین!" فاروق کے دھاڑنے کی آواز کے بعد دھم دھم نیچے اترنے کی آواز اور ساتھ ہی کسی چیز کے گرنے کا چھناکا سنائی دیا۔

سونیا تولیے سے اپنی آنکھیں رگڑ کر اس سے نمٹنے کے لیے [illegible]

"آپ ہیں کیا چیز انسان یا کچھ اور؟ جوزفین نہیں ہے۔" سونیا نے خود اعتمادی سے کہا۔

"یہاں نئی ہے وہ اور لہجہ درست کریں بات کرنے سے پہلے۔" فاروق طیش کے عالم میں دونوں ہاتھ کمر پر رکھے تھا۔

"اس کا بچہ بیمار ہے اس لیے میں نے اسے چھٹی دے دی ہے۔" سونیا نے آرام سے کہا۔

"تم کون ہوتی ہو اسے چھٹی دینے والی۔" وہ چیخا

"اور میرے کپڑے کون دھلائے گا [illegible]" اس نے [illegible] دھلانے انداز میں کہا۔

سونیا نے کہا "میں آپ کے کپڑے [illegible] اور کچھ دوسرے کام آپ خود کر لیجیے گا۔"

"[illegible] آپ دیکھتا ہوں جوزفین کے۔" اس نے باہر کی [illegible] قدم بڑھائے۔

"آپ واقعی [illegible] ہیں۔ اس کا بچہ بیمار ہے اور آپ؟" سونیا کو [illegible] آگیا۔

اس نے رک کر سونیا کی طرف [illegible]

"اس شرط پر کہ اس کا [illegible] آپ [illegible]" اس کی آنکھوں میں تذلیل تھی [illegible] صاف پڑھ لیا۔ "ایک انسان ہونے کے ناتے میں آپ کی مدد کر سکتی ہوں۔" سونیا نے جتا کر کہا۔

"مجھے نہیں میں کسی کی مدد لینے کا عادی نہیں ہوں میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر تم نے جوزفین کو چھٹی دے دی ہے تو اس کی حیثیت سے کام کرنا ہوگا۔"

اس نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ اس کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ تھی۔

سونیا کانپ کر رہ گئی۔ گمان اس کے سر پر سے مارے تو اسے اس کے نارمل نہ ہونے کا خیال آیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کو یہ بھی خیال آیا کہ اس طرح وہ اس سے جو بات کرتی تھی وہ اس کے قریب آنا چاہتی تھی [illegible] شاید وہ اس کو اچھا ہونے لگے۔

[illegible] سونیا [illegible] فاروق زور سے [illegible] اس کی

بھی بڑی طنزیہ تھی۔ سونیا نے اپنے چہرے پر ناگواری کے تاثرات پیدا کیے جب کہ وہ یہ کام خود بھی کرنا چاہتی تھی۔

"ٹھیک ہے۔" سونیا نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

فاروق کو شاید اس کی امید نہ تھی اس نے لمحے بھر کو اسے دیکھا پھر چلا گیا۔

بہرحال وہ ایک مریض تھا اور وہ اس کی مدد کرنا چاہتی تھی اور بڑی کوشش کے بعد اس کو ایک موقع ملا تھا۔

مگر اسے ہچکچاہٹ ہونے لگی کہ وہ کس طرح اس کی پیٹھ ملے گی۔ جوزفین کو اس نے دیکھا تھا کہ وہ اس کی مٹی سے اٹی پیٹھ جلدی جلدی مل کر صابن کو پانی ڈال کر بہاتی جاتی تھی۔

اس نے دھلا ہوا تولیا لے کر ہاتھوں میں پوڈر لگایا اور پھر خود ہی مسکرا دی۔

جب وہ آئی تو وہ اپنا منہ دھو چکا تھا اس نے قمیص اتار دی [illegible] بنیان تھا۔ اس کا منہ تو صاف تھا مگر صرف [illegible] پیچھے اور بازو مٹی اور کوئلے کی تہہ سے لپٹے ہوئے [illegible] کے اسٹول پر بیٹھ گیا اور پانی ڈالنے لگا جب [illegible] بھر کر پانی اس کی کمر پر ڈالا تو اس کے حلق سے چیخ کی آواز نکلی جیسے اس کو تکلیف ہو سونیا ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"[illegible] ہے۔" سونیا نے گھبرا کر پوچھا۔

اس نے [illegible] آواز میں کہا "کوئی ہلکا سا زخم ہوگا۔"

سونیا سنبھل [illegible] صابن کا جھاگ بنایا اور برش اس کی کمر پر رگڑنے لگی۔

فاروق نے پھر اپنا بازو تھوڑا سا [illegible]

سونیا نے اس کو تھوڑا سا جھانک کر دیکھا اس نے [illegible] اپنا ہونٹ دانتوں میں دبایا ہوا تھا۔ "برش سے اس کو تکلیف ہو رہی ہے ہاتھ سے مل دیتی ہوں۔" سونیا نے برش ایک طرف رکھ دیا اور بڑی آہستگی سے ہاتھوں کو چلانے لگی۔

لگی کافی دیر کے بعد اس کی گلابی پیٹھ جھلکنے لگی۔ سونیا کی انگلیاں سبک رفتار سے اس کی گردن سے پھسلتی نیچے آتیں اور اس کے کانوں کے نزدیک بالوں سے ٹکرا جاتیں۔

فاروق اپنے بازو دھو چکا تھا اور اب اس کی انگلیوں کا لمس محسوس کر رہا تھا۔ جوزفین اور سونیا کے انداز میں بڑا فرق تھا۔

"کیا آپ ورکرز کے کام کرتے ہیں" سونیا نے آخر بات کرنے کا بہانا ڈھونڈ لیا۔ اس کا اشارہ میل اور مٹی کی طرف تھا۔

"آپ سے میں نے بات کرنے کو نہیں کہا۔" اس نے تلخی سے کہا۔ "ہاں میں ورکرز کا کام کرتا ہوں مگر میرے پاس اتنی دولت ہے کہ تم نے خواب میں بھی نہ دیکھی ہو۔"

"تو آپ صرف وقت کاٹنا چاہتے ہوں گے کیوں کہ تنہائی کا بھی تو کچھ علاج ہونا چاہیے۔" سونیا نے اس کی بات اچک لی وہ غصے سے گھوم گیا۔

مگر سونیا نے پھرتی دکھائی اس نے تولیا کھینچا اور اس کو ڈھانپ دیا سونیا نرمی سے پانی خشک کرنے لگی۔ گردن سے نیچے دو سرخ سرخ نشان تھے جیسے کسی چیز سے ٹکرا گئے ہوں۔ سونیا نے اس کو اپنی دو انگلیوں سے چھو کر دیکھا فاروق کو شاید اس کے لمس کا احساس ہو گیا تھا کیوں کہ سونیا نے محسوس کیا کہ وہ کچھ دیر رک سا گیا تھا۔

وہ فاروق کو دیکھتی رہی۔ اس کے شانے بے حد خوب صورت تھے اور اس کی بھولی گردن میں شگفتہ وقار تھا۔ اس کا زخم دیکھ کر سونیا کو دکھ ہونے لگا اب فاروق اپنا جسم رگڑ رہا تھا۔ سونیا اپنی انگلیوں میں مرہم لے آئی ڈرتے ڈرتے اس سے بغیر پوچھے مرہم زخموں پر لگا دیا۔ وہ تھوڑا سا جھکا ہوا تولیے سے اپنے بالوں کو جھٹک رہا تھا اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ سونیا [illegible] سے پہلے [illegible] اور آہستہ آہستہ انگلیاں پھیرنے لگی اس نے ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پکڑ لیا۔

"تم نے کیا کیا ہے؟" سونیا کی آنکھوں میں حیرانگی کا تاثر تھا۔ فاروق نے چند لمحے اس کی کھلی کھلی آنکھوں میں دیکھا اور پھر بڑی آہستگی سے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہ مڑا تو گیا پھینکا اور چلا گیا۔

سونیا نے دانتوں سے نچلا ہونٹ دبایا۔ وہ قریب تو آنا چاہتی تھی مگر ابھی جو ہوا اسے سوچ کر وہ شرمندہ سی ہونے لگی۔

بات کچھ بھی نہ تھی لیکن پتا نہیں سونیا کو یہ احساس ہوا کہ جیسے اس نے کوئی گری ہوئی حرکت کر دی ہو۔ فاروق نہانے کے فوراً بعد چلا جاتا تھا۔ سونیا کھڑی سوچتی رہی۔ یہ بڑا مشکل کام تھا کہ وہ اب اس کا سامنا کرتی۔ اس کو اپنے اندر ہمت دم توڑتی محسوس ہوئی مگر نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے چائے بنائی۔ ٹرے لے کر جب وہ اس کے کمرے میں جانے لگی تو کئی بار اس نے خود کو دلاسہ دیا مگر اس کے کمرے کے دروازے پر پہنچ کر وہ پھر رک گئی۔

اس نے بڑی ہمت کر کے پردہ اٹھایا اور اندر جھانکا وہ کھڑکی کے شیشے سے باہر جھانک رہا تھا۔

اس نے تھوڑی سی آواز پیدا کرتے ہوئے ٹرے میز پر رکھ دی۔ آواز سے وہ پلٹ پڑا۔

"رکھ دو میں پی لوں گا۔" اس کی آواز حسب معمول سرد تھی۔ سونیا کو اپنی جان چھوٹتی نظر آئی اور اس نے کمرے سے باہر نکل کر لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔

اس کے بعد سونیا اور فاروق کی پھیکی زندگی لوٹ آئی۔

فاروق کام سے لوٹ کر آتا تو سونیا صرف اسے چھپ کے دیکھتی اور جب وہ اپنے کمرے میں چلا جاتا تو سونیا اسے دیکھنے کی کوشش کرتی۔

خالہ کچھ دنوں کے لیے باہر چلی گئیں تو سونیا کا دل چاہا کہ واپس پلٹ جائے مگر پھر وہ رک گئی۔ آنٹی کی سفید لمبے بالوں والی کتیا پونم سونیا کی دلبستگی کا بڑا سامان تھی۔ سونیا دن بھر اس کے ساتھ کھیلتی رہتی۔ وہ ٹونی کے ساتھ پونم کو لے کر لمبی لمبی سیروں کو نکل جاتی۔ پونم بھی اتنی شریر تھی۔ سونیا کو دھتکار کر بھاگ جاتی۔ سونیا اور ٹونی اس کے پیچھے بھاگتے اور وہ کسی جھاڑی میں چھپ کر بیٹھ جاتی اور جب وہ آگے نکل جاتے تو خوشی سے بھونکتی۔ سونیا اس کی حرکتوں پر لطف اٹھا کر ہنستی۔

ایک شام جب سونیا پونم اور ٹونی واپس آئے تو فاروق گیٹ پہ کھڑا تھا۔ ٹونی جب چاپ چلنے لگا تو پہلی بار سونیا کے آگے لیٹ [illegible] سے اسے چلنے میں دقت ہو رہی تھی۔

"پونم پونم۔۔۔ کم آن [illegible]" آواز دی۔ پونم نے سر اٹھا کر دیکھا اور [illegible] میں کھیلنے لگی۔

"[illegible]"

اس کی بار فاروق غصے سے چلایا۔

پونم اب کی بار [illegible] لگی اور دم ہلا ہلا کر منہ سے آوازیں نکالنے لگی جیسے وہ آنا چاہ رہی ہو۔ آخر کار وہ دم ہلاتی اس کے پاس چلی گئی [illegible] اس کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ مارا وہ زور زور سے چیختی ہوئی اندر کی طرف بھاگ گئی۔

"وحشی انسان۔ یہ امریکا ہے تمہیں جانور پر ظلم کرنے کی سزا بھی مل سکتی ہے۔" سونیا شدید غصے میں تھی اس نے فاروق کی طرف غصے سے دیکھا۔

"تم اپنے کام سے کام رکھو۔" فاروق نے کہا۔

سونیا غصے سے اندر چلی گئی۔ اس سے الجھنا فضول تھا۔ اب تک کے حالات سے سونیا کو بہت کچھ سمجھ آ گیا تھا۔ اس واقعے کے بعد سونیا بہت افسردہ افسردہ رہی۔ کچھ دن لائبریری میں کتابیں الٹ پلٹ کرتی رہی پھر وہ اس سے بھی اکتا گئی اور ٹونی کے ساتھ [illegible] کی سیر کو چلی گئی۔

اتنے خوب صورت اور بڑے اسٹورز تھے جن میں گھومتے ہوئے وقت کا احساس تک نہ ہوا۔

ایک دن وہ اپنے کمرے کی کھڑکی کے شیشے

[illegible] کے عکس دیکھ رہی تھی کہ سامنے سے فاروق [illegible] اس نے نیلی جینز پر سبز رنگ کی سرخ جرسی پہن رکھی تھی۔ سونیا اسے جاتے دیکھتی رہی جانے [illegible] سونیا کے دیکھنے کا احساس ہوا اس نے اچانک پلٹ کر دیکھا سونیا نے جلدی سے آڑ لے لی۔

سونیا نے اضطراب سے ہونٹ کاٹے۔ "اس نے [illegible] دیکھا؟" مگر وہ چلا گیا اور سونیا اس بارے سوچتی رہی۔ یہ بہت عجیب بات تھی۔ بالکل انوکھی۔

سونیا کو انجانا سا خوف آنے لگا۔ اس کی چھٹی حس [illegible] دے رہی تھی کہ فاروق میں کچھ تبدیلی [illegible] جیسے سونیا نے خاموش [illegible] ایک [illegible] پھینک دی ہو اور اب ہلکی ہلکی لہریں دل میں پھیل رہی ہوں۔

وہ تھوڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھی سوچتی رہی مگر [illegible]۔

"[illegible] سرد مہر" سونیا نے بالکل یہ الفاظ [illegible] اور ایک کتاب پڑھنے میں مصروف ہو گئی۔

[illegible] بے چین محسوس [illegible] اس [illegible] سوچ۔ اس نے [illegible] میں لاک [illegible] بھی ایسا [illegible] وقفے وقفے سے [illegible] اور باہر [illegible] نظروں [illegible]

[illegible] سونیا نے چاہا کہ باہر جا کے آتش میں [illegible] اپنی موت کو دعوت دینا تھا [illegible] آپ [illegible] نے آتش دان کے [illegible]

[illegible] اسے فاروق کا خیال آیا۔ [illegible] بار بار اس سے الجھتے چلے جاتے [illegible] چاہتے ہوئے بھی سونیا اس کے بارے [illegible] "شاید اسے محبت کی کمی نے ایسا بنا دیا [illegible] شاید اس کو محبت و اعتبار ملے تو وہ ٹھیک [illegible] ایک ایسی زمین ہوگی جس میں جتنا

پانی ڈالو وہ خشک ہو جائے گی۔"

سونیا کو ایک کتاب کے الفاظ یاد آ گئے تھے اور اس کے ساتھ ہی اس ڈاکٹر پر بھی غصہ آ گیا جس نے یہ لکھی تھی۔ "کاش وہ یہ بھی بتا جاتا کہ اس کا حل کیا ہے۔"

اس نے ہر خیال کو جھٹکا اور اپنے آپ کو گرم کپڑوں میں لپیٹ کر باہر نکل گئی۔ باہر ہر طرف برف کی سفید چادر بچھی تھی۔ دور دور تک ہر چیز برف سے ڈھکی ہوئی تھی۔ سونیا کو یہ منظر بہت اچھا لگا۔ وہ چار قدم آگے بڑھی مگر جانے کیا ہوا اس کا پاؤں پھسلا اور وہ زوردار آواز کے ساتھ چھجے پر آ دھے میں منہ کے بل گر پڑی۔ گرتے ہی اس کے منہ سے چیخ بلند ہوئی فاروق نے جلدی سے باہر جھانکا اور اسے زمین پر پڑا دیکھ کر اس کی طرف لپکا اور بے اختیار اسے سہارا دے کر اٹھا لیا۔ سونیا کے حواس گم تھے وہ اس کے سہارے کھڑی تھی مگر چوٹ کی شدت نے ہر احساس سے عاری کر رکھا تھا۔

"کیا ہوا؟ چوٹ زیادہ تو نہیں آئی؟" فاروق نے گھبرا کر پوچھا۔

"اوہ!" اب سونیا کو احساس ہوا۔ اس نے جلدی سے خود کو سنبھالا مگر پھر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ "ہاں بہت زیادہ۔"

"چلو ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔" فاروق نے نرمی سے کہا۔

سونیا نے اپنا پورا بوجھ اس کے ہاتھوں پر ڈالا پھر اچانک اس نے ایک اہم فیصلہ کر ڈالا۔

"فاروق میں بھی آپ کو ڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہتی ہوں کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ آپ کو بھی کہیں چوٹ لگی ہے اور مرہم کی ضرورت ہے۔"

"میری روح زخموں سے چور ہے اب اس کا علاج [illegible]" وہ غصے سے بولا۔

"[illegible] سکتا ہے۔ مجھ پر اعتبار کیجئے۔ ایک بار میرے ساتھ چلیے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رزیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety twitter.com/paksociety1

"تم وہاں جا کر اپنا راستہ بدل لو گی اور پھر دوسرے لوگوں کی طرح میرے لیے خواب اور سکون کی دوا میں تجویز کروا کر مجھے واپس بھیج دو گی۔" فاروق کی آواز سنجیدہ تھی۔

"نہیں فاروق میں ان لوگوں کی طرح راستہ نہیں بدلوں گی یہ میرا وعدہ ہے [illegible] اب ایک بار یقین کرو۔ تم پر جو لیبل لگ گیا ہے ایب نارمل کا یہ میں اپنے پیار سے مٹا دوں گی۔" [illegible] فیصلہ اس نے اتنی آسانی سے سنا دیا۔

☆

اور جب وہ دونوں کراچی INSTITUTE OF PSYCHOLOGY سے باہر نکل رہے تھے تو سونیا کا خوشی سے برا حال تھا۔ فاروق کو جو کبھی نہ تھا وہ صرف تنہائی اور بیزاری کا شکار تھا۔

اس نے ذہانت اور نفسیات کے سارے امتحان باآسانی پاس کیے تھے ڈاکٹرز نے اس کی فائل کو [illegible] ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ سونیا نے اس فائل کے دو ٹکڑے کروا لیے۔

محبت نے دو تنہا انسانوں کو یکجا کر کے ان کو [illegible] ڈالا۔ اپنائیت بھرا ماحول، اس چاہت اور وطن کی مٹی کی خوشبو فاروق کو [illegible] سے [illegible] اور [illegible] کر کے وہاں لے آئی جہاں وہ پہلی بار نیند کی گولیوں کے بغیر سو گیا۔

آج ایک مدت بعد ماں کی آغوش سے بچھڑا ہوا بچہ ماں کی آغوش میں گہری اور پرسکون نیند میں سو گیا تھا وطن بھی تو ماں کی طرح ہے [illegible] کے چہرے پر معصوم فرشتوں [illegible]

[illegible] نے اشفاق کی کتاب نکالی اور [illegible] صفحے پر [illegible] محبت کی [illegible] قدم کے دوری [illegible] سے تو کیا چوری [illegible] آنکھ کو بچا رکھنا

اب شخ ور [illegible] کی [illegible] ہوں نے پھر جانے جانے [illegible]
دروازہ کھلا رکھنا
دروازہ کھلا رکھنا

☆ ☆ ☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

افسانہ

ان سے محبت کرتے ہیں

[illegible] آسمان کی [illegible] چہرہ حریم اپنی نشست پر بیٹھی خیالوں میں گم تھی۔ اس کی عمر 28 سال ہو چکی تھی مگر وہ ابھی تک اپنے خوابوں کی دنیا میں گم تھی اور ان سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں تھی۔ اس کے کام کی نوعیت ہی ایسی تھی کہ اکثر اسے ملک اور بیرون ملک عازم سفر ہونا پڑتا تھا لیکن اسے کہیں بھی اپنے خوابوں کا شہزادہ نظر نہیں آیا تھا۔ ماں باپ بھی اب تو اس کو سمجھا سمجھا کر تھک چکے تھے۔ حالانکہ وہ ایک ماڈرن اور جدید خیالات کے حامل خاندان سے تعلق رکھتی تھی، جہاں مذہبی اقدار کی پابندی کے باوجود لڑکیوں کو اپنی پسند کے اظہار کی آزادی تھی اور ماں باپ کو اس کی پسند پر کوئی اعتراض بھی نہ تھا۔ مگر آج تک اس کو اپنا آئیڈیل نہیں ملا تھا وہ خود بھی بے حد حسین تھی اور حسن پرستی اس کی سرشت میں داخل تھی۔ وہ چھوٹی سے چھوٹی چیز خریدتے وقت بھی معیار سے زیادہ خوب صورتی پر نظر رکھتی تھی۔ یہ بھی اتفاق تھا کہ ایم بی اے کی کلاس میں میکائیل اس کا کلاس فیلو تھا اور اب دونوں ایک ہی کمپنی میں جاب کرتے تھے۔ وہ اس کا ایک بے حد اچھا دوست تھا مگر حریم گاہے بگاہے اسے اپنے خیالات سے آگاہ کرتی رہتی تھی تاکہ وہ کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائے کیوں کہ میکائیل بے حد ذہین، قابل لیکن عام سی شکل صورت کا لڑکا تھا۔ درمیانہ قد، گندمی رنگ، لیکن اسمارٹ اور گفتگو کا بادشاہ۔ اس کے خلوص اور اخلاق کے سب ہی معترف تھے۔ وہ حلیم الطبع اور پر وقار تھا اور حریم بحیثیت ایک دوست اس کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتی تھی کیوں کہ جب وہ نئی نئی جاب میں آئی تو کافی گھبرائی اور پریشان تھی لیکن یہ میکائیل ہی تھا جس نے اس کی قدم قدم پر رہنمائی بھی کی اور حوصلہ بھی بندھایا۔ بہت مرتبہ اس نے حریم کے حصے کا کام بھی خود کیا اور میکائیل یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ حریم کے معیار پر پورا نہیں اترتا اس کے خوابوں کا شہزادہ نہیں ہو سکتا اسے اپنی انا، خودداری اور وقار بے حد عزیز تھا اس لیے دل ہی دل میں حریم کو چاہنے کے باوجود اس نے کبھی نہ کوئی چھچھوری حرکت کی۔ نہ اپنے کسی بھی عمل سے اس کا اظہار کیا تھا کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔

☆......☆

وہ دونوں آفس کے کام سے ملائیشیا آئے ہوئے تھے۔ حریم کچھ افسردہ اور پریشان دکھائی دے رہی تھی۔

”حریم! کیا بات ہے کچھ پریشان ہو؟“ میکائیل سے اس کی بے چینی برداشت نہیں ہوئی اس لیے پوچھ بیٹھا۔

”چھوٹی بہن کی شادی ہے اور امی نے مجھے فوراً بلایا ہے، حالانکہ وہ اچھی طرح جانتی ہیں میں آفس کے کام سے ملائیشیا آئی ہوں۔“

”یہ تو خوشی کی بات ہے لگتا ہے تم چھوٹی بہن کی شادی سے خوش نہیں ہو کہیں تم جیلس تو نہیں ہو رہیں کیوں کہ بڑی ہونے کے ناتے حق تو تمہارا بنتا ہے۔“ میکائیل کے لہجے میں شرارت تھی لیکن حریم کو غصہ آ گیا۔

”واٹ ربش! مسئلہ یہ ہے کہ اماں نے میرے لیے کوئی لڑکا پسند کر لیا ہے۔ بقول ان کے میرے معیار کا ہے اور وہ چاہتی ہیں کہ بہن کی شادی کے دن میری منگنی ہو جائے۔ مجھے غصہ اسی بات پر ہے کہ جانتے ہوئے بھی کہ میں اپنے آئیڈیل کے علاوہ کسی سے شادی نہیں کروں گی پتا نہیں انہوں نے میرے لیے کس ”گھونچو“ کو پسند کر لیا ہے۔“

”دیکھو حریم میں تو یہی کہوں گا کہ تم اس آئیڈیل کے چکر میں اپنی زندگی کے قیمتی ماہ و سال ضائع مت کرو اور جہاں ماں باپ کہتے ہیں وہیں شادی کر لو۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ اپنا کما رہی ہوں خوش ہوں خود مختار ہوں۔ پھر سال کیسے ضائع ہو گیا اور تم جانتے ہو میں اس معاملے میں سمجھوتا نہیں کر سکتی۔" وہ فیصلہ کن لہجے میں بولی۔

"اگر تمہارے خوابوں کا شہزادہ نہ ملا اور تم بوڑھی ہو گئیں تو کیا کرو گی؟" میکائیل مسکرا کر بولا۔

"خدا کے لیے میکائیل! اب تم مجھے بددعائیں تو نہ دو میں کوئی آسمان کا چاند تو نہیں مانگ رہی خوب صورت ہوں خوب صورتی کی طلب میرا حق ہے۔" وہ چڑ کر بولی۔

"اس بات پر ایک شعر عرض ہے۔" میکائیل سنجیدگی سے گویا ہوا۔

سیرت نہ ہو تو عارض و رخسار سب غلط
خوشبو اڑی تو پھول فقط رنگ رہ گیا

"یہ شعر تمہارے حسب حال ہے صورت تو آنی جانی ہے رب کی بنائی کوئی بھی تخلیق بری کیسے ہو سکتی ہے۔ پائیدار چیز سے محبت کرو یعنی سیرت۔ انسان کا کردار، اس کا دل اور اس کے اخلاق کہ جو کبھی نہیں مرتا ہمیشہ جس کو دوام ہے۔"

"مجھے یہ سب نہیں پتا بس مجھے پسند آنا چاہیے۔" وہ لاپروائی سے بولی۔

"اور اگر تمہارے خوابوں کا شہزادہ شادی شدہ نکلا تو کیا کرو گی۔" میکائیل نے چٹکلا چھوڑا۔

"میکائیل! مفروضے مت بنائیں میں سنجیدہ ہوں اور آپ کو مذاق سوجھ رہا ہے۔" وہ بھنا کر اپنے کمرے میں آ گئی۔ وہ سخت اضطراب اور بے چینی کا شکار تھی اور احساسات میں بھونچال آیا ہوا تھا وہ اس مسئلے کا ایسا حل چاہتی تھی جس سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے پھر وہ کچھ سوچ کر مطمئن ہو گئی۔

☆......☆

میٹنگ کے بعد جب وہ دونوں ہوٹل پہنچے تو حریم بڑی خوش نظر آ رہی تھی اور آخر میکائیل سے بول پڑی۔

"ابھی کل تک تو تمہاری شکل پر بارہ بجے ہوئے تھے آج پھول کی طرح کھلی کھلی نظر آ رہی ہو۔"

"میں نے اپنے مسئلے کا حل ڈھونڈ لیا ہے مجھے آپ کا تعاون چاہیے۔" وہ اٹھلا کر بولی۔

"میں نے ہمیشہ تمہارے ساتھ تعاون کیا ہے حریم۔" میکائیل خلوص سے بولا۔

"لیکن یہ معاملہ ذرا مختلف ہے آپ کو وعدہ کرنا ہوگا۔"

"کمال ہے۔" میکائیل تعجب سے بولا۔

"میں وعدے کے بغیر بھی ہمیشہ تمہاری مدد کو تیار رہتا ہوں۔"

"آپ مجھ سے منگنی کر لیں۔" حریم کے کہنے پر میکائیل شاک میں رہ گیا۔

"اگر یہ مذاق ہے تو اس سے زیادہ گھٹیا مذاق نہیں سکتا اور اگر تم سنجیدہ ہو تو یہ بھی اوچھی بات ہے کیوں کہ میں تمہارے خوابوں کا شہزادہ نہیں ہوں۔" میکائیل سنجیدگی سے بولا۔

"ارے تو یہ کون سی سچ مچ کی منگنی ہے بس والدین کو مطمئن کرنا ہے کیوں ان کی طرف سے مجھ پر کوئی پابندی نہیں ہے اور آپ کے لیے تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہوگا۔ اس طرح ڈی نے جس کو پسند کیا ہے اس سے میری جان چھوٹ جائے گی۔" حریم نے اطمینان سے حل پیش کیا۔

"دیکھو زندگی کوئی ڈراما نہیں جس کی کردار سازی تم اپنی مرضی سے کرو اور نہ میں اس ڈرامے کا کردار۔ جب تمہارے والدین کو پتا چلے گا کہ یہ منگنی صرف ایک ڈراما تھا تو ان کو کتنی تکلیف ہو گی۔ ان کے احساسات و جذبات مجروح ہوں گے۔ ان کو کتنا دکھ پہنچے گی۔ سب سے بڑھ کر میری کیا عزت رہ جائے گی سوری میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔"

میکائیل نے ٹکا سا جواب دے دیا اور حریم کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں جواب اس کی توقع کے خلاف تھا۔

"آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا میکائیل آپ مجھ سے مکر سکتے ہیں۔" حریم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے جس نے میکائیل کو بے چین کر دیا۔

"اچھا بس ملکہ جذبات بننے کی کوشش مت کرو تم جانتی ہو میں تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔"

"کیوں نہیں دیکھ سکتے۔ آخر میں آپ کی لگتی کیا ہوں۔" وہ منہ پھلا کر بولی۔

"تم میری بہت اچھی دوست ہو اور اس سے زیادہ میں سوچ نہیں سکتا، کیوں کہ میں تمہارے خیالات سے آگاہ ہوں کہاں راجہ بھوج کہاں گنگو تیلی۔" اس نے مصنوعی آہ بھری اور حریم کو ہنسی آ گئی۔

"اچھا اب زیادہ معصوم بننے کی ضرورت نہیں آپ جانتے ہیں۔ میں آپ کی کتنی عزت کرتی ہوں، آپ کی دوستی پر مجھے فخر ہے اور اپنی خوش نصیبی پر غرور و ناز۔" وہ اترا کر بولی۔

"اچھا اب اترانا چھوڑ دو یہ بتاؤ مجھے کرنا کیا ہوگا۔"

"کچھ خاص نہیں بس جیولرز سے انگوٹھی لے کر مجھے پہنا دیجیے گا اور میں آپ کو کہانی ختم پیسہ ہضم۔" حریم شرارت سے بولی اور میکائیل کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔

"حریم تم شادی سے بچنے کے لیے جو ڈراما کر رہی ہو اس میں مجھے اپنی عزت اور وقار داؤ پر لگا نظر آ رہا ہے۔ جب اس ڈرامے کا ڈراپ سین ہوگا تو تمہارے والدین کیا رائے قائم کریں گے میرے بارے میں۔ کیا عزت رہ جائے گی ان کی نظر میں میری کہ اتنی سمجھ دار ہو کر میں اس جھوٹ میں شامل ہو گیا۔ بے شک میرے کوئی آگے پیچھے نہیں مگر تمہارے تو سب ہیں۔"

"توبہ ہے میکائیل! کس قدر آگے تک کا ابھی سے سوچ رہے ہیں فی الحال تو جیولرز کے پاس چلیں پھر کراچی کے لیے فلائٹ بھی پکڑنی ہے۔"

☆......☆

ایئرپورٹ پر بھیا اور بھابی حریم کو لینے آئے ہوئے تھے اور ان کے پوچھنے سے پہلے ہی حریم بول پڑی۔

"بھیا! یہ میرے منگیتر ہیں ہم ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔" بھیا کے چہرے پہ الجھن کاری اور بھابی کے حیرت تھی اور اس بے ساختگی پر تو میکائیل کی بھی گم ہو گئی تھی۔ بھابی کی حیرانگی بجا تھی میکائیل حریم کے آئیڈیل کی کسوٹی پر کہیں بھی پورا نہیں اترتا تھا لیکن ایئرپورٹ پہنچنے تک شرجیل میکائیل کی شخصیت رکھ رکھاؤ اور خوش مزاجی سے کافی حد تک متاثر ہو چکے تھے اور جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو حریم سے سرگوشی کی۔

"پہلی مرتبہ تم نے کوئی ڈھنگ کا فیصلہ کیا ہے، میرے خیال میں میکائیل تمہارے آئیڈیل سے کہیں اچھا انسان ہے۔" ابتداء میں تو ڈیڈی بھی کافی ناراض نظر آئے کیوں کہ وہ حریم کے لیے جس لڑکے کو پسند کر چکے تھے وہ اس کے آئیڈیل کے قریب تھا بے حد خوب صورت حسول اور شان بان والا بڑا جاگیردار لیکن میکائیل کی نشست، برخاست، انداز گفتگو اور وقار و شائستگی نے انہیں کافی حد تک متاثر کیا۔ وہ سوچ میں پڑ گئے کہ ان کا فیصلہ درست ہے یا حریم کا فیصلہ صحیح مگر وہ جاگیردار سے کوئی پنگا بھی نہیں لے سکتے تھے، اس لیے انہوں نے حریم کو مناسب جواب دیتے ہوئے اس کی منگنی کا اعلان کر دیا جو بکر کے نکاح والے دن ہونی تھی۔ میکائیل کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

طوطے چڑیاں سب اڑ گئے اور اس نے حریم کو جالیا۔

"بہت بے عزتی ہو گئی میری اب میں ایک منٹ بھی رکنے کو تیار نہیں ہوں۔ انکل تمہاری منگنی کا اعلان کر چکے ہیں اور ہو سکتا ہے وہ لڑکا تمہارے آئیڈیل جیسا ہو۔"

"ہاں تو اس کو آنے تو دیں اگر میرا آئیڈیل ہوا تو آپ کی انگلی سے انگوٹھی اتار کر اس کو پہنا دوں گی۔" اس کی آنکھوں میں شرارت تھی اور لبوں پر مسکراہٹ۔

"بس بہت ہو گیا میں اس سے زیادہ بے عزتی برداشت نہیں کر سکتا۔"

"پلیز میکائل میری خاطر یہ انگوٹھی فی الحال پہنے رہیں میں ہرگز بھی آپ کی عزت پر آنچ نہ آنے دوں گی مجھ پر بھروسہ رکھیں۔ دو ہی دن کی ہے تو اس کو نبھائیں بھی۔" حریم روہانسی ہو گئی تبھی ملک عدنان کی آمد کا شور مچ گیا۔ حریم کی جونہی اس پر نظر پڑی دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی۔ لمبا قد، خوب صورت خدوخال، کسرتی بدن، دلکش شخصیت کا مالک اس کے خوابوں کا شہزادہ۔

"ممی نے ملک عدنان کو تمہارے لیے پسند کیا ہے مگر سچ پوچھو تو پاپا کے سوا ہم سب کے ووٹ میکائل کی طرف ہیں۔ خالی صورت کو کیا چاٹنا ہے۔" بھابی نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ میکائل بھی بغور تحریم کو دیکھ رہے تھے۔ وہ جانتے تھے تحریم ان کی دسترس سے دور ہے مگر جب سے انہوں نے انگوٹھی پہنی تھی ان کو ایک استحقاق سا محسوس ہونے لگا تھا اپنی بے بسی پر کبھی کبھی ان کا دل چاہتا حریم کو جھنجوڑ کر رکھ دیں۔ جو اس وقت ایک سکتے کے عالم میں ٹکٹکی باندھ کر ملک عدنان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ میکائل کو اپنے بارے میں کوئی خوش گمانی نہ تھی مگر اب تو دور دور تک اس کا کوئی چانس نہ تھا۔ وہ تو بس ڈرامے کا ایک کردار تھا۔ جس کا اب ڈراپ سین ہونے ہی والا تھا۔ وہ خاموشی سے ہٹ گیا۔

☆......☆

تحریم کی بہن کی شادی سر پہ تھی۔ سب ہی مصروف تھے وہ گھر میں اکیلی تھی اور شدت سے میکائل کا انتظار کر رہی تھی۔ تب بور ہو کر کچن میں آ کر کافی بنانے لگی۔ وہ کافی پھینٹ رہی تھی جب ملک عدنان نے کچن میں قدم رکھا۔ ان کا قیام گیسٹ روم میں تھا۔

"میں اپنے لیے کافی بنا رہی تھی۔ آپ بھی پئیں گے؟" ان کی نگاہوں کے ارتکاز سے گھبرا کر پوچھا۔ ان کی بھوکی اور نگاہوں سے الجھن ہو رہی تھی۔

"آپ کے ہاتھوں تو زہر پینے کو بھی تیار ہیں ہم۔" وہ لڑکھڑاتی ہوئی زبان میں گویا ہوا۔

"کیا کمی تھی مجھ میں جو تم نے مجھ پر میکائل کو ترجیح دی۔ معمولی جاب کرنے والا وہ ٹٹ پونجیا تمہیں کیا دے سکتا ہے۔ جب کہ میں کروڑوں کی جائیداد کا اکلوتا وارث، ہزاروں [illegible] شہزادی بنا کر رکھوں گا تمہیں۔ شکر ہے انکل سمجھ دار ہیں اور انہیں میرا اور میکائل کا واضح فرق نظر آ گیا ہے۔ تم دو ٹکے کے ملازم کو مجھ پر فوقیت دے رہی تھیں۔" اس نے حقارت سے کہا۔

"پلیز آپ مہمان ہیں اس لیے میں آپ کی بے عزتی نہیں کرنا چاہتی لیکن میکائل کے بارے میں ایک بھی لفظ کہنے سے پہلے سوچ لیجیے گا۔" وہ کترا کر نکلنا چاہ رہی تھی کہ عدنان نے ہاتھ پکڑ کر جھٹکا دیا اور وہ اس پر گرتے گرتے بچی۔ اسی وقت میکائل نے کچن میں قدم رکھا اور دونوں کو ایک دوسرے کے اس قدر قریب دیکھ کر وہ ٹھٹک گیا۔

"اوہ معاف کیجیے گا میں غلط وقت پر آ گیا۔" وہ خشک لہجے میں کہتے ہوئے واپس پلٹ گیا۔ اس نے

عدنان نے ایک بلند و بالا قہقہہ مارا اور حریم میکائل کو آوازیں دیتی ہوئی اس کے پیچھے بھاگی مگر وہ خود کو کمرے میں بند کر چکا تھا۔ پھر حریم کے لاکھ کہنے پر بھی اس نے دروازہ نہیں کھولا۔ اپنے کمرے میں آ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس نے رات بڑی بے چینی میں گزاری اس کا خیال تھا صبح میکائل کی ناراضی دور کر دے گی لیکن صبح بھابی نے کمرے میں آ کر دھماکہ کر دیا۔

"حریم ایسا کیا ہو گیا تمہارے اور میکائل کے درمیان کہ وہ منگنی کی انگوٹھی میز پر رکھ کر بغیر کسی کو بتائے صبح ہی صبح کہیں چلے گئے۔" پھر وہ اس کے پاس بیٹھتے ہوئے پیار سے بولیں۔

"دیکھو حریم! میں نے تمہیں ہمیشہ اپنی چھوٹی بہن سمجھا ہے۔ اسی لیے سمجھا رہی ہوں کہ اس خوب صورتی اور آئیڈیل کے چکر سے نکل آؤ۔ انسان کا کردار ہی اس کی اصل خوب صورتی ہوتا ہے۔ عدنان کے پاس سوائے دولت اور صورت کے علاوہ ہے کیا؟ پاپا وقتی طور پر اس کی دولت سے متاثر ضرور ہوئے ہیں لیکن ہم سب جانتے ہیں معیار کی کسوٹی پر میکائل ہی پورا اترتا ہے۔" حریم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اس کے دل میں ملک عدنان کے خلاف نفرت کا شعلہ بھڑک اٹھا اس نے خاموشی سے گاڑی کی چابی اٹھائی اور طوفان کی طرح اس ہوٹل جا پہنچی جہاں آن لائن میکائل نے اپنے لیے کمرہ بک کرایا تھا۔ میکائل اپنا سامان پیک کر رہا تھا۔ اس کو دیکھ کر اس نے کسی بھی رد عمل کا اظہار نہیں کیا۔

"میکائل آپ بغیر بتائے یہاں چلے آئے۔ کم از کم مجھ سے پوچھتے تو۔" اس نے تحمل سے سوال کیا۔

"کیا پوچھتا؟ پوچھنے کو اب رہ کیا گیا تھا۔ آپ کے سامنے آپ کا آئیڈیل تھا پھر میں وہاں کس حیثیت سے رکتا اور کیوں رکتا میرا کردار صرف منگنی تک تھا۔"

"نہیں آپ غلط کہہ رہے ہیں آپ کا کردار میری ساری زندگی کے لیے ہے۔" حریم کو رونا آ گیا۔

"بس بھی کرو حریم! کتنا مجھے بے وقوف بناؤ گی۔ میں تمہارے خوابوں کا شہزادہ نہیں یہ جانتے ہوئے بھی میں انجانے میں تم سے پیار کرنے لگا تھا۔ لیکن اب جب کہ تمہارے خوابوں کا شہزادہ تمہارے سامنے آ چکا ہے میرا وہاں رکنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔" میکائل نے آزردگی سے کہا اور حریم تڑپ اٹھی۔

"بس بھی کریں میکائل یہی سب سننے اور کہلوانے کے لیے میں نے یہ ڈرامہ کھیلا تھا۔ بڑا لمبا صبر آزما انتظار کیا ہے میں نے ورنہ میں اول دن سے آپ کی پرستار تھی۔ آپ مجھے اتنا سطحی اور کم ظرف سمجھتے ہیں کہ بے مقصد آئیڈیل کے پیچھے اپنی زندگی تباہ کر دوں گی۔ میں کتنا تڑپی اور ترسی ہوں یہ سننے کے لیے کہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔" حریم کی آواز بھرا گئی۔

"اچھا بھئی ذرا واضح الفاظ میں بتاؤ کہ میں کیا ہوں تمہارے لیے؟" میکائل کے لہجے میں خوشیوں کی کھنک اور آواز میں نغموں کی مٹھاس تھی۔

"اب زیادہ نہ اترائیں اور گھر چلنے کی تیاری کریں۔" حریم نے اس کے ہاتھ سے بریف کیس چھینتے ہوئے کہا۔

"چلنا تو فوراً پڑے گا کیوں کہ میں نہیں چاہتا کہ عدنان جیسا شہزادہ میری ہونے والی بیوی کے خوابوں میں آ کر مجھے بدگمان کرے۔" اور پھر ایک ہفتے بعد دونوں اسی ہوٹل میں سہاگ رات منا رہے تھے جہاں حریم کے والدین اور بہن بھائیوں سمیت انہیں چھوڑنے آئے تھے۔

☆......☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

افسانہ

ایسا بھی ہوتا ہے

"زری! تو رات مجھے یاد دلانا۔" شیریں بیگم نے کہا تھا۔

"جی امی! ابھی لاتی ہوں۔" زری نے کہا تھا۔

"زیادہ بکواس کیا کرنا ہے تمہیں تو کوئی ہوش ہی نہیں رہتا ہے کہ کیا کرنا ہے۔ ساری چیزوں کا دھیان مجھے ہی رکھنا پڑتا ہے۔ لگتا ہے اللہ نے تمہیں عقل دی ہی نہیں ہے۔" شیریں بیگم نے نخوت بھرے انداز میں زری سے کہا تھا۔ زری تو اپنا سوٹ سی کر لائی تھی کہ سوٹ دکھا کر اماں سے داد وصول کرے گی لیکن وہ اپنا دل مسوس کر رہ گئی تھی۔ رات کو تمام کام سے فراغت کے بعد وہ سونے کے لیے بستر پر لیٹی تو اس کا جسم پھوڑے کی مانند دکھ رہا تھا۔ ایسے ہی تھکا دینے والے معمولات اس کی زندگی کا حصہ تھے۔ وہ صبح جو جاگی تھی تو رات گئے ہی اسے فراغت کے لمحے نصیب ہوتے تھے۔

"آپی! جلدی سے میرا سوٹ سی دو، کل مجھے کالج فنکشن میں پہننا ہے۔" ثمرہ نے دھونس بھرے لہجے میں زری سے کہا تھا۔

"چلو! تم مجھے صبح کہہ دیتیں تو میں آرام سے سی دیتی، فی الوقت بھی ہو گی چاہے مجھے نیند بھی آ رہی ہے۔ تمہیں تو پتا ہے ناں کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ تم ایسا کرو میرا اپنا پنک سوٹ پہن لو۔" زری نے ثمرہ سے کہا تھا۔

"بس رہنے دو، صاف کہہ دو بہانے کیوں بنا رہی ہو، صاف منع کر دو۔ اگر مجھے سینا آتا تو خود ہی سی لیتی مگر تم سے کبھی نہ کہتی۔" ثمرہ نے منہ بنا کر کہا اور رونے لگی تو زری گھبرا گئی۔

"ارے چپ ہو جاؤ گڑیا! اچھا جاؤ جا کر آرام سے سو جاؤ۔ میں سوٹ سی دیتی ہوں۔" زری نے ثمرہ کو تسلی بھرے انداز میں کہا تھا۔ زری نے رات بھر جاگ کر سوٹ سی دیا تھا۔ تھکن سے چور ہو کر مشین کے پاس ہی جھک کر سو گئی تھی۔ اس کی آنکھ شور کی آوازوں سے کھلی تھی۔ وہ گھبرا گئی [illegible] جانے کیا مسئلہ ہوا ہے اس نے دیکھا کہ ثمرہ شرٹ ہاتھ میں تھامے زور زور سے رونے میں مصروف تھی اور شیریں بیگم مسلسل اسے بہلانے میں مصروف تھیں۔

"چپ کر جا میرا بچہ! تجھے نئے لیتے ہیں لے لینا۔" شیریں بیگم نے ثمرہ کو بہلاتے ہوئے کہا تھا۔ زری نے اضطراب کا شکار ہو کر شیریں بیگم سے استفسار کیا تھا۔

"ارے کمبخت تجھے آخر ثمرہ سے کیا بیر ہے تو نے بچی کا سوٹ خراب کر دیا اس نے سینے کے لیے ہی تو دیا تھا کوئی پھاڑ توڑنے کو تو تجھے نہیں کہا تھا۔" شیریں بیگم نے غصے سے کہا تھا۔

"امی! وہ اتنی ایمرجنسی میں سیا ہے ناں اس لیے..." زری نے اپنی صفائی میں کہنا چاہا تو شیریں بیگم نے اسے جھڑک کر رکھ دیا۔ وہ جو تعریف کے دو بول سننے کی منتظر تھی صبح صبح اپنی تواضع دیکھ کر وہ اپنی غلطی ہی ڈھونڈتی رہ گئی تھی۔

"زری! میرے سر میں تیل لگا دو۔ میرے سر میں بہت درد ہو رہا ہے۔" شیریں بیگم نے درد سے کراہتے ہوئے زری سے کہا تھا۔

"درد زیادہ ہے تو ابھی چلیں ڈاکٹر سے میڈیسن لے لیتے ہیں۔" زری نے امی سے کہا تھا۔

"تم مالش کر دو ٹھیک ہو جائے گا درد۔" شیریں بیگم نے بے چین ہوتے ہوئے کہا تھا۔ وہ کافی دیر تک سر دباتی رہی جب شیریں بیگم نے کہا۔

"اللہ کا شکر ہے درد کم ہو گیا ہے اب چھوڑ دو۔"

"امی! دیکھیں تو مجھے بخار ہے کیا؟" زری نے کہا تھا۔ امی نے ہاتھ بڑھایا تو زری نے جھٹ اپنا ہاتھ آگے کر دیا۔

"ہاتھ کیوں آگے کر رہی ہے اپنا سر آگے بڑھا۔" شیریں بیگم نے اس کا ہاتھ جھٹک کر کہا۔

"بخار تو ہے پر ہلکا ہے۔ زری تو ثمرہ کو دیکھ لینا طبیعت ٹھیک نہیں ثمرہ کی مجھے تو بڑی فکر ہو رہی ہے۔ ضرور کسی کی نظر لگی ہو گی، ماشاء اللہ بڑی پیاری ہے میری بچی۔" شیریں بیگم نے بڑے پیار بھرے انداز میں ثمرہ کا ذکر کر کے زری سے کہا تھا۔

"جی اچھا" وہ بس اتنا ہی کہہ سکی اور خاموشی سے ثمرہ کے کمرے میں آ گئی۔ [illegible] دوسروں کو سکون پہنچا کر اسے بھی سکون ملتا تھا۔ [illegible] اپنی فکر کم دوسروں کی فکر ہر وقت ستاتی رہتی تھی۔ گھر والوں کی خدمت کرنا، ان کی ضرورتوں کا دھیان رکھنا، امی ابو کے کپڑے پریس کرنا، میڈیسن کا خیال رکھنا، والدین کی ہر پکار پر لبیک کہنا اس کی عادت میں شامل ہو چکا تھا۔ اگرچہ وہ بہت خوب صورت نہیں تھی مگر اس کے چہرے پر شادابی ڈیرے ڈالے رکھتی تھی۔ اگر اس کا چہرہ [illegible] کوئی اس سے پوچھتا تھا کہ کیا ہوا ہے [illegible] کہنے پر ہی مشغول ہو جاتی تھی [illegible] کرنا بھول جاتی تو سب ہی بھول جاتے تھے ہمیشہ کی طرح زری کی یہ حالت [illegible]

اجنبی راہوں کی
مسافر ہوں میں
نہ راستے کا پتہ ہے
نہ ہی منزل کی خبر ہے ☆

ادارہ خواتین ڈائجسٹ میں شائع ہونے والے مقبول ناول
کتابی شکل میں شائع ہو گئے ہیں

تم میرے ہو کے رہو
صالحہ محمود
قیمت 600/- روپے

کچی کلیاں آنگن کی
صالحہ محمود
قیمت 600/- روپے

کبھی عشق ہو تو پتہ چلے
شازیہ مصطفیٰ عمران
قیمت 550/- روپے

کچھ عشق میں رنگ جنوں بھی تھا
نائلہ طارق
قیمت 500/- روپے

القریش پبلی کیشنز
سرکلر روڈ چوک اردو بازار لاہور
فون: 042-37652546, 37668958
ویلکم بک پورٹ اردو بازار کراچی
فون: 021-32633151

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

افسانہ

وہ اجنبی میرا اپنا تھا

ڈھولک بجے کی ساری رات

تمام کزنز گانے گا کر اپنی خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ لان میں برپا ہنگامہ اپنے عروج پر تھا، گولڈن گیندے کے پھولوں اور پیلے رنگ کے آنچل سے سجایا گیا وسیع و عریض لان مہمانوں سے بھرا تھا۔ اسٹیج پر دلہن کے لیے رکھا گیا خوبصورت سا جھولا جس پر سب کزنز اور بڑوں، چھوٹوں کی مقدس کو بٹھایا گیا تھا۔ مایوں کے جوڑے میں مقدس کو آج سب ہی نے سراہا تھا، پیلے کاٹن کے کرتے شلوار قمیض میں مقدس کے کانوں میں موتیوں کی بالیاں جھول رہی تھیں، دونوں کلائیوں میں بھر بھر کر پہنی کانچ کی چوڑیوں کے آگے موتیوں اور کے مہکتے گجرے اس کی دودھیا کلائیوں میں تھے۔ اس کے لمبے بالوں کو موتیے کی لڑیوں سے گوندھ کر چوٹی کی شکل میں سنوارا گیا تھا، کاٹن کا پیلا دوپٹہ اس کے سر پر سلیقے سے سیٹ کیا گیا تھا۔

آج خاندان کا ہر فرد خوش تھا، کیونکہ آج خاندان کی لاڈلی کی مایوں کا دن تھا۔ ہر کسی کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ لیکن ان سب کے درمیان ایک وجود ایسا تھا جس کے چہرے پر خوشی نام کی کوئی چیز نہیں تھی اور وہ وجود تھا مقدس وقار علی کا۔

☆---------☆---------☆

"مقدس... مقدس! اٹھو بیٹا! 9 بج گئے دیکھو کیا ہو رہا ہے کالج نہیں جانا کیا؟ تمہارے بابا جانی تمہارا کب سے انتظار کر رہے ہیں۔" آسیہ بیگم کمرے میں داخل ہوئیں تو مقدس کو اس وقت بھی بے خبر سوتے دیکھ کر جھنجلا گئیں۔

"اوہو ماما! سونے دیں ناں، آج مجھے چھٹی کرنی ہے، کالج جانے کا موڈ نہیں ہے میرا۔" مقدس نے کروٹ بدلتے ہوئے جواب دیا۔

"مقدس! اٹھ جاؤ انا کی دو بار کال آ چکی ہے، وہ پوچھ رہی ہے کہ آج تم کالج کیوں نہیں آ رہی؟"

"کیا... انا کی کال آئی؟ انا کی کال آئی اور ماما! آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ بہرکیف آپ چلیے میں پانچ منٹ میں تیار ہو کر آتی ہوں۔" آسیہ بیگم ہنستے ہوئے کمرے سے نکل گئیں، کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اب مقدس واقعی پانچ منٹ میں آ جائے گی۔

☆---------☆---------☆

"لو جی آ گئیں مقدس محترمہ"۔ انا نے سامنے سے آتی مقدس کو دیکھ کر سب کو متوجہ کیا۔

"آئیے... آئیے محترمہ! تمہارے انتظار میں کب سے پلکیں بچھائے بیٹھے ہیں کہ کب مقدس میڈم اپنے دیدار کا شرف دیتی ہیں"۔ انا نے ایک ایک لفظ چبا تے ہوئے غصے سے سب کے دل میں موجود الفاظ ادا کیے۔

"سوری گائز! وہ آج کالج آنے کا موڈ نہیں تھا تو سیل سائلینٹ پر لگا کر سو گئی تھی"۔ مقدس نے سب کے غصے کو دیکھتے ہوئے اپنے بچاؤ کے لیے سوری کہہ دیا، ورنہ دوسری صورت میں سب کی ناراضی لازمی تھی۔

"اوکے مقدس! آج آپ کی ثوبیہ جی کی لائی ہوئی خوشخبری کی وجہ سے معاف کیا، جو ثوبیہ ہم سب کے لیے لائی ہے"۔ کومل نے ہنستے ہوئے ثوبیہ کو دیکھ کر مقدس سے کہا۔

"خوشخبری... کون سی خوشخبری؟" مقدس نے استفسار کیا۔

"بھئی! وہ یہ ہے کہ ثوبیہ کی منگنی ہو گئی ہے اور پیپرز کے فوراً بعد ہی شادی ہے"۔ انا نے جواب دیا۔

"واؤ یار! زبردست یہ تو واقعی بہت بڑی خوشخبری ہے، بہت بہت مبارک ہو ثوبیہ! تمہیں"۔ مقدس نے خلوص دل سے دعا دی۔

"کیا مقدس یار! ہم تو سمجھے تھے کہ تم ثوبیہ سے ہماری طرح ناراض ہو گی کہ اس نے ہمیں بتایا بھی نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
PAKSOCIETY.COM

اور تم تو خوش ہو رہی ہو۔" نہل اور انا نے مقدس کو ناراضی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی بھئی! یہ ثوبیہ کے لیے اس کی سب سے بڑی خوشی ہے، ہمیں تو اس کی خوشی میں خوش ہونا چاہیے، کیا ناراض ہو کر ہمیں ثوبیہ کی خوشی ختم کر دینی چاہیے بتاؤ مجھے؟" مقدس نے دونوں کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"بالکل نہیں یار مقدس! تم نے ٹھیک کہا ہے، ہمیں ناراض ہو کر ثوبیہ کی خوشی ختم نہیں کرنی بلکہ مل کر سیلیبریٹ کرنی چاہیے کیوں؟" انا نے سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں ضرور یار!" نہل نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا وہ کیوں خاموش رہتی۔

ان چاروں کی دوستی ایسی ہی تھی سب ہی ایک دوسرے کی خوشی میں خوش ہوتیں اور ایک دوسرے کا بہت خیال رکھتی تھیں، ان کی دوستی اپنائیت کے رشتے سے بھری ہوئی تھی۔

☆..........☆..........☆

"لگتا ہے آج گھر میں کوئی مہمان آیا ہے اور وہ بھی خاص" مقدس نے جیسے ہی گھر میں قدم رکھا، مما، پاپا کے روم سے آتی آوازوں کو سن کر سوچا کیونکہ کوئی بھی مہمان جب آتا تھا گیسٹ روم میں ہی بٹھایا جاتا تھا اور کوئی اپنا ہوتا تو وہ مما، پاپا کے روم میں ہی بٹھائے جاتے تھے۔

"چلو دیکھ لوں گی پہلے ایسا کرتی ہوں چینج کرلوں" مقدس نے یونیفارم کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا اور کمرے کا رخ کیا۔

"دادی! آپ...؟" مقدس نے جیسے ہی کمرے میں قدم رکھا، سامنے موجود اپنی عزیز از جان ہستی کو دیکھ کر اس کی دن بھر کی تھکاوٹ اڑن چھو ہوگئی اور دور سے ہی آواز دیتی ہوئی دادی کے گلے لگ گئی۔

"کیسی ہیں دادی آپ؟ کب آئیں...؟ آنے سے پہلے آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں، [illegible] بے آپ کو آئے ہوئے؟"

"بس بس بیٹا! پہلے دادی کو سکون تو لینے دو، ہی اتنے سارے سوال" آنسہ بیگم نے بیٹی کو گھورتے ہوئے منہ دیکھتے ہوئے ٹوک دیا۔

"چل جا یہاں سے میں نہیں ہوں تمہاری [illegible] دادی، دکھاوے کا پیار مت جتا، شہر آنے کے بعد [illegible] ہی بھول گئی، اتنی ہی محبت ہوتی نا تو ملنے آتی [illegible] کیا؟" دادی نے مقدس کو اپنے قریب سے ہٹاتے ہوئے مصنوعی غصہ دکھایا۔

"اتنا غصہ، دادی جان! اگر مجھے واقعی معلوم ہوتا کہ آپ اتنا غصہ کریں گی تو میں آنے کی کوشش کرتی، چاہے پیپر ہی کیوں نہ ہو رہے ہوتے" مقدس نے منہ بسورتے ہوئے افسردہ لہجے میں کہا۔

"چل چل بہت ہوا تیرے وعدے، خبردار! جو آج کے بعد [illegible] آنکھیں ماتھے پہ رکھ کر گئی ہو، سمجھیں؟" دادی نے غصے سے کہا تو مقدس نے جان لیا کہ اس کا تیر نشانے پر لگا ہے، مقدس جانتی تھی کہ دادی کو اسے پڑھانے کا کتنا شوق تھا مقدس کی پڑھائی کے لیے ہی انہوں نے اپنی لاڈلی پوتی کو اپنے سے دور بھیج دیا تھا۔

"جی دادی جان! بالکل سمجھ گئی، اب آپ [illegible] ناراض نہیں ہیں ناں؟" مقدس نے سنجیدگی سے کہا۔

"اگر دادی پوتی کا پیار ختم ہو گیا ہو تو کھانا لگ گیا ہے، کھانے کے لیے تشریف لے آئیے" آنسہ بیگم نے دادی پوتی کے نہ ختم ہونے والے شکووں کو سن کر ہنس کر کہا۔

☆..........☆..........☆

"تم کیسی ہو؟ مجھے پتا تھا دادی کے [illegible] چڑیل لازمی آئے گی، اپنے علاوہ کسی اور کو [illegible] دادی کو دیکھ نہیں سکتی ہو کیا تم؟"

"ارے یہ کیسا استقبال ہے اس گھر میں [illegible] پہلے سلام نہ دعا اور الٹا مجھے طعنے دیے جا رہے ہیں، شاید میرا آنا اچھا نہیں لگا، تائی جان! میں واپس جا رہی ہوں یا ہے!" مقدس نے غصے سے گھورتی حبہ کو نظر انداز کرتے ہوئے واپسی کے لیے قدم بڑھائے۔

"ارے ارے مقدس بیٹا! ادھر آؤ! تم جانتی ہو حبہ کو اتنے دنوں سے تم نہیں آ رہی تھیں تو حبہ تم سے ناراض ہے، تھوڑی دیر بعد خود ہی ٹھیک ہو جائے گی تم ٹینشن مت لو" حمیدہ بیگم نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا۔

"تائی جان! مجھے معلوم ہے وہ اسی وجہ سے ناراض ہے، میں جانتی ہوں اس سے بات کر کے ابھی اس کا موڈ ٹھیک کرتی ہوں"۔

"واؤ سویٹ یار! کیا مجھتی بریانی بنائی ہے مزہ آ گیا" مقدس نے چکن بریانی کھاتے ہوئے کہا۔

"یہ میں نے تمہارے لیے نہیں دادی کے لیے بنائی ہے سمجھیں؟"

"ایسی بھی بریانی دادی نہیں کھائیں گی، ان کے پیٹ میں درد ہو جائے گا وہ تو میں ہی ہوں، جو کھا رہی ہوں اس لیے تمہاری عزت رہ گئی ورنہ اس بریانی کو تو بلی بھی منہ نہ لگائے... ہونہہ... آگئی بڑی دادی کی پیاری ہے" مقدس نے چڑتے ہوئے حبہ کو چڑایا۔

"خبردار! جو میری بنی بریانی کو خراب کہا، ادھر لاؤ، تم اسے کھانے کے لائق ہی نہیں ہو" حبہ نے غصے سے بریانی کی پلیٹ اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا۔

"لے لو، ویسے بھی میرا پیٹ بھر چکا ہے" بریانی کو چباتے چباتے مقدس بھی کہاں باز آنے والی تھی۔

"دادی جان! اس پاگل کو چھوڑیے، آپ یہ بتائیے اب تو زیادہ دن یہاں ہی رہیں گی نا؟" حبہ نے دادی کو کھانا کھاتے دیکھ کر سوال کیا۔

"انہوں سے دور بہت رہ لی اب تو نہیں رہوں گی، اب اکیلا نہیں رہا جاتا مجھ سے" دادی نے افسردہ لہجے میں کہا۔

"واؤ... زبردست دادی جان! سچ میں ناں دادی! اب آپ واپس تو نہیں جائیں گی ناں؟" مقدس نے بچوں کی طرح خوش ہوتے ہوئے سوال کیا۔

"ارے اماں جان! آپ آئی کس کے ساتھ ہیں، وقار تو آپ کو لینے نہیں گیا تھا اور نہ ہی آپ نے آنے کی اطلاع دی تھی" واقعی یہ تو کسی نے سوال ہی نہیں کیا تھا، نہ دادی نے بتایا تھا۔ اب سب دادی کی طرف دیکھ رہے تھے کہ کیا جواب ملتا ہے؟

"بیٹا! تیاری تو بہت دنوں سے کر رہی تھی، سوچا تھا جب آؤں گی تو وقار یا تمہیں فون کر دوں گی، لیکن پھر اچانک شاہی بیٹا میرے پاس آیا اس نے مجھے بتایا کہ وہ بھی شہر جا رہا ہے تو میں نے سوچا کہ سب کو سرپرائز دیتی ہوں جا کر، تو اس کے ساتھ آ گئی" دادی کے جواب پر کسی کو فرق پڑا ہو یا نہ پڑا ہو لیکن ان سب کے برعکس دادی کے جواب نے مقدس کو چند پل کے لیے ادھر ادھر سے غافل کر دیا تھا، اسے صرف ایک ہی بازگشت سنائی دے رہی تھی "شاہی"۔

"دادی جان! یہ شاہی صاحب کون ہیں؟" حبہ نے اتنی دیر سے لبوں پر مچلتا سوال پوچھ ہی لیا۔

"ہمارے پڑوس میں ہی رہتا تھا بیٹا! بہت اچھا بچہ ہے میرا، مقدس کے آنے کے بعد بہت خیال رکھا ہے اس نے، مجھے مقدس بیٹا کی کمی نہیں ہونے دی، مقدس اور شاہی بیٹا دوست تھے، ساتھ ہی اسکول جاتے تھے ساتھ ہی کھیلتے تھے، وہ تو اب بھی پوچھتا ہے کہ دادی! مقدس اب بھی ویسی ہی ہے یا کچھ بدلی بھی ہے؟ ابھی بھی کیا بچپن کی طرح چھپکلی سے ڈرتی ہے کیا؟"

"دادی جان! اب تو شاہی بھائی سے ملنے کا میرا بھی دل کر رہا ہے، دیکھوں تو سہی کہ مسٹر شاہی کیسے ہیں، جن کی ہماری مقدس میڈم سے دوستی رہ چکی ہے" حبہ نے مقدس کو کھوئے کھوئے انداز میں باتیں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

بیٹے دیکھ کر اسے بلاتے ہوئے دادی سے کہا۔

☆......☆......☆

فتح محمد اپنے گاؤں میں موجود شاندار حویلی میں اپنے دونوں بچوں وقار فتح محمد اور فیاض فتح محمد کے ساتھ خوشی خوشی زندگی بسر کر رہے تھے، فتح محمد صاحب نے اپنے گاؤں میں ایک اسکول تعمیر کروایا ہوا تھا، اسکول کا معیار بہت بلند تھا، جہاں بچوں کو عمدہ تعلیم دی جاتی تھی، ان کے دونوں بیٹوں نے وہیں سے میٹرک پاس کیا اور اعلیٰ تعلیم کے لیے شہر کے کالج میں ایڈمیشن لے لیا تا کہ بہترین تعلیم حاصل کر سکیں، وقار علی اور فیاض علی نے جیسے ہی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا، نائمہ بیگم کو ان کے سر پر سہرا سجانے کی دھن سوار ہو گئی، اس طرح نائمہ بیگم نے 2 مہینوں کے اندر اندر دونوں بیٹوں کی شادی اپنی پسند کی ہوئی لڑکیوں سے کر دی، شادی کے بعد فیاض علی تو اپنی بیگم کے ساتھ شہر میں رہائش اختیار کر چکے تھے، جبکہ وقار علی نے اپنے والدین کے اکیلا رہنے کے سبب ان کے ساتھ ہی رہنا مناسب سمجھا۔ وقت اپنی رفتار سے گزرتا رہا، ایک سال بعد اللہ عزوجل نے وقار اور فیاض علی کو ایک ایک بیٹی سے نوازا، سب ان دو معصوم سی گڑیاؤں کو پا کر بہت خوش تھے، دونوں بیٹوں کی مرضی سے دادی جان نے وقار کی بیٹی کا نام مقدس اور فیاض کی بیٹی کا نام صبہ رکھا۔

دن یوں ہی ہنستے کھیلتے گزر رہے تھے کہ اچانک فتح محمد کے انتقال نے سب کو نڈھال کر دیا، بڑی مشکلوں سے سب نے اپنے آپ کو سنبھالا تھا، دادی کی مقدس میں جان تھی، ان کا زیادہ وقت اپنی پوتی کے ساتھ گزرتا، وقار علی کو شہر سے جاب کی آفر ہوئی تو انہوں نے ماں کو اکیلا چھوڑنے کے خیال سے منع کرنا چاہا، لیکن جیسے ہی نائمہ بیگم کو معلوم ہوا تو انہوں نے منع کر دیا کہ اتنی اچھی آفر کو چھوڑنا کفران نعمت ہے، وقار علی کو نہ چاہتے ہوئے بھی ماں کی بات ماننی پڑی اور انہوں نے جانے کی تیاری کر لی، لیکن ماں کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتے تھے، انہوں نے فیصلہ کیا کہ مقدس کو ان کے پاس چھوڑ دیں، اس طرح مقدس دادی کے پاس پرورش پانے لگی۔ مقدس جب سات سال کی ہوئی تو اس کی ماں آنسہ بیگم نے یہ کہہ کر بلا لیا کہ یہاں شہر میں بہترین تعلیم مل سکے گی، دادی اپنی مرضی چلا کر اپنے سے دور نہیں کرنا چاہتی تھیں اور نہ ہی مقدس ان سے دور جانے کا سوچ سکتی تھی۔ لیکن دادی نے اس کے مستقبل کو دیکھتے ہوئے مقدس کو بھی شہر بھیج دیا اور اب اچانک دادی کے ہمیشہ یہاں آ کر رہنے پر جہاں ڈھیر سے لوگ خوش تھے، تو مقدس کو سب سے بڑی خوشی ملی تھی، وہ خوش نہ ہوتی ایسا ناممکن تھا، دوسری طرف بچپن کے دوست کے بارے میں سن کر وقت یاد آنے لگا اور وہ شدت سے اپنے دوست کی سلامتی کی دعا کرنے لگی۔

☆......☆......☆

"انا کی بچی! کہاں ہو تم؟ مجھے اتنی دیر پہلے کال کر کے تیار ہونے کا کہہ کر خود گدھے کے سینگ کی طرح غائب ہو گئی ہو، اگر تم دس منٹ کے اندر اندر میرے سامنے موجود نہیں ہو گی تو تمہارا وہ حشر کروں گی کہ تم ساری زندگی میں کبھی نہیں بھول پاؤ گی"۔ مقدس نے ایک ایک لفظ چباتے ہوئے انا کے کال ریسیو کرتے ہی کہا۔ دونوں نے کچھ دنوں بعد ہونے والی ثوبیہ کی شادی کے لیے شاپنگ کرنے کا ارادہ بنایا تھا، اور انا نے مقدس کو کال کر کے ریڈی رہنے کا کہا تھا اور اب خود غائب تھی۔

"سوری... سوری یار! پلیز کول ڈاؤن، آ رہی ہوں کرنگ!" انا نے اس کے غصے سے بھرے لہجے کو محسوس کر کے جلدی آنے کا کہہ کر کال ڈسکنیکٹ کر دی۔

☆......☆......☆

چلچلاتی دھوپ میں شاپنگ کرنا مقدس کو بہت مشکل لگتا تھا، لیکن دادی کی وجہ سے اس کو پروگرام بنانا پڑا کہ دادی کو مقدس کا شام کے ٹائم شاپنگ پر جانا پسند نہیں تھا اور وہ دھوپ میں جانا تو برداشت کر سکتی تھی دادی کی ناراضی نہیں۔

تم مجھ کو یاد کرنا
اور یاد آنا تم
تم مجھ کو یاد کرنا
اور......

"لو... بج گیا صدیوں پرانا گانا مقدس میڈم کے سیل پر، یار! تم نے یہ بورنگ گانا اس پر لگایا ہوا ہے"۔

"شٹ اپ انا! تمہیں پتا بھی ہے اس کی وجہ سے مجھے اپنا کیا ہوا وعدہ یاد رہتا ہے، خیر... چھوڑو! تم اس بات کو نہیں سمجھو گی"۔

"السلام علیکم مما! جی... جی میں یاد سے لے آؤں گی، اور کچھ لانا ہے؟"

"کیا کہہ رہی تھیں آنٹی؟" انا نے سیل بیگ میں رکھتی مقدس سے پوچھا۔

"مما نے کچھ چیزیں منگوائی تھیں، ان کے لیے ہی کال کی تھی"۔ مقدس نے جواب دیا۔

"مقدس میڈم! ہم کیسے بھول سکتے ہیں کہ آپ کے دل کا حال آخر آپ کے دل کے [illegible] لیا، حقیقت ہے، بہر کیف اپنے رانجھا کو بعد میں یاد کیجیے گا، ابھی چلیے شاپنگ کر لیتے ہیں، ورنہ لیٹ ہو جائیں گے"۔ انا نے کہتے ہوئے کار کا دروازہ کھولا اور مقدس نے بھی اس کی تقلید کی۔

"انا! تم سینڈل دیکھو، میں مما کی بکس کا پتہ کر کے آتی ہوں اسٹال سے"۔

"ٹھیک ہے جاؤ پر جلدی واپس آ جانا"۔ انا نے مقدس کو جواب دیا اور سینڈل دیکھنے لگی اور مقدس نے بک اسٹال کا رخ کیا۔

مقدس چند قدم چلی تھی کہ اپنے سے کچھ دور سے آنے والی گانے کی آواز نے اسے بالکل ساکت کر دیا

تم مجھے یاد کرنا
اور یاد آنا تم

"یہ... گانا...!" اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو گئی تھی، اس کے قدم آواز کی جانب بے اختیاری اٹھ گئے تھے، جہاں سے آواز آ رہی تھی، اس گانے سے اس کی کتنی یادیں جڑی تھیں، کوئی مقدس سے پوچھتا۔

"یا اللہ خیر...!" وہ اپنے ہی خیالوں میں گم سوچتے ہوئے چل رہی تھی کہ اچانک کسی بھاری چیز سے ٹکرا گئی، تھوڑی دیر کے لیے تو اس کا ذہن بالکل ماؤف ہو گیا اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا ہوا ہے، لیکن آج اسے اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ دن میں تارے نظر آنا کسے کہتے ہیں؟ اس کے ہاتھ میں موجود چند بیگ زمین بوس ہو چکا تھا۔

جب مقدس کے حواس بحال ہوئے تو اس کی نگاہ سامنے موجود شخص کی جانب گئی جو لگتا تھا کچھ سوچنے میں لگا ہوا ہے، وہ مسلسل مقدس کو دیکھ رہا تھا، مقدس کو محسوس ہوا کہ وہ ادھر ہوتے ہوئے بھی ادھر موجود نہ ہو، مقدس نے اسے چھوڑ کر اپنا گرا ہوا بیگ اٹھایا اور اس میں گری ہوئی چیزوں کو اٹھا کر بیگ میں ڈالنے لگی۔

"سوری... وہ میں نے آپ کو دیکھا نہیں تھا، اس لیے غلطی سے آپ سے ٹکرا گئی"۔ مقدس نے سامنے موجود شخص کو ویسے کا ویسا ہی کھڑے پایا تو سوری کہا۔

"کوئی بات نہیں، کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے، جو ہمیں اپنوں سے ملا دیتا ہے"۔ سامنے موجود شخص نے کھوئے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"جی...! کچھ کہا آپ نے؟" مقدس کو اس کی بات سمجھ نہیں آئی تبھی پوچھا۔

"آپ کا نام جان سکتا ہوں؟"

"مقدس"۔

"مقدس! ارے یار! تم یہاں کھڑی ہو، جلدی

WWW.PAKSOCIETY.COM
PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

چلو دیر ہو رہی ہے"۔ اما مقدس کو لے کر وہاں سے چلی گئی۔

"مقدس...!" شایان احمد رضا نے زیر لب دہرایا۔

"کسے دیکھ رہے ہو شایان؟" آمنہ بیگم نے اسے ایک جانب دیکھتے ہوئے سوال کیا جو سامان لے کر اس کے پاس آئی تھی۔

"مما! آپ... وہ... کسی کو بھی نہیں، چلیں...؟"

"ہاں چلیں ویسے بھی کافی دیر ہو چکی ہے۔"

"اوکے...!" وہ جیسے ہی چلنے لگا اس کے پاؤں کے نیچے کچھ آ گیا تو اسے رکنا پڑا، اور اس نے جھک کر دیکھا تو اسے سامنے موجود چیز کو دیکھ کر خوشگوار حیرت ہوئی، اب تو اس کا شک یقین میں بدل چکا تھا، ہاتھ میں موجود چیز کو دیکھ کر اس کے چہرے پہ بے اختیار مسکراہٹ رقصاں ہو گئی تھی۔

☆......☆......☆

"ارے ارے بیٹا! کیا ہوا، کیوں آواز دے رہے ہو مقدس کو؟ تم جانتے ہو ناں کہ وہ اس ٹائم چھت پہ ہوتی ہے، اپنے کبوتروں کے ساتھ"۔ دادی نے شاہی کو دیکھ کر کہا جو مقدس کو آوازیں دیے جا رہا تھا، دادی کی بات سن کر شاہی نے فوراً چھت کا رخ کیا۔

"ہوں...!"

"شاہی! تم... تم نے مجھے ناراض کر دیا تھا، جاؤ میں تم سے بات نہیں کرتی"۔ مقدس نے ناراض لہجے میں کہتے ہوئے رخ دوسری طرف کر لیا۔

"اچھا... اچھا اب نہیں کروں گا ایسا، وعدہ، پلیز تم ناراض مت ہو، تم جانتی ہو ناں میں تمہاری ناراضی برداشت نہیں کر سکتا"۔

"اچھا چھوڑو! اس بات کو، دیکھو میں تمہارے لیے کیا لایا ہوں؟" شاہی نے کہتے ہوئے اپنے ہاتھ میں موجود کنگن اس کے سامنے کر دیے۔

"واؤ شاہی! یہ تو بہت پیارے ہیں، لیکن میرے تو بہت بڑے ہیں"۔ مقدس نے کنگن اپنی کلائی میں پہنتے ہوئے کہا، جس پر شاہی کا خوشی سے دمکتا چہرہ مرجھا گیا۔

"لیکن شاہ! یہ ہیں بہت خوبصورت، میں انہیں ہمیشہ اپنے پاس رکھوں گی اور جب بڑی ہو جاؤں گی تب انہیں پہنوں گی"۔ مقدس نے کنگنوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"سچ...؟"

"بالکل سچ"۔ مقدس نے جواب دیا۔

☆......☆......☆

"شایان! میں کب سے تمہیں دیکھ رہا ہوں، تمہارا دھیان کام کی طرف نہیں ہے"۔ شایان کے آگے جنید پچھلے ایک گھنٹے سے موجود تھا جو ایک اہم پروجیکٹ کے کام کے سلسلے میں بیٹھے ہوئے تھے، لیکن شایان کو مسلسل خیالوں میں دیکھ کر رہا نہیں گیا تو آخر کار بول ہی دیا۔ شایان، جنید کے ٹوکنے پہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے یار!" شایان نے جواب دیا اور اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"ایسا ہی ہے، چلو اب تم شرافت سے مجھے سچ بتا دو ورنہ اچھا نہیں ہوگا"۔

"شایان نے بھی اسے ساری بات سچ سچ بتا دی کیونکہ منع کرنے سے کچھ ہونے والا نہیں تھا۔

"پھر تو یہ بہت اچھی بات ہے یار! ابھی تو بولوں آج میرا دوست کھویا کھویا کیوں نظر آ رہا ہے، کاش! کہ تمہارا انتظار ختم ہو"۔ اس کی بات پہ شایان ہنسنے لگا۔

"اللہ سے دعا ہے میرے یار! تو ہمیشہ ایسے ہی مسکراتا رہے، تجھے جلد سے جلد اپنی خوشیاں نصیب ہو جائیں، بھابی کا ساتھ بھی"۔

"آمین...!" جنید کی دعا پہ شایان نے آمین کہا۔

ہوں مسکرانے لگے۔

☆......☆......☆

فنکشن باہر لان میں ارینج کیا گیا تھا، سارا لان برقی قمقموں سے سجایا گیا تھا اور ان کے دائیں کونے میں بار بی کیو کا انتظام تھا۔

"واؤ یار! کتنی خوبصورت جگہ ہے ناں!" مقدس نے چاروں طرف کے منظر کو دیکھتے ہوئے تعجب سے کہا۔

وقار صاحب کے بزنس پارٹنر نے آج اپنے بیٹے کی کامیابی کی خوشی میں پارٹی کا انتظام کیا تھا اور وقار علی کو فیملی سمیت انوائٹ کیا تھا، دادی کے علاوہ سب ہی موجود تھے، مقدس نے اکیلا آنے کے خیال سے حبہ کو ساتھ لے لیا تھا، اب دونوں یہاں آ کر بھرپور انجوائے کر رہی تھیں۔

"ہاں یار! واقعی یہ تو بہت خوبصورت جگہ"۔ حبہ نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"مقدس بیٹا! ادھر آؤ"۔ وقار صاحب نے کچھ فاصلے پر موجود مقدس کو آواز دی۔

"جی پاپا!" مقدس نے ان کے پاس آ کر کہا۔

"بیٹا! انکل سے ملیے... یہ میرے بزنس پارٹنر ہیں مسٹر احمد رضا"۔

"السلام علیکم انکل! کیسے ہیں آپ؟"

"وعلیکم السلام بیٹا! میں ٹھیک ہوں آپ کیسی ہیں؟"

"تھینکس انکل! بیٹے کی کامیابی مبارک ہو آپ کو"۔ مقدس نے کہا۔

"تھینکس بیٹا! لیکن جس نے کامیابی حاصل کی ہے آپ کو اسے خود مبارک باد دینا چاہیے"۔ احمد رضا صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن دیکھو بیٹا! جس کے اعزاز میں ہم نے پارٹی ارینج کی ہے وہ موصوف خود ہی غائب ہیں، خیر چلیے بیٹا! آپ تو انجوائے کریں جا کر، جب وہ آ گیا تو ملواؤں گا آپ کو شایان سے"۔

"جی ضرور انکل! پاپا...! میں مما کے پاس جا رہی ہوں"۔ مقدس کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔

"وقار صاحب! ویسے آپ کی بیٹی ہے بہت خوبصورت، اگر میری بیٹی ہوتی تو وہ بھی مقدس بیٹی جیسی ہی ہوتی"۔ احمد رضا صاحب نے افسردہ لہجے میں کہا، ان کا صرف ایک ہی بیٹا تھا شایان احمد رضا۔

"ارے یار! یہ افسردگی چھوڑو، مقدس جیسے میری بیٹی ہے ویسے ہی تمہاری بیٹی بھی ہے، جب دل چاہے بلا لینا"۔ وقار علی نے جواب دیا تو احمد رضا مسکرانے لگے۔

ہلکی ہلکی ہوا نے ماحول پہ بے حد خوشگوار تاثر چھوڑا تھا، سبز پودوں سے لپٹی برقی قمقموں کی روشنیاں بہت خوبصورت لگ رہی تھیں، وہ موسم کو انجوائے کرتی ہوئی ایک تنہا گوشے کی جانب نکل آئی کہ اچانک اس کی نظر جہاں سے رات کی رانی کے درخت پہ پڑی جس کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی، درخت کے ارد گرد بکھرے سفید پھول قمقموں کی روشنی میں عجب بہار دکھا رہے تھے، اس منظر نے اسے پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا، وہ پتہ نہیں کتنی دیر اس منظر میں کھوئی رہتی کہ آواز پر مڑ کر سامنے موجود شخص کو اجنبی تاثر لیے دیکھنے لگی۔

بلیک پینٹ اور اسکائی بلیو شرٹ میں ملبوس وہ شخص مسکراتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا، جیسے برسوں سے جانتا ہو۔

"السلام علیکم! کیسی ہیں؟"

"کیا آپ کے ہاں سلام کا جواب دینے کا رواج نہیں ہے؟" سامنے موجود شخص نے مقدس کو خاموش دیکھ کر دوسرا سوال کیا۔

"دیکھیے مسٹر! میں آپ کو نہیں جانتی کہ آپ کون ہیں، دوسری بات کہ جب میں آپ کو جانتی ہی نہیں ہوں تو سلام کا جواب کیوں دوں؟ آپ اپنا راستہ ناپیے، وقت میں آپ جیسے لوگوں کو ٹھیک کرنا خوب جانتی ہوں"۔ مقدس نے غصے سے بھرے لہجے میں جواب دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اوکے اوکے، سوری میڈم! میں جا رہا ہوں، پلیز آپ ناراض نہ ہوں۔ لیکن جانے سے پہلے یہ ضرور کہوں گا کہ آپ بالکل نہیں بدلی ہیں"۔ شایان اسے چھوڑ کر وہاں سے واک آؤٹ کر گیا۔

"عجیب سر پھرا انسان ہے، پتا نہیں کیا اول فول بول کر گیا ہے"۔ مقدس بڑبڑاتی ہوئی آگے چلنے لگی، لیکن سامنے موجود جھیل نے اسے چیخنے پر مجبور کر دیا تھا اور اس سے کچھ فاصلے پر موجود شایان چیخنے لگا کہ وہ جانتا تھا یہی ہوگا۔

☆............☆............☆

"السلام علیکم مما! کیا کر رہی ہیں؟ اور اتنی ساری کھانے کی اشیاء... خیریت... کون آیا تھا؟" مقدس جو کالج سے آنے کے بعد سو گئی تھی اٹھ کر کچن میں آئی تو اتنا سامان دیکھ کر پوچھا۔

"ہی بیٹا! مہمان آئے تھے، تمہارے ابو کے جو بزنس پارٹنر ہیں وہ اور ان کی بیگم آئی تھیں، بیٹا! دراصل وہ اپنے بیٹے شایان...!"

"السلام علیکم آنٹی!" انا نے آتے ہی آنسہ بیگم کو سلام کیا، آنسہ بیگم کی بات درمیان میں ہی رہ گئی۔

"وعلیکم السلام بیٹا! کیسی ہو؟"

"فائن آنٹی!"

"ارے بھئی! آج تم اچانک کیسے نازل ہو گئیں۔ خیریت تو ہے ناں، کہیں آنٹی نے اپنی نالائق بیٹی کو گھر سے تو نہیں نکال دیا؟" مقدس نے انا کو چھیڑتے ہوئے ہنس کر کہا۔

"جسٹ شٹ اپ مقدس تم سا نالائق ہوگی تم خود، میں نہیں"۔ انا نے چڑتے ہوئے کہا۔

"میں یہاں اسائنمنٹ تیار کرنے آئی تھی، اگر نہیں کرنی تو میں جا رہی ہوں، کرتی رہنا تم خود تیار ہائے!" انا نے کہتے ہوئے جانے کے لیے قدم بڑھا دیے۔

"ارے یار! میں تو مذاق کر رہی تھی"۔

"چلو معاف کیا"۔ انا نے احسان کرنے والے انداز میں کہا تو وہاں موجود آنسہ بیگم اور وہ دونوں ہنسی مسکرانے لگیں، پھر مل کر دونوں نے اسائنمنٹ تیار کی اور کافی وقت گزار کر انا اپنے گھر کے لیے روانہ ہو گئی۔

☆............☆............☆

"مقدس بیٹا! سو رہی ہو کیا؟" آنسہ بیگم نے مقدس کے کمرے میں جھانکتے ہوئے آواز دے کر پوچھا۔

"نہیں مما! میں یاد کر رہی تھی، آپ کو کوئی کام تھا کیا؟ مجھے بلا لیا ہوتا"۔ مقدس جو کسی بک کا مطالعہ کر رہی تھی، اپنی ماں کو جواب دیتے ہوئے بولی۔

"مقدس بیٹے! مجھے آپ سے ایک بات کرنی تھی"۔

"جی مما! کہیے نا"۔

"بیٹا! تمہارے لیے ایک پرپوزل آیا ہے تمہارے بابا جانی کے بزنس پارٹنر کے بیٹے کا، انہوں نے تمہیں پارٹی میں دیکھا تھا تم انہیں بہت اچھی لگیں بالکل اپنی بیٹی کی طرح، انہوں نے کہا کہ اگر ان کی کوئی بیٹی ہوتی تو وہ بالکل تمہاری طرح ہوتی، آج وہ اسی خواہش لے کر اپنی بیوی کے ساتھ آئے تھے، تمہارے پاپا بھی ملے ہیں اس لڑکے سے، بہت تعریف کر رہے تھے وہ اپنے والد کے ساتھ ہی بزنس کو سنبھال رہا ہے، سب کو رشتہ پسند آیا ہے بیٹا! تمہارے بابا جانی چاہتے ہیں کہ تم سے پوچھ لینا چاہیے کیونکہ زندگی تمہیں گزارنی ہے تو تمہاری مرضی لازمی پوچھنی چاہیے، بیٹا! تم سوچ سمجھ کر خود ہمیں بتا دو، اگر تمہاری مرضی نہیں ہوگی تو ہم یہ رشتہ نہیں کریں گے"۔

"مما! اگر آپ لوگوں کو یہ رشتہ منظور ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، جیسے آپ لوگوں کی مرضی"۔ مقدس نے کھوئے کھوئے لہجے میں جواب دیا۔

"خوش رہو بیٹا! اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے، مجھے معلوم تھا میری بیٹی کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا، میں تمہارے بابا جانی کی وجہ سے پوچھنے آئی تھی، دیکھنا شایان تمہیں بہت خوش رکھے گا"۔ آنسہ بیگم تو اپنی بیٹی کے جواب پر نہال ہو گئی تھیں، مقدس کو گلے لگا کر پیار کرنے لگیں۔

"اچھا بیٹا! تم پڑھائی کرو، میں تمہارے بابا جانی اور دادی کو یہ خوشخبری سناتی ہوں، آج وہ بھی تمہارا فیصلہ جاننے کے لیے جاگ رہی ہیں"۔ آنسہ بیگم اسے پیار کرتے ہوئے دروازہ بند کر کے چلی گئیں، اپنی خوشی میں وہ مقدس کی آنکھوں میں بے اختیار آنے والے آنسوؤں کو نہ دیکھ سکیں، جو اس کی آنکھوں سے بہنا شروع ہو گئے تھے۔

"یا اللہ! کیا یہی تھا میرا نصیب؟ کیا میری تقدیر میں اس کا ساتھ نہیں تھا؟ یا اللہ! مجھے اپنے فیصلے پر ثابت قدم رکھنا، مجھے ہمت دینا کہ میں اپنے والدین کے مان کو ٹوٹنے نہ دوں، اے میرے مالک! اگر وہ میرے نصیب میں نہیں ہے تو مجھے اتنی طاقت و قوت دے کہ اس کا خیال بھی میرے دل و دماغ سے نکال دے"۔ مقدس اپنے آنسوؤں کو روکتے ہوئے اپنے لیے دعا کرنے لگی کہ بے شک اللہ کی ہی تو ذات ہے جو اپنے بندوں کے دلوں کے حال سے اچھی طرح واقف ہوتا ہے، وہ جانتا ہے کہ اس کے بندے کے لیے کیا بہتر ہے اور کیا نہیں، اللہ عزوجل انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ نہیں آزماتا، مقدس یہی سوچتے ہوئے اپنے دل کو تسلی دی کہ اللہ جو کرتا ہے انسان کی بہتری کے لیے ہی کرتا ہے اور اس نے بھی سب کچھ اللہ پر چھوڑ دیا، جب انسان سب کچھ اللہ پر چھوڑ دے تو اللہ بھی اپنے بندوں کو مایوس نہیں کرتا بے شک!

☆............☆............☆

"مقدس! کیا ہوا... کچھ سوچ رہی ہو کیا؟" انا نے مسلسل خاموش بیٹھی مقدس کا کندھا ہلاتے ہوئے کہا۔ کالج سے انا، مقدس کے پاس رکی ہوئی تھی، وہ اپنی دوست کی ہر بات سے واقف تھی، جانتی تھی کہ مقدس کو کسی کی ضرورت ہے اسی خیال سے انا اس کے پاس رک گئی تھی۔

"انا! میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اب اسے نہیں سوچوں گی، جو میرے نصیب میں نہیں، لیکن کیا کروں میں چاہتے ہوئے بھی اس کو نہیں بھول پا رہی ہوں، جب ہم ملے تھے تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ تھوڑا سا ساتھ گزرنے والا وقت میرے لیے زندگی بھر کا روگ بن جائے گا، میں اس کے بغیر نہیں رہ پاؤں گی، اس کے بغیر میری زندگی کچھ نہیں رہے گی، کاش! میری زندگی میں ایک معجزہ ہو جائے، میں آنکھیں بند کر کے کھولوں تو میرا شاہ میرے سامنے آ جائے، تو میں اسے بتاؤں کہ میں نے ہر پل اسے یاد کیا ہے، ہر لمحہ اسے ہی سوچا ہے، ہر جگہ، ہر موڑ پر اس کی کمی محسوس کی ہے، میں نے اپنے دل میں صرف اسے بسایا ہے کہ اس کے سوا یہ جگہ اب کسی اور کو دینا میرے لیے موت کے برابر ہے"۔ مقدس نے آنکھیں بند کر کے کھولیں کہ جیسے اسے یقین ہو کہ اگر وہ ایسا کرے گی تو واقعی وہ سامنے کھڑا ہوگا۔

"کاش انا! وہ کہیں سے آ جائے، ایک بار ہی سہی، آخری بار سہی، میں اسے جی بھر کے دیکھ تو لوں کہ اب تو ایک عمر اس کے بغیر گزارنی ہے، کوئی تو سہارا ہو میرے پاس"۔ مقدس انا کے کندھے پر سر رکھ کر رونے لگی اور انا کو اسے سنبھالنا مشکل ہو گیا، وہ اپنی دوست کو اس حال میں دیکھ کر خود بھی رو پڑی تھی، اس کے اختیار میں ہوتا تو وہ آج اسے سب کچھ بتا دیتی، لیکن اپنے کیے ہوئے وعدے کی وجہ سے مجبور تھی، اپنے وعدے کی وجہ سے آج اسے خود پر غصہ آنے لگا تھا کہ اگر وہ وعدہ نہ کرتی تو اس کی دوست یوں دکھ میں نہ ہوتی۔

☆............☆............☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

مقدس باتھ روم سے واپس آئی تو ہاتھوں اور پیروں پر لگی مہندی دھل چکی تھی، انا نے دیکھا تو ملامت کرنے لگی۔

"مہندی ابھی کیوں دھولی پاگل؟ صبح دھوتی تو رنگ نکھر جاتا۔"

"رنگ تو اب بھی نکھرا ہوا ہے۔" مقدس نے اپنے دونوں ہاتھ انا کے آگے کرتے ہوئے کہا، مقدس نے اپنے آپ کو کافی حد تک سنبھال لیا تھا تو مسکرا کر جواب دیا، واقعی ہاتھوں میں مہندی کا رنگ بہت گہرا آیا تھا۔

"اس کا مطلب ہے شایان بھائی تم سے بہت پیار کرتے ہیں، آخر آل کران کے کہنے پر ہی یہ رشتہ آیا تھا۔" انا مقدس کے ہاتھوں کو تھام کر دیکھتے ہوئے ہنس کر اسے چھیڑنے لگی۔

☆......☆......☆

نکاح کے بعد مقدس کو شایان کے برابر میں لاکر بٹھا دیا گیا، سب نے دونوں کی جوڑی کو رشک بھری نگاہوں سے دیکھا اور دونوں کے لیے دعا کی۔ جہاں مقدس ریڈ کلر کے شرارے جس پر وائٹ نگ اور ستاروں کا کام کیا ہوا تھا، فل میک اپ کیے ہوئے تمام زیورات پہنے آج وہ کسی اور ہی دنیا کی لگ رہی تھی، تو دوسری طرف شایان بھی وائٹ شیروانی میں بہت شاندار لگ رہا تھا، اس کے چہرے پر اتنی چمک تھی گویا آج اس نے دنیا فتح کر لی ہو، تمام رسومات کے بعد رخصتی کا وقت ہوا تو مقدس اتنا روئی کہ سب کو ہی رلا دیا، آخر کار سب کی دعاؤں کے سائے تلے رخصت ہو گئی۔

☆......☆......☆

اس کا کمرہ وائٹ کلر سے آراستہ کیا گیا تھا، وائٹ کلر کے فرنیچر اور صوفہ سیٹ بہت قرینے سے سیٹ کیے گئے تھے، وائٹ ہی پردے لگے ہوئے تھے، اس کی ہر خواہش اس کے سامنے موجود تھی۔

ریڈ شرارہ پہنے مکمل زیورات کے ساتھ وہ مکمل دلہن کے روپ میں سجی ایک کلی کی مانند لگ رہی تھی جیسے وائٹ پھولوں کے درمیان ریڈ کلر کی کلی کو رکھ دیا ہو، وہ کمرے کی آرائش کو دیکھنے میں محو تھی، اس کا دل آنے والے وقت کا سوچ کر ہی عجیب انداز میں دھڑک رہا تھا، ایئر کنڈیشنر کے چلنے کے باوجود اس کو پسینہ آ رہا تھا، اچانک اس کو دروازہ کھول کر کسی کے اندر آنے کا پتہ چلا تو وہ اور بھی سمٹ کر بیٹھ گئی۔

"السلام علیکم مسز شاہ! آج تمہیں خاموش دیکھ کر واقعی حیرانی ہو رہی ہے، تم بچپن میں جب بولنا شروع کرتی تھیں تو خاموش ہونے کا نام نہیں لیتی تھیں، میں نے بھی تمہیں خاموش نہیں دیکھا تھا، سنو تم نے کہا تھا ناں کہ جب میں تمہیں دیکھوں گا تو فوراً پہچان لوں گا اور دیکھو اس دن جب میں نے تمہیں مال میں دیکھا تو فوراً پہچان لیا تھا۔" شایان عرف شاہ نے اس کے قریب بیٹھ کر کہتے ہوئے مسکرا کر مقدس کو دیکھا جو بالکل ساکت بیٹھی یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔

"ایسے تو مت دیکھو یار! [illegible] جھیل جیسی آنکھوں میں بہہ جاؤں گا۔" شاہ نے [illegible] ہوئے ہنس کر کہا۔

"ارے یہ کیا یار! میں تو ان آنکھوں میں بہنے کا بول رہا تھا، لگتا ہے تم تو مجھے اپنے آنسوؤں میں بہانے کا ارادہ رکھتی ہو۔" شایان نے اس کے آنسو اپنے ہاتھوں سے صاف کرتے ہوئے شوخی سے کہا۔

"شاہ! آپ اگر سب جانتے تھے تو مجھے آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا، آپ جانتے ہیں یہ دن میں نے کتنی اذیت میں گزارے ہیں؟ پل پل مری جا رہی تھی میں، آپ کو ہمیشہ ہی مجھے رلا کر مزہ آتا ہے، بچپن میں بھی ایسا کرتے تھے۔" مقدس نے روتے ہوئے شکوہ کناں نگاہوں سے شاہ کو دیکھا۔

"سوری مقدس! میرا ارادہ تمہیں رلانا نہیں تھا، بس میں اور انا تو تمہیں سرپرائز دینا چاہتے تھے، یہ نہیں بتایا تھا، میں نے تم سے جو بچپن میں وعدہ کیا تھا اسے پورا کرنے کے ارادے سے یہ سب کیا تھا، مجھے لگا تم خوش ہوگی۔" شاہ نے نادم لہجے میں مقدس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ سب انا کو بھی پتہ ہے؟" مقدس نے سوال کیا۔ شایان نے سکون کا سانس لیا کہ مقدس نے کچھ بولا تو، ورنہ وہ اس کے رونے کی وجہ سے دکھی ہو رہا تھا۔

"ہاں! میں نے ہی اسے منع کیا تھا، اس سے وعدہ لیا تھا کہ وہ تمہیں نہ بتائے، پلیز اس کو معاف... انا کی کال ہے، بات کر لو!" بجتے سیل نے شایان کی توجہ اپنی طرف مبذول کی جو اچانک بجا تھا، نمبر دیکھ کر مقدس سے کہا۔

"کیسا لگا ہمارا سرپرائز؟ یقیناً تم شاکڈ میں ہوگی، مگر اس وقت تو پلیز میری جان! شاکڈ سے نکل آیئے اور اپنی محبت کی کہانی جو آپ نے مجھے سنائی، وہ شاہ بھائی کو سنا دیجئے!" انا نے چہکتے لہجے میں کہا اور کال ڈسکنیکٹ کر دی۔

"کیا کہا انا نے؟" شاہ نے سوال کیا، بدلے میں مقدس نے خفا خفا نگاہ شایان پر [illegible] جو اعلان تھا کہ وہ اس سے ناراض ہے۔

تیرے نازک سے بدن پہ سجا
میرے نام کا سرخ جوڑا
تیرے لبوں پہ [illegible]
آنکھوں میں [illegible]
نازک سے ہاتھوں میں [illegible] چوڑیاں
پاؤں پہ لگی مہندی
کانوں میں سجے جھمکے
خوشبوؤں سے مہکتا تیرا وجود
منتظر ہے میرے لمس کا
آ جا کے تجھے بخش دوں
اپنے لمس کی خوشبو
ختم کر دوں یہ بے رخی اے جان!
قریب آ جاؤ
کہ قریب آ جاؤ!

شایان نے اس کے ہاتھوں میں خوبصورت سے کنگن ڈال دیئے۔ مقدس نے حیرانی سے دیکھا۔

"یہ آپ کے پاس کہاں سے آئے؟" مقدس نے سوال کیا۔ بدلے میں شایان نے مارکیٹ والا سارا واقعہ سنا دیا۔

"اب تو ناراض نہیں ہو ناں؟" شایان نے سوال کیا۔

"میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں شاہ! آپ سے کبھی ناراض نہیں ہو سکتی۔" مقدس نے شایان کے کندھے پر سکون سے سر رکھتے ہوئے جواب دیا اور آنکھیں بند کر لیں، جن کے پیچھے آنے والی خوشیوں کے ڈھیروں خواب سجے تھے۔

☆......☆......☆

ماہنامہ ردا ڈائجسٹ کی طرف سے
بہنوں کے لیے خوبصورت ناول
بھیگی ہوئی رات میں
قیمت 150 روپے
صالحہ محمود
کچی کلیاں آنگن کی
قیمت 600 روپے
صالحہ محمود
تم میرے ہو کر رہو گے
قیمت 500 روپے
صالحہ محمود
ملنے کا پتہ
کوثر بک پورٹ اردو بازار کراچی

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

افسانہ

توکل

"پکڑو ثمینہ! اسے اور خبردار اسے گھر سے باہر نکالا تو ہوتے ہوئے کہا۔
ٹانگیں توڑ دوں گا میں اس کی"۔ افضل علی نے غصے سے "مگر بلو نے ایسا کیا کر دیا جو تم نے اسے

"ثمینہ نے بلو کو اپنے سینے کے ساتھ لگاتے ہوئے پوچھا۔

"یہ ساتھ والوں کے بچوں کے ساتھ گلی میں کھیل رہا تھا باپ کے دشمنوں کے ساتھ دوستیاں بڑھا رہا ہے، بڑا وفادار خون ہے میرا"۔ افضل علی نے بڑے طنزیہ انداز میں بتایا۔

"افضل! بلو بچہ ہے، تم پیار سے بھی تو بات کر سکتے ہو، کتنی بری طرح تم نے اسے مارا ہے، ثمینہ نے مفاہمت بھرے انداز میں کہا۔

"ہاں کرتا پیار سے بات، اگر میری جیب میں کچھ ہوتا، اگر دیہاڑی لگ جاتی اور چار پیسے مجھ غریب کی جیب میں بھی آ جاتے اور واپس آتے ہوئے مجھے پھر سے فاقہ کشی کی فکر نہ ہوتی، یہ پیار ویار سب امیروں کے چونچلے ہیں، غریبوں کو تو پیٹ کے دوزخ کو بجھانے سے ہی فرصت نہیں ملتی ٹھیک کہا ہے کسی نے کہ امیر روٹی ہضم کرنے کو دوڑتا ہے اور غریب روٹی ڈھونڈنے کو"۔ افضل علی نے آگ جیسے دہکتے لہجے میں کہا۔ ثمینہ بس دیکھ کر رہ گئی۔

افضل علی اسکول کے باہر بچوں کے کھانے کی چیزوں

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

ریڑھی لگاتا تھا۔ گزارہ کھینچ تان کر ہی سہی مگر ہو جاتا تھا۔ جس دن افضل کی دیہاڑی نہ لگتی اس دن بلو، مائی اور انجم کی شامت آ جاتی، کبھی کبھی تو ثمینہ بھی افضل علی کے عتاب کا نشانہ بن جاتی۔ مگر کچھ دنوں سے ساتھ والے مکان میں نئے کرایے دار آئے تھے، مالک مکان نے خوب محلے داری نبھائی کہ ان کی روزی روٹی ہی بند ہو گئی۔ ساتھ والے کرایے دار رحمان بھائی تھے، وہ بھی اسکول کے باہر ریڑھی لگانے لگے تھے۔ وہ بہت شریف اور سلجھے ہوئے انسان لگتے تھے، چہرے پر ہر وقت مسکراہٹ رہتی اور عجیب طرح کی روشنی ان کے چہرے پر رہتی۔ جب وہ لوگ نئے آئے تھے تو ثمینہ اس کے گھر چاول بنا کر دے آئی تھی، آخر محلے داری کے بھی کچھ تقاضے ہوتے ہیں، تب رحمان بھائی کو دیکھ کر اس نے بے اختیار سوچا کہ افضل نے کبھی ہنس کر یا مسکرا کر بات نہیں کی، ہر وقت بچوں پر غصہ کرتا رہتا، جبکہ رحمان بھائی بچوں کے ساتھ بہت محبت سے بات کرتے۔ ایک دن مائی نے بڑی عجیب بات کی۔

"اماں! رحمان بھائی بہت اچھے ہیں، پتا ہے وہ ابو کی طرح بالکل غصہ نہیں کرتے، سب بچوں کو وہ ایسے پیار کرتے اور بلاتے ہیں، جیسے وہ ان ہی کے بچے ہوں، کاش! ابو بھی ایسے ہی ہوتے"۔ رحمان بھائی کی تعریف چند دنوں میں پورا محلہ کرنے لگا، لیکن بقول افضل کے، وہ اس کا دشمن تھا کیونکہ رحمان بھائی بھی اسکول کے سامنے ریڑھی لگاتے اور بچے افضل کی ریڑھی کی طرف بھول کر بھی نہ آتے۔ نتیجہ افضل علی ہر وقت غصے میں رہنے لگا، نوبت دو وقت کی روٹی سے فاقوں تک آ گئی۔ افضل نے منع کر دیا کہ کوئی بھی ساتھ والوں کے ساتھ تعلق نہیں رکھے گا، اور آج بلو کو بھی اسی وجہ سے مار پڑی تھی، کیونکہ وہ باہر رحمان بھائی کے بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ ان کی دیوار سانجھی تھی، مگر ثمینہ نے کبھی ان کے گھر سے کسی کی اونچی آواز نہ سنی تھی۔ اس کے اپنے گھر میں ہر وقت لڑائی جھگڑے کی آوازیں آتی تھیں۔

☆ ☆ ☆

باہر فقیر صدا لگا رہا تھا مگر ثمینہ نے سنی ان سنی کر دی۔

"اماں! یہ روٹی باہر بابا جی کو دے آؤں؟" انجم نے پلیٹ میں پڑی آدھی روٹی کی طرف اشارہ کیا، جس پر ثمینہ نے ابھی سالن لگایا تھا۔

"بابا جی کا بڑا خیال ہے، اپنے پیٹ کی کوئی فکر نہیں تجھے جس میں کل صبح سے کوئی نوالہ نہیں گیا"۔ افضل علی نے غصے سے تلخ لہجے میں کہا۔

انجم چپ چاپ اپنی پلیٹ پر جھک گئی۔ پاس کھڑی فاطمہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، وہ اتنے عرصے سے بے خبر رہی، اس کے ہمسائے بھوکے سوتے رہے۔ وہ کچن کی طرف بڑھی، ایک روٹی اور سالن پلیٹ میں رکھ کر باہر آ گئی۔ بابا جی باہر کھڑے ابھی تک صدا لگا رہے تھے۔ فاطمہ کو دروازے میں روٹی لیے کھڑا دیکھ کر انھوں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور رب کا شکر ادا کیا۔

"یہ لیں بابا جی!" فاطمہ نے پلیٹ آگے بڑھائی۔

"جیتی رہو بیٹی! خدا تمہیں دو گنا دے"۔ فقیر بابا نے فاطمہ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور رغبت سے کھانا کھانے لگے۔ فقیر بابا کھانا کھا کر دعا دیتے چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد رحمان صاحب مسجد سے واپس آ گئے، اور آتے ہی صحن میں بچھی چارپائی پر لیٹ گئے۔

"کھانا لاؤں آپ کے لیے؟" فاطمہ نے قریب آ کر پوچھا۔

"نہیں کھانا میں کھا کر آیا ہوں، آج مسجد میں ہی کھانا تھا، بس چادر لا دو اندر سے"۔ رحمان صاحب نے کروٹ بدلتے ہوئے کہا۔ فاطمہ اندر سے چادر لے آئی، بچے سو چکے تھے، ان کی چادریں درست کیں اور رحمان صاحب کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"رحمان کے ابا! مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے"۔

رحمان صاحب جو سونے کی غرض سے اپنی آنکھوں پر بازو رکھ چکے تھے، بازو ہٹا کر سوالیہ نظروں سے فاطمہ کی طرف دیکھنے لگے۔

"افضل بھائی کے گھر میں کل سے فاقہ تھا، آج انہوں نے کھانا بنایا ہے وہ بھی آدھی آدھی روٹی، ثمینہ سے بھی ایک دفعہ میں نے چھپ چھپ کے بات کرنے کی کوشش کی مگر اس نے سرد مہری ہی دکھائی، کل بلو دن بتا رہا تھا کہ بلو اس کے بچوں کے ساتھ گلی میں کھیل رہا تھا، مگر افضل بھائی اسے مارتے ہوئے لے گئے، یہ کہتے ہوئے کہ دشمنوں کے بچوں کے ساتھ آئندہ کھیلا تو تمہارا حشر کر دوں گا، کیا آپ کا کوئی جھگڑا ہوا ہے افضل بھائی کے ساتھ؟" فاطمہ آہستہ آہستہ سب بتا رہی تھی اور وہ حیرت سے فاطمہ کو سن رہے تھے آخری بات پر چونک گئے۔

"نہیں فاطمہ! میرا کوئی جھگڑا نہیں ہوا، میں نے بھی دو تین مرتبہ اس سے سلام دعا کرنی چاہی لیکن اس نے سرد مہری ہی دکھائی، ایک دن اس نے اسکول کے چوکیدار سے کہا کہ کسی کی روزی بند کرنے والا ہمسایہ کبھی اچھا محلے دار نہیں ہوتا اور یہ بات مجھے اس اسکول کے چوکیدار نے بتائی، مجھے کچھ افسوس بھی ہوا اور دکھ بھی کہ روزی دینے اور بند کرنے والی ذات تو اللہ تعالیٰ کی ہے۔ افضل بھائی نے کیسے سوچ لیا کہ یہ انسان کے بس میں ہے؟ اگر یہ سب انسان کے بس میں ہوتا تو شاید کوئی کسی کو بھی رزق نہ دیتا۔ یہ خدا ہی ہے جو ہماری لاکھوں غلطیوں اور کوتاہیوں کے باوجود ہمیں دیتا ہے، ہم جیسے ناشکرے بندوں کو نوازتا ہے، اگر ہم اپنی کوتاہیاں گننے لگیں تو شاید وہ بے حساب ہوں، اگر ہم خدا کی نعمتیں دیکھیں تو اس نے بھی بے حساب کوتاہیوں کو نظر انداز کر کے ہمیں بے پناہ نعمتیں عطا کی ہیں"۔ رحمان صاحب نے بہت نرمی کے ساتھ انہیں ساری بات سمجھائی اور فاطمہ جو انہیں بہت توجہ کے ساتھ سن رہی تھی، بہت اہم نتیجے پر پہنچ کر مسکرا دی، دوسری طرف رحمان صاحب بھی گہری سوچ میں ڈوبے نتیجے کے سرے ڈھونڈ رہے تھے۔

☆ ☆ ☆

خدا تو بندوں کے دلوں میں پنہاں راز جان لیتا ہے، ان کی نیتوں کو جانتا ہے، اسے اپنی مخلوق کے ارادوں کی بھی خبر ہوتی ہے، یہی ارادے اور نیت رحمان صاحب کو لگا کہ خدا ان کی بھی جان گیا ہے۔ آج افضل بہت خوش تھا اس کی دیہاڑی بہت اچھی لگی تھی، جیب میں روپے تھے اور ان روپوں کی خوشی اس کے چہرے سے جھلک رہی تھی، جب وہ لوگ گھر واپس آ رہے تھے تو مغرب کی اذانوں کا وقت ہو رہا تھا، راستے میں چلتے ہوئے بات کا آغاز رحمان صاحب نے ہی کیا۔

"آج تو دیہاڑی کافی اچھی لگ گئی ہے، شکر ہے اس ذات کا جو ہمیں دو وقت کی روٹی دے رہا ہے"۔ افضل لفظ "شکر" میں الجھ کر رہ گیا تھا، بھی آہستہ سے اس کے منہ سے نکلا "شکر" جیسے کوئی بھولی بسری بات یاد آ گئی ہو۔ افضل کی بات اچکتے ہوئے رحمان نے فوراً کہا۔

"ہاں "شکر" تمہیں پتہ ہے میں اپنے شکر کا اظہار کیسے کرتا ہوں؟" رحمان صاحب نے کسی چھوٹے بچے کی طرح پرجوش ہوتے ہوئے کہا۔

"کیسے کرتے ہو؟" فوراً جواب آیا۔

"ہر نماز کے ساتھ دو شکرانے کے نفل ادا کر کے، میرا ایمان ہے کہ خدا نے جتنا بھی عطا کیا کم یا زیادہ اس کی عطا پر شکر تو بنتا ہی ہے، ویسے بھی وہ ہم جیسے ناشکروں اور گنہگاروں کو بھی دے رہا ہے یہی کافی ہے"۔ جب وہ دونوں مین بازار کراس کر کے آگے آئے تو اذانیں شروع ہو چکی تھیں، باقی کا سفر خاموشی کی نذر ہو گیا، جب وہ لوگ مسجد کے دروازے سے

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں؟

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

سامنے سے تو مؤذن پکار رہا تھا "حی الصلوٰۃ" چلے آؤ نماز کی طرف!

"چلو مسجد چلیں، ہمیں رب کی بارگاہ سے بلاوا آ رہا ہے۔"

"مگر... بابا!" افضل نے کچھ کہنا چاہا۔

"مگر کیا افضل! جب ہمیں رب کریم اپنے گھر بار بار فلاح کی طرف بلا رہا ہے تو کیا ہم اپنے اس خالق حقیقی کے بلاوے پر بھی نہیں جائیں گے؟" رحمان صاحب نے نہایت نرمی سے سمجھایا۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر میں اتنا گناہ گار اور خطاکار بندہ بھلا خدا مجھے کیوں بلائے گا اپنے گھر؟" افضل نے نہایت شرمندہ لہجے میں کہا۔

"یہی تو اس کی فیاضی ہے کہ وہ ہر خاص و عام کو اپنے گھر آنے کا بلاوا دیتا ہے، وہ ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں کو پس پشت ڈال دیتا ہے، ہماری ایک توبہ پر وہ ہمیں معاف کر دیتا ہے، بہت رحیم ہے وہ ذات جو نیکی پر دس نیکیاں اور بدی پر صرف ایک بدی کی خبر اور سزا کا ہمیں حقدار ٹھہراتی ہے، اگر اس ذات کے سامنے رو کر گڑگڑا کر معافی مانگی جائے تو وہ رب ذوالجلال اپنے بندوں کو ضرور معاف کر دیتا ہے، وہ تو نیتوں کے بھید جانتا ہے اور اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔"

رحمان صاحب نے لوہا گرم دیکھ کر چوٹ کی۔

مسجد کی سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے افضل کا دل کسی اور ہی لے پر دھڑک رہا تھا، نماز ادا کر کے اس نے خدا کی بارگاہ میں رو رو کر اپنی کوتاہیوں، غفلت اور ناشکری کی معافی مانگی تھی، بہت سارا رو لینے کے بعد اس کے پرسکون قدم گھر کی طرف گامزن تھے، ان کے دل میں اطمینان ہی اطمینان تھا۔

☆ ---- ☆ ---- ☆

افضل علی گلی میں داخل ہوا تو بلو اور مانی ہارون کے ساتھ کھیلتے ہوئے باپ کو دیکھ کر دوڑ کر گھر کی طرف بھاگ گئے، افضل کے دل میں ایک دفعہ پھر شرمندگی ابھری کہ اس نے پھول جیسے نازک بچوں کے دلوں میں نفرت کے کانٹے اگانے چاہے تھے۔

گھر آئے تو بلو اور مانی نلکے پر ہاتھ دھو رہے تھے، باپ کو دیکھ کر نظریں جھکا گئے اور دل میں یہ ڈر تھا کہ ابا کی مار ابھی شروع ہو جائے گی مگر جب کچھ وقت گزرنے کے بعد بھی کچھ نہ ہوا تو وہ بے یقینی سے ہو کر صحن میں بچھی چارپائی پر ٹک گئے اور آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ ابا کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟

"شمینہ! میں ایک بات سوچ رہا تھا۔" افضل علی نے پرسوچ انداز میں شمینہ کو مخاطب کیا، شمینہ [illegible] چونک ہی تو گئی تھی۔

"میں سوچ رہا ہوں بلو اور مانی کو ہارون کے ساتھ ہی مدرسے بھیجا کروں، اگر دنیاوی تعلیم قسمت میں نہیں تو کیا ہوا دینی تعلیم حاصل کر کے اپنی آخرت تو سنوار ہی سکتے ہیں، آخر خدا کو بھی جواب دینا ہے کہ اس کی عطا کردہ زندگی کو ہم نے کیسے گزارا۔"

"ابا! ہارون کے ساتھ؟" مانی نے [illegible] پوچھا۔

"ہاں پتر! ہارون کے ساتھ، اگر سارا دن اس کے ساتھ گلی میں کھیل سکتے ہو تو مدرسے کیوں نہیں جا سکتے؟" افضل علی نے الٹا سوال کیا، وہ دونوں لاجواب ہو گئے اور باپ کے گلے لگ گئے۔

جب بندہ اس ذات باری تعالیٰ پر توکل کرنا سیکھ جاتا ہے، تو وہ شکوے شکایتوں جیسے سوالوں سے بہت آگے نکل آتا ہے، وہ تھوڑی مگر حق حلال کی روزی میں پرسکون رہنے لگتا ہے، گھر میں خوشحالی آ جاتی ہے، بندہ خدا کی پکار پر اس کے گھر میں 5 وقت حاضری دینے لگتا ہے اور اسی کے دیے پر صبر و شکر کرتا ہے جسے توکل کہتے ہیں۔

☆ ---- ☆ ---- ☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

نائلہ طارق

سلسلہ وار ناول

قسط نمبر 29

جو عشق میں بیتی وہ عشق ہی جانے

ہارون پہلے آگے بڑھ کر ان سے ملا تھا، مگر ہشام قزلباش تو ان کے قدموں میں جھک گئے تھے، اس انسان نے ان کی پوری کائنات کو سنبھالا تھا۔ ان کی زندگی کو ان کی متاع کو اپنے سینے سے لگائے رکھا تھا، وہ کیا محسوس کر

رہے تھے یہ لفظوں میں وہ بیان نہیں کر سکتے تھے، ان کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ رہا تھا، احساس تشکر اور اس عظیم احسان کے بوجھ سے وہ احمد حسین کے قدموں میں جھکتے چلے گئے تھے مگر احمد حسین نے سرعت سے ان کو روک کر گلے سے لگا لیا تھا، ہشام قزلباش نے اپنے آنسو نہیں چھپائے تھے، کیونکہ یہ ان کے اختیار میں نہیں رہا تھا، یہ آنسو برسوں کے صبر کی اذیت کے تھے، آزمائش کی کامیابی کے تھے، شکر کے تھے اور خوشی کے بھی، احمد حسین ان کو تسلی دے رہے تھے، آزمائشوں کے ختم ہونے کی نوید سنا رہے تھے، دوسری جانب عارش، فاطمہ کو ساتھ لے کر ہارون کی تقلید میں گھر کے اندر گیا تھا۔

"ماما! ان کی طبیعت بہت خراب ہے، ان کو آپ کی آمد کا نہیں پتہ، آپ ان کو خزن کی طرف سے بھرپور تسلی دیجیے گا"۔ ہارون کے جانے کے بعد عارش نے فاطمہ کو مخاطب کیا تھا۔ ہارون کا سہارا لیے کمرے سے باہر آتی صبیحہ کو دیکھ کر ہی عارش کو جھٹکا لگا تھا، وہ اتنی بیمار اور کمزور نظر آ رہی تھیں کہ عارش کو سمجھ نہیں آیا تھا کہ وہ اپنے قدموں پر کیسے چل رہی ہیں، دوسری جانب صبیحہ کی آنکھیں فاطمہ پر ساکت ہوئی تھیں، سفید چادر کے

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

ہالے میں اس مقدس چہرے کو پہچاننے میں ان کو دیر نہیں لگی تھی، جبکہ فاطمہ خود ہی ان تک پہنچ گئی تھیں، جو بچے کی طرح لرز رہی تھیں، فاطمہ کے گلے لگتے ہی ان کی کراہیں بلند ہو گئی تھیں، فاطمہ کے لیے مشکل ہو گیا تھا ان کو سنبھالنا۔

"میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں، مجھے اس سے ملا دیں، آپ کو اللہ کا واسطہ ہے، اس سے کہیں مجھے معاف کر دے۔" زار و قطار روتی وہ اذیت سے کراہ رہی تھیں۔

"اسے آپ کے پاس ہی آنا ہے، وہ آپ سے دور نہیں ہے، میرا یقین کریں، اب آپ کو کوئی فکر نہیں کرنی چاہیے، میں اس سے کہوں گی، بہت جلد وہ آپ کے پاس آئے گی۔" مستقل ان کو دلاسے تسلیاں دیتے ہوئے فاطمہ نے ان کو صوفے پر بٹھا لیا تھا اور ان کے قریب ہی بیٹھ گئی تھیں، احمد حسین اور ہشام قزلباش بھی وہاں آ گئے تھے۔ عارش سے پانی کا گلاس لے کر فاطمہ نے اپنے ہاتھوں سے ان کو پانی پلایا تھا وہ نڈھال ہو رہی تھیں کہ فاطمہ نے ان کو اپنے ساتھ لگائے رکھا تھا، فاطمہ ان کے درد کو بہت شدت سے محسوس کر رہی تھیں، ان کی حالت کے پیش نظر سب ہی خاموش تھے اور ان کے سنبھلنے کا انتظار کر رہے تھے۔

"آپ اسے سمجھا سکتے ہیں، میں اس کا مجرم ہوں، میں اس سے معافی مانگوں گا، آپ مجھے اس سے ملنے کی اجازت دے دیں، ہم اس کے لیے ہی تو اب تک زندہ ہیں۔" ہشام قزلباش کا لہجہ لرز رہا تھا۔

"ہشام صاحب! میں آپ کی تکلیف کو اور تڑپ کو محسوس کر سکتی ہوں، اولاد کا درد کیا ہوتا ہے میں جانتی ہوں، خرمن بہت حساس ہے، آپ کو بھی معلوم ہو چکا ہو گا کہ اسے کن حالات سے گزرنا پڑا ہو گا، اس کے لیے فوری طور پر یہ سب قبول کرنا ابھی مشکل ہے، کچھ وقت لگے گا۔ آپ کو ہمیشہ اللہ پر بھروسا رکھنا چاہیے، اسی لیے آج آپ کی زندگی میں یہ معجزہ رونما ہوا ہے، آپ سب مبارکباد کے مستحق ہیں، اللہ کی مصلحتوں کو انسان سمجھنے سے قاصر ہے، میں بہت خوش ہوں آپ سب کے لیے بھی اور اپنی بچی کے لیے بھی۔"

احمد حسین گمبھیر سنجیدہ لہجے میں بولے تھے۔

"جلد یا بدیر اسے حقیقت کو قبول کرنا ہی ہے، میں اس سے کوئی بات کرنے سے پہلے آپ سے ملنا چاہتا تھا، میرا یقین اور مستحکم ہو گیا ہے کہ وہ ایک بہت اعلیٰ خاندان کا خون ہے، وہ آپ کی بچی ہے اس لیے تو آپ کو کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں، بس تھوڑا وقت دیں اسے۔"

"میرے لیے اب چند لمحوں کا انتظار بھی عذاب ہے، مگر مجھے آپ پر بھروسا ہے، آپ میرے اس انتظار کو طول نہیں ہونے دیں گے۔" ہشام قزلباش نے بمشکل بولتے ہوئے مضطرب نگاہوں سے صبیحہ کو دیکھا تھا جن کا چہرہ زرد تھا، آنکھوں میں درد اور بے بسی لیے وہ نفی میں سر ہلا رہی تھیں۔

"آپ کو کچھ انتظار کرنا ہی ہو گا، اس کے لیے آپ نے بہت کچھ برداشت کیا ہے، اسے سنبھلنے کے لیے سب کچھ سمجھنے کے لیے آپ کو اسے کچھ وقت دینا ہو گا۔" اس سے پہلے کہ صبیحہ دوبارہ کچھ کہتیں ہارون نے اچانک ہی ان سے کہا تھا۔

"مگر مجھے نہیں لگتا کہ آپ کو مزید کسی انتظار کی یا صبر کی ضرورت ہے۔" عارش کے سنجیدہ لہجے پر ہارون نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"آپ بس پہلے اپنی طبیعت کو ٹھیک کریں، جس دن آپ مکمل صحت یاب ہو جائیں گی، میرا آپ سے وعدہ ہے کہ میں آپ کی بچی کو آپ کے پاس لے آؤں گا۔"

"عارش ٹھیک کہہ رہا ہے، خرمن آپ کو اس طرح دیکھے گی تو بہت پریشان ہو جائے گی۔" فاطمہ نے کہا تھا۔

نے ان کو مزید یقین دلایا تھا تب ہی عارش کی نظر اسٹیئرز پر کھڑے ایبک تک گئی تھی۔

"ایبک! جلدی آؤ وہاں کیوں رکے ہو؟" عارش کی آواز پر وہ جھجکتے ہوئے قریب آیا تھا۔

"کیسے ہو تم؟ مسکراہٹ کہاں گئی تمہاری؟" اسے گلے لگاتے ہوئے عارش نے اس کی پشت تھپتھپائی تھی۔

"عارش! اس کا چہرہ تو بالکل خرمن کی طرح نظر آتا ہے۔" احمد حسین نے حیران نظروں سے ایبک کو دیکھا تھا۔

"جی ہاں، اسی مشابہت نے ہی تو ہم سب کو یہاں تک پہنچایا ہے۔" عارش نے مسکراتی نظروں سے ایبک کو دیکھا تھا۔

"پھر تو ہم سب کو ایبک کا بھی شکر گزار ہونا چاہیے۔" احمد حسین کے توصیفی لہجے پر ہشام قزلباش نے محبت پاش نظروں سے بیٹے کو دیکھا تھا۔

"ماشاءاللہ! آپ کے دونوں بیٹے بہت اچھے ہیں۔" فاطمہ کی تعریف پر صبیحہ مسکرا بھی نہیں سکی تھیں۔

"ماں! آپ ان کی بچی کے بارے میں کیا کہیں گی؟" عارش نے بے ساختہ ہی کہا تھا۔

"بھئی تم اپنی بیوی کی تعریف سننا چاہ رہے ہو تو ویسے ہی کہہ دو۔" احمد حسین کے سنجیدہ لہجے پر بری طرح جھینپتے ہوئے اس نے ہارون کو دیکھا تھا جو اپنی مسکراہٹ نہیں چھپا سکا تھا۔

"ہارون بیٹا! میں تمہیں اپنے بڑے بھائی صاحب کا پیغام دینا تو بھول ہی گیا۔" احمد حسین نے اچانک ہارون کو مخاطب کیا تھا۔

"انہوں نے تمہارے لیے بہت دعائیں بھیجی ہیں اور یہ درخواست کی ہے کہ تم اپنا کوئی پروگرام مس نہ کیا کرو، دراصل اپنے آپریشن اور اپنی صحت کی وجہ سے وہ اپنے بستر تک محدود ہو گئے ہیں، ریڈیو تو وہ ہمیشہ ہی شوق سے سنتے ہیں اور خاص طور پر تمہیں سننا ان کو بہت اچھا لگتا ہے۔"

"آپ میری طرف سے ان کا بہت شکریہ ادا کیجیے گا، میں ضرور ان کی ہدایت پر عمل کروں گا۔" ہارون نے کہا تھا۔ "کیا وہ خرمن کو بھی ریڈیو پر سنتے ہیں؟"

"ہاں بالکل بلکہ مجھے یاد ہے کہ انہوں نے فون پر خرمن کو ایک ٹاپک بتایا تھا جس پر خرمن نے پروگرام رکھا تھا اور اس ٹاپک کو لوگوں نے بہت پسند بھی کیا تھا۔" احمد حسین بتا رہے تھے اسی دوران ملازمہ نے چائے تیار ہونے کی اطلاع دی تھی۔ بہت عزت و احترام کے ساتھ ہشام قزلباش، احمد حسین اور فاطمہ کو ڈائننگ ہال تک لائے تھے۔ چائے پر بہت پر تکلف اہتمام تھا، ہلکی پھلکی باتوں کے درمیان ماحول بھی کچھ خوشگوار ہو گیا تھا، صبیحہ اپنی اذیت کو بھلائے بڑی تندہی سے خاطر داری میں مصروف ہو گئی تھیں، ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ دنیا کی ہر نعمت اپنے محسنوں کے سامنے پیش کر دیں، کیونکہ وہ اس سے بھی زیادہ کے مستحق تھے، اس گھر میں کوئی چیز ان کے شایان شان نہیں لگ رہی تھی۔

☆—☆

سفید دوپٹے میں قید اس کا چہرہ بھی بجھے دیے کی طرح سفید ہو رہا تھا، اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا، سپاٹ نظروں سے وہ بس ان کو دیکھ رہی تھی جو بول رہے تھے۔

"اب جبکہ تم سے کچھ چھپا نہیں ہے تو تمہیں سب سے پہلے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، سب کچھ جاننے کے بعد تمہیں اب اللہ سے کوئی شکایت نہیں ہونی چاہیے، تمہیں حقیقت کو تسلیم کرنا ہو گا، ان کی اذیتوں کو، ان کی تکلیفوں کو محسوس کرنا ہو گا جو تمہارے لیے سالوں سے تڑپ رہے ہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"خرمن! کچھ تو بولو تمہارے بابا تم سے بات کر رہے ہیں"۔ اس کی غیر معمولی خاموشی پر فاطمہ کو کہنا پڑا۔

"بابا! آپ نے مجھ سے جو کچھ کہا، میں نے اسے سنا، یقین کیا، اس سے زیادہ کی توقع مجھ سے کوئی نہ رکھے۔ میں بس اتنا جانتی ہوں کہ جو رشتہ میرا آپ سے اور امی سے ہے، جو مقام میرے دل میں آپ دونوں کا ہے، وہ میں کسی اور کو نہیں دے سکتی، وہ رشتہ میرا کسی اور انسان سے نہیں بن سکتا۔ میں ان سب کو اپنی زندگی میں جگہ نہیں دے سکتی، جن کی وجہ سے میں اپنی زندگی پر شرمندہ ہوتی رہی، اپنی نفرت میں جلتی رہی، خود کو کمتر سمجھتی رہی۔ آپ اور امی مجھے اپنی پوری زندگی دان کر دینے کے باوجود میری محرومی کو ختم نہ کر سکے، اس سچ کی شرمندگی کا بوجھ اٹھائے میں سانس لیتی رہی تھی۔ آج جب میں نے ہر چیز سے سمجھوتہ کر لیا، آپ کی اور امی کی وجہ سے میں نے اپنا نام اور مقام پا لیا تو پھر مجھے واپس وہیں پہنچانے کی بات کی جا رہی ہے، جہاں سے میں نے سفر شروع کیا تھا۔ مگر میں ایسا کبھی نہیں چاہوں گی۔ کیونکہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، مجھے ان سب کی ضرورت نہیں ہے"۔ اس کے سرد سپاٹ لہجے نے فاطمہ کو دنگ کیا تھا۔

"خرمن! اہم سے تمہارا رشتہ کسی آسمانی صحیفے کی طرح مقدس ہے، تمہاری زندگی میں ہماری جگہ کوئی نہیں لے سکتا، مگر اب اس زمین پر اللہ نے تمہارے لیے جو حقیقی رشتے رکھے ہیں، ان کی اہمیت سے، ان کی حقیقت سے تم انکار نہیں کر سکتیں، تم ان رشتوں کو ٹھکرا کر اللہ کو ناراض کرنے کا گناہ مت کرنا۔ یہ مت سوچو کہ ان لوگوں کی ضرورت نہیں ہے، یہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ تمہیں کہاں، کس کی ضرورت ہے"۔ احمد حسین نے تشفی اور سنجیدہ لہجے میں سمجھانا چاہا تھا۔ "وہ تمہارے ماں باپ ہیں، اسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ تمہیں ان کو وہی عزت اور مرتبہ دینا ہوگا جو ایک اولاد کا فرض ہوتا ہے، وہ دونوں اپنی زندگی تمہارے لیے روتے سسکتے گزار چکے ہیں، اللہ سے سجدوں میں وہ تمہیں مانگتے رہے ہیں، وہ تم سے جدا رہے، یہ اللہ کی رضا تھی، وہ آج بھی تم پر حق رکھتے ہیں کیونکہ وہ تمہیں دنیا میں لانے کا ذریعہ بنے تھے"۔ "اور غلاظت میں پھینکنے کا بھی"۔ اس کے جملے پہ احمد حسین فوری طور پر کچھ بول نہیں سکے تھے۔

"ایسا مت کہو خرمن! سب کچھ جاننے کے بعد بھی تم کس طرح ان کو ٹھکرا سکتی ہو۔ تمہارے بابا ان کو یقین دلا چکے ہیں کہ تم کھلے دل سے ان سب کو قبول کرو گی، انکار کر کے تم ہمیں ان کے سامنے شرمندہ کرنا چاہتی ہو، سب کو یہ سوچنے پر مجبور کرنا چاہتی ہو کہ ہم نے یہ پرورش کی ہے تمہاری؟" فاطمہ نے نرم کڑی سے اسے راہ پر لانا چاہا تھا۔

"آپ دونوں مجھ سے میری زندگی مانگ لیں مگر ان لوگوں کے لیے مجھے مجبور نہ کریں، جو اس قابل بھی نہیں کہ میں ان کی طرف دیکھوں، کس چیز کی کمی رہی ہے ان کے پاس، سب کچھ تو ہے، ان کے لیے ان کے بیٹے کافی ہیں، جو ان کی نسل آگے بڑھائیں گے، مجھ سے کیا مل سکتا ہے ان کو، اور ملے بھی کیوں؟ کیا صرف اس لیے پیدا کر کے پھینک دیا؟ میری مرضی سے انہوں نے مجھے پیدا نہیں کیا تھا، کوئی احسان نہیں، پیدا تو جانور بھی کرتے ہیں۔"

"خرمن! سوچ سمجھ کر زبان سے بات نکالو"۔ احمد حسین کا لہجہ سخت ناگوار تھا۔ "اگر تمہیں لگتا ہے کہ ان کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں تو کمی بظاہر تمہارے پاس بھی نہیں تھی، بتاؤ مجھے، ایسی کون سی چیز ہے دنیا کی، جو تم نے مانگی اور وہ تمہیں نہ ملی ہو؟ ظاہری چکا چوند کی بات مت کرو، محرومی اور اداسی تب زندگی کا حصہ بن جاتی ہیں جب وہ چہرے پر سجا کر نہیں، دل میں چھپا کر رکھا جاتا ہے، میں تم سے زیادہ تمہارے دل میں چھپے درد کو جانتا ہوں، کیونکہ تم میری اولاد ہو، میرا سایہ ہو، ایک بار تم اولاد کی نظر سے ان تڑپتے انسانوں کے دل میں جھانک کر دیکھو،

تمہیں ان آنکھوں کا وہ سمندر نظر آئے گا، جس کے سامنے وہ آنسو بھی کم ہو جائیں گے، جن کو تم نے ان دونوں کو یاد کرتے بہائے ہوں گے، اپنے ذہن میں ان کے چہرے تراشتے ہوئے بہائے ہوں گے۔ تم سے زیادہ بہتر کون جان سکتا ہے کہ کس طرح وہ اذیتوں کو سینوں میں چھپائے زندہ ہیں، تم میری فرمانبردار بیٹی ہو، مجھے یقین ہے کہ تم میرے لیے اپنے ظرف کو وسیع کر کے مجھے سرخرو کرو گی۔ سب سے بڑھ کر اللہ کی رضا جان کر ان کے دل کو ٹھنڈا کر دو، اپنی محبت سے ان کی تڑپ کو، ان کی اذیت کو ختم کر دو"۔ لب بھینچے وہ سپاٹ نظروں سے ہی ان کو دیکھ رہی تھی جو بولتے جا رہے تھے۔ "تم یاد کرو اس وقت کو جب تمہارے دل میں بھی اپنی جڑوں تک پہنچنے کی تڑپ تھی، تمہاری خواہش پر میں نے اللہ کے مقدس گھر میں ہاتھ پھیلا کر تمہارے لیے وہ سب مانگا تھا، وہ سب جس سے اللہ نے تمہیں نواز دیا ہے، کیونکہ وہ اپنے بندوں کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا، جو مانگا ہے اسے لوٹانے کا سوچ کر بھی تم گناہ کی مرتکب ہو سکتی ہو، اللہ کے حضور سر جھکایا جاتا ہے، وہ جو عطا کرے اس پر شکر ادا کیا جاتا ہے، اللہ نے تم پر رحم کیا ہے، تم اپنے ماں باپ کے لیے دل میں رحم رکھو، مجھے تم پر یقین ہے کہ تم میرے بھروسے کو نہیں توڑو گی"۔ خاموش ہو کر احمد حسین چند لمحوں کے لیے منتظر رہے تھے مگر وہ بالکل خاموش تھی، اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے وہ سامنے سے ہٹ گئے۔

"کل ان کو بلائیں مگر ان کی بیوی ان کے ساتھ نہیں آئیں گی، مجھے صرف ان سے بات کرنی ہے"۔ اس کے سرد لہجے پہ احمد حسین رک گئے تھے۔

"تم کیا بات کرو گی ان سے؟" اس کے تیوروں نے فاطمہ کو تشویش زدہ کر دیا تھا۔

"یہ کل معلوم ہو جائے گا"۔ کسی بھی جانب دیکھے بغیر بول کر وہ اٹھی تھی اور کمرے سے نکل گئی تھی، جبکہ احمد حسین اور فاطمہ کے درمیان بس خاموش نظروں کا تبادلہ ہوا تھا۔

☆ — ☆

بغور منیزہ نے اس کے لہجے میں قید چہرے کو دیکھا تھا، کوئی تاثر تھا اس کے چہرے پر کہ منیزہ کی ہمت نہیں ہوئی تھی کہ اسے فاطمہ کی لابی تک لے جائے، خاموشی سے وہ اس کے ہمراہ ڈرائنگ روم کی جانب بڑھ گئی تھی، جس وقت وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی وہاں خاموشی چھا گئی تھی، ہشام قزلباش بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ گئے تھے۔

"میری مرضی کے بغیر آپ میرے قریب نہیں آ سکتے"۔ اس کے سرد لہجے پر ہشام قزلباش کے بڑھتے قدم جہاں تھے وہیں ساکت رہ گئے تھے۔

"خرمن!" احمد حسین بھی اپنی جگہ سے اٹھ گئے تھے۔ "تمہیں یاد ہونا چاہیے کہ تم اس وقت اپنے باپ سے مخاطب ہو۔"

"مجھے صرف یہ گٹر بھری گندگی کے ڈھیر کی بو یاد ہے، جس کے قریب سے گزرتے ہوئے ناک پر کپڑا رکھ لیا جاتا ہے"۔ کاٹ دار لہجے میں بولتی وہ ہشام قزلباش کی ساکت نظروں میں ہی دیکھ رہی تھی۔ "اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کو اپنا باپ تسلیم کر لوں تو اس سے پہلے آپ کو میری شرط ماننا ہوگی"۔ اس کے قطعی لہجے پر عارش دنگ ہوا تھا، اسے اپنی سماعتوں پر بھی شبہ ہوا تھا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟" فاطمہ نے اسے ٹوکا تھا۔

"اسے کہنے دیں، میں اس کی شرط سننا چاہتا ہوں"۔ اس کے بگڑے تاثرات دیکھتے ہوئے ہشام قزلباش نے کہا تھا۔

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"آپ کو ہارون سے ہر تعلق ختم کرنا ہوگا۔" سرد لہجے میں اس نے جیسے دھماکہ کر دیا تھا، ڈرائنگ روم میں موجود سارے نفوس ششدر رہ گئے تھے مگر وہ پرسکون تھی۔ "جس طرح آپ مجھ سے بے خبر اور انجان رہے تھے بالکل اسی طرح آپ کو اپنے بیٹے سے بے خبر اور انجان ہونا پڑے گا، اسے اپنے وجود سے کاٹ کر آپ کو پھینکنا ہوگا، جس طرح مجھے بے یار و مددگار پھینک دیا گیا تھا، منظور ہے آپ کو میری یہ شرط؟ میرے لیے مار سکتے ہیں اپنے بیٹے کی محبت؟" اس کے مچلتے لہجے نے ہشام قزلباش کا چہرہ زرد کر دیا تھا۔

"خرمن! ایک باپ کس طرح اولاد کے ساتھ یہ سلوک کر سکتا ہے، تم ان کو جس کڑی آزمائش میں ڈال رہی ہو یہ ناممکن ہے، میں تم سے یہ امید بالکل نہیں رکھتا کہ تم ان کے لیے کسی اذیت کا سبب بنو، تم نے جو کہا ہے اس کے لیے تم ابھی ان سے معافی مانگو۔" احمد حسین شدید ناراضی سے بولے تھے۔

"جو میں چاہتی ہوں وہ ناممکن نہیں ہے۔ اگر مجھے مردہ سمجھ کر ان کا خاندان آباد رہ سکتا ہے، تو اس شخص کو بھی مار کر آباد رہ سکتا ہے، یا کر اس کے ساتھ تعلق ختم نہیں کر سکتے تو کس طرح یا ان کی بیٹی میرے لیے مر کر گئے؟ اس لیے کہ وہ ان کا بیٹا ہے، ان کا چاند بیٹا ہے، اس سے ان کے خاندان کا نام چلے گا، مجھے کوڑے میں پھینکنے کے لیے دنیا میں لایا گیا تھا؟ بیٹیاں سنبھالی نہیں جا سکتیں تو ان کو پیدا ہی کیوں ہونے دیا جاتا ہے؟" سلگتے لہجے کے ساتھ وہ بلند آواز میں بولی تھی، جبکہ ہشام قزلباش کے چہرے پر پھیلی اذیت نے احمد حسین کا دل دکھانا شروع کر دیا تھا۔

"خرمن وہ ایک سانحہ تھا، ایک معصوم بچے سے سرزد ہو جانے والی غلطی تھی، یہ سب کر کے تم اللہ کو ناراض مت کرو، ماں باپ جیسی ہستیوں سے حساب نہیں مانگے جاتے، ان پر زندگی تنگ نہیں کی جاتی۔" فاطمہ نے شدید تاسف سے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

"اس معصومیت نے میری زندگی کو درہم برہم کر دیا تھا، میرے وجود کو دنیا کی نظروں میں گناہ بنا دیا تھا، وہ غلطی نہیں جرم تھا، جس کی پاداش میں مجھے رسوا ہونا پڑا تھا، وہ شخص میرا مجرم ہے، میرے سارے حساب کتاب اسی شخص کی در بدری سے جڑے ہیں، اسے پتہ چلنا چاہیے کہ باپ کے نام کے بغیر، حسب نسب کے بغیر زندگی کیسی ہوتی ہے۔" سلگتے چہرے کے ساتھ وہ چیخ رہی تھی، احمد حسین خاموشی سے بس اسے دیکھ رہے تھے جیسے سانپ سونگھ گیا تھا اور عارش بری طرح مضطرب تھا، اس وقت احمد حسین کی خاموشی اس سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

"اگر آپ کو اور آپ کی بیوی کو میری شرط منظور ہے، تو مجھے آپ سے اپنے رشتے قبول کرنے میں کوئی اعتراض نہیں۔" سرد کٹتے لہجے میں ہی وہ ہشام قزلباش سے مخاطب تھی، جو بمشکل اپنے قدموں کو گھسیٹتے اس کے قریب آئے تھے اور کانپتے ہاتھوں میں اس کا چہرہ بھر لیا تھا، جبکہ وہ بس سپاٹ نگاہوں سے ان کی آنکھوں میں تیرتی نمی کو دیکھ رہی تھی، شدت ضبط سے ان کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا، چند لمحوں تک وہ اس کے چہرے کے نقوش کو پیاسی نظروں میں اتارتے رہے تھے اور پھر جھک کر اس کی پیشانی کو چوم لیا تھا۔

"اپنے اس بدنصیب باپ کو معاف کر دینا جو تمہیں کبھی کچھ نہیں دے سکا۔" لرزتے لہجے میں وہ بمشکل بول سکے تھے اور اگلے ہی پل اس کے سر سے ہاتھ ہٹاتے تیز قدموں سے ڈرائنگ روم سے نکل گئے تھے، خرمن کے چہرے کے تاثرات بس کچھ پل کے لیے بدلے تھے مگر پھر دوبارہ اس کا چہرہ ہر تاثر سے عاری ہو گیا تھا، ایک جائزانہ نظر سب پر ڈالنے کے بعد اس نے احمد حسین کو دیکھا تھا۔

"ہو گیا فیصلہ"۔ وہ تلخی سے بے ساختہ بولی تھی۔

"فاطمہ! تمہیں ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ چلنا ہوگا، میں ایک منٹ کے لیے بھی اس گھر میں رہنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔" احمد حسین کے گرجتے لہجے نے فاطمہ کو دہلا دیا تھا۔

"ماموں جان! میں آپ کو یہاں سے نہیں جانے دوں گا، یہ آپ کا گھر ہے۔" عارش کے چہرے کا رنگ اڑا تھا۔

"مجھے مت روکو عارش! میرا گھر وہ ہے جہاں میں جا رہا ہوں، جہاں میری بات کی اہمیت ہوتی تھی، جہاں میرے فیصلوں پر سر جھکایا جاتا تھا، جہاں میری اولاد نے ہمیشہ میری فرمانبرداری کی، ہمیشہ میرے حکم کی تعمیل کی، میری زبان کی لاج رکھی، مجھے کبھی کسی کے سامنے شرمندہ ہونے پر مجبور نہیں کیا گیا، جس طرح آج کیا گیا ہے، اس گھر میں میری وقعت ہے نہ میری کسی بات کی، یہاں مجھے کسی ناکارہ شے کی طرح دیوار سے لگایا گیا ہے، ایک ایسے شخص کے سامنے مجھے بے عزت کیا گیا ہے جو میرے بھروسے پر امیدیں لے کر یہاں تک آیا تھا۔ میری زبان پر اس نے اعتبار کیا تھا، مگر میری کیا حیثیت ہے اس گھر میں، وہ شخص بھی یہاں سے جاتے ہوئے اچھی طرح اندازہ لگا چکا ہے، یہ گھر تمہاری بیوی کا ہے، جس نے آج سر اٹھانے کے قابل بھی نہیں چھوڑا ہے مجھے۔" احمد حسین کے فیصلے لہجے پر عارش کا چہرہ اتر گیا تھا۔

"فاطمہ! فوراً باہر آؤ۔" فاطمہ سے مخاطب ہو کر وہ تیز قدموں سے باہر نکل گئے تھے۔ ان کے پیچھے ہی شدید پریشان ہو کر جاتا عارش رکا تھا۔

"خرمن! انہیں روکو۔" عارش کے اضطرابی لہجے پر وہ بس سپاٹ نظروں سے فاطمہ کو دیکھ رہی تھی جن کو عارش نے روکا تھا۔

"ہمیں مت روکو عارش! تمہارے ماموں اس وقت تمہاری کوئی بات نہیں سنیں گے، وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہے ہیں، یہاں ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے، یہاں سب خود مختار ہو چکے ہیں۔" پرشکوہ نگاہ خرمن پر ڈال کر وہ نکل گئی تھیں جبکہ ایک مایوس نظر عارش بھی اس پر ڈالتا فاطمہ کے پیچھے گیا تھا۔

"خرمن! ابھی بھی وقت ہے، جا کر روک لو بابا جان کو۔" منیزہ نے التجائی لہجے میں کہا تھا۔

"اگر ان کے لیے مجھے چھوڑ کر جانا آسان ہے تو میں ان کے راستے میں نہیں آؤں گی۔" اس کے سرد لہجے پر منیزہ کچھ بول نہیں سکی تھی۔

☆☆☆

خاموشی بھی بیچارگی سے اس پر بھی نگاہ ڈالتی جا رہی تھی، جو چپ کی مہر لگائے جانے کس سوچ میں گم تھی، احمد حسین اور فاطمہ کو ان کے گھر تک عارش ہی لے گیا تھا اور یقیناً اس نے وہاں کافی کوشش کی تھی کہ احمد حسین اپنی ناراضی کو بے شک قائم رکھیں مگر واپس گھر چلنے کے لیے راضی ہو جائیں۔ لیکن اب بات صرف ناراضی کی نہیں تھی، خرمن کی طرف سے وہ بہت زیادہ دلبرداشتہ تھے، صدمہ اس چیز کا بھی زیادہ تھا کہ ہشام قزلباش نے ان کے بارے میں کیا سوچا ہوگا؟ یقیناً یہی کہ انہوں نے خرمن کی پرورش کس طرز پر کی ہے، اسے کیسی تربیت ملی ہے، خرمن کی ضد نے ان کو توڑ کر رکھ دیا تھا، عارش بار بار کی ضد اور زبان کی تلخی نے ان کو شدید غم و غصے سے دوچار کر دیا تھا، ورنہ وہ اس حد تک بھی نہ جاتے کہ عارش کو ان سے التجائیں کرنی پڑتیں، خرمن کی طرف سے معافیاں مانگنی پڑتیں اور ان پر کوئی اثر نہ ہوتا، یہ تو وہی جانتے تھے کہ کس طرح دل پر جبر کر کے انہوں نے عارش

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

کو مایوس لوٹایا تھا، جب وہ گھر واپس آیا تو کسی کے لیے مشکل نہیں تھا اس کے چہرے پر ناکامی اور مایوسی کو پڑھنا۔ وہ بہت دل گرفتہ دکھائی دے رہا تھا، کسی سے کوئی بھی بات کیے بغیر وہ منیزہ کو اس کے گھر ڈراپ کرنے چلا گیا تھا حالانکہ بیلا کو اور منیزہ کو یہ خدشہ تھا کہ عارش ضرور اپنے غصے کا اظہار کرے گا یا کم از کم خزین کو شرمندہ کرنے کے لیے احمد حسین کے پاس لے جانے پر زور دے گا۔ مگر ایسا کچھ نہیں ہوا تھا اور یہ کوئی بہت زیادہ حیرت کی بات نہیں تھی۔ کال بیل کی آواز نے بیلا کو چونکایا تھا مگر خزین کو تو جیسے کچھ سنائی ہی نہیں دیا تھا یا پھر وہ سننا ہی نہیں چاہتی تھی۔ عارش کے ہمراہ ہی لاؤنج میں آتے عثمان نے بغور اسے دیکھا تھا۔

"اب اس طرح کیوں بیٹھی ہو؟ کوئی قیامت نہیں آ گئی اور تمہارے لیے کون سا مشکل ہے احمد انکل کو راضی کرنا۔" عثمان نے بکھرے بکھرے والے انداز میں کہا تھا۔ "چلو میرے ساتھ، ابھی انکل اور آنٹی کو ساتھ لے کر آتے ہیں۔" عثمان نے عجلت میں اسے اٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

"خزین! تمہیں واقعی جانا چاہیے، شاید وہ بھی تمہارے منتظر ہوں، ان کو تم سے یہ امید نہیں ہوگی کہ..."

"مجھ سے اب کوئی امید رکھے بھی مت۔" بیلا کی بات کاٹتی وہ جیسے پھٹ پڑی تھی۔

"یہ تو ہونا ہی تھا، بے شمار دن اپنے بچھڑے بھائیوں اور خاندان کے درمیان گزار کر آئے تھے اور ان کا تعلق تھا ان لوگوں کا تو کام ہی یہی ہے، مقصد ہی یہی ہے کہ میرے عام کا کانٹا ان کے بھائی کی زندگی سے نکال دیا، ان کو موقع مل گیا اپنے دل کا زہر میرے باپ کے کانوں میں انڈیلنے کا، آج تو سب نے دیکھ لیا کتنا اتفاق ہو چکا ہے تینوں بھائیوں کے درمیان، کسی کے اندر ہمت تو ہے نہیں میرے سامنے آ کر بات کرنے کی، پردے کے پیچھے رہ کر اپنی اوقات دکھانے کے علاوہ وہ لوگ اور کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے۔"

شدید اشتعال میں وہ بولی تھی اور اگلے ہی پل اٹھ کر وہ کمرے کی سمت بڑھ گئی تھی۔

"عارش! تم اس سے ابھی کوئی بات مت کرنا وہ پہلے ہی بہت ڈسٹرب ہے۔" بیلا نے تشویش سے کہا تھا۔

"بہت اچھی ہدایت دی ہے تم نے۔" عثمان نے خشمگیں نظروں سے بیلا کو دیکھا تھا۔ "کسی کو تو اس سے بات کر کے یہ احساس دلانا ہوگا کہ اس نے کیا کیا ہے۔"

"وہ جانتی ہے اس نے کیا کیا ہے، مجھے یا کسی اور کو یہ احساس دلانے کی ضرورت نہیں ہے۔" گہری سنجیدگی سے کہا تھا۔

آہٹ پر اس نے سر نہیں اٹھایا تھا البتہ اپنا چہرہ دوسری جانب ضرور پھیر لیا تھا، اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے وہ چند لمحوں تک اس کے متوجہ ہونے کا منتظر رہا تھا مگر وہ اس کی جانب نہیں دیکھ رہی تھی، مگر اس سے اپنے آنسو نہیں چھپا سکی تھی۔

"مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے خزین! اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو صحیح یا غلط سے لاتعلق ہو کر شاید میں بھی یہی راستہ اختیار کرتا۔" مدھم لہجے میں بولتا وہ اسے دیکھ رہا تھا، جو اپنی آنکھیں خشک کرتی خود پر ضبط کر رہی تھی، چند لمحوں کے لیے وہ خاموش رہا تھا اور پھر دھیرے سے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"میں بس تمہاری ایک بات سے اتفاق نہیں کرتا کہ ماموں جان کا دل تمہارے لیے کبھی بدل بھی سکتا ہے، کسی انسان کی زبان سے نکلے لفظوں میں اتنا اثر نہیں ہے کہ وہ ان کو تمہارے خلاف کر دے، تم ایسا سوچ کر ان کی محبت اور نیت کی بے حرمتی کرو گی؟" اس کے متاسف لہجے پر وہ نظر نہیں اٹھا سکی تھی۔

"آخری فیصلہ تمہارا ہوگا، کوئی تم پر دباؤ نہیں ڈالے گا، یہ وقت سوچنے کا اور سمجھنے کا ہے، اپنے آپ کو

اپنے دل سے پوچھو، دماغ سے سوچو، ضرور کوئی راستہ مل جائے گا، اگر تمہیں یقین ہے کہ تم اپنی جگہ ٹھیک ہو تو یقیناً حالات تمہارے حق میں ہوں گے اور اگر تمہیں لگتا ہے کہ کہیں کوئی قدم تم نے غلط اٹھایا ہے تو مجھے یقین ہے کہ اس غلط قدم کے نتیجے میں سامنے آنے والے حالات کو تم بہتر کرنے کی کوشش کرو گی، چاہے اس کے لیے تمہیں اپنے آپ کو بھی نظر انداز کرنا ہو، مجھے تم پر یقین ہے اور بھروسہ بھی۔" اس کے نرم لہجے پر وہ بس دھندلائی نظروں سے اسے دیکھتی رہی تھی۔

☆......☆

"اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ مطالبہ کرے، میرا فیصلہ اس کے ہاتھوں ہونے دیں، میں اس کا مجرم ہوں، اس کی دی گئی سزا جھیلنا چاہتا ہوں، جو گناہ مجھ سے سرزد ہوا تھا، اس کے لیے یہ سزا بہت کم ہے، آپ اس کی بات مان لیں، یہ میری آپ سے التجا ہے۔" نظر جھکائے وہ بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولتا صبیحہ کی گھٹی گھٹی سسکیوں میں اضافہ کر گیا تھا۔

"کم از کم تمہیں یہ سب نہیں کہنا چاہیے تھا ہارون!"

ہشام قزلباش نے دزدیدہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ "وہ ابھی بدگمان ہے، اشتعال میں ہے، تمہارا تو صرف بہانہ ہے ورنہ میں جانتا ہوں وہ مجھے قبول نہیں کرنا چاہتی، ہم میں سے کسی کو قبول نہیں کرنا چاہتی اور وہ غلط بھی نہیں ہے، وہ اگر تمہیں تڑپتا اور ترستا دیکھنا چاہتی ہے تو ہم مل کر اس کی سزا قبول کریں گے، جب تک وہ ہونے کی کہ تھا، ایک عمر وہ بھی ہمارے لیے تڑپتی رہی ہے، اسے لگتا ہے کہ اولاد کو خود سے کاٹ کر پھینک دینا بہت آسان ہے، قسمت نے ایک بار بہت کچھ چھین لیا تھا، اس وقت میں بے بس تھا، مگر آج میں کس طرح اپنے ہاتھوں سے اپنے وجود کے حصے کو کاٹ کر الگ کر سکتا ہوں، اس کے لیے سہنا اور تمہارے لیے اس سزا کو جھیلنا اس لیے ممکن ہے کہ تمہاری نظروں نے ابھی اپنی اولاد کا چہرہ نہیں دیکھا ہے، اولاد آزمائش ہوتی ہے یہ قدیم سچ ہے، یہ آزمائش زندگی اور موت کے درمیان سفر کرتی ہے، اس آزمائش میں انسان دنیا میں دوزخ کی تپش اور جنت کی راحت کی جھلک بھی دیکھ لیتا ہے۔" ہشام قزلباش کے لہجے میں اذیت رچی بسی تھی۔

"اس نے پہلی بار آپ سے کچھ مانگا ہے پاپا! اس کی بات کو رد نہ کریں، مجھ سے زیادہ وہ آپ پر اس گھر پر حق رکھتی ہے، اسے مایوس مت کریں ورنہ اسے دوبارہ کھو دیں گے آپ ہمیشہ کے لیے، نہیں مگر اس کے لیے صرف کچھ اتنا کہ مجھے یہاں سے دور جانے دیں۔" ہارون کا مضطرب لہجہ بلند ہوا تھا تب ہی صبیحہ چیخ اٹھی تھیں۔

"ایسا نہیں ہو سکتا، میرے اندر اتنی سکت نہیں ہے کہ ایک بار پھر اپنی اولاد کی جدائی کو سہہ سکوں، میرے دوست سے بڑھ کے قدموں نے تمہارے باپ کی زندگی اجاڑ دی تھی، ان سے الگ ہو کر تم ان سے زندگی بھی چھین لینا چاہتے ہو، یہاں سے چلے جانے سے پہلے تمہیں مجھے اور اپنے باپ کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارنا ہوگا، پھر اگر جانا چاہتے ہو تو ابھی چلے جاؤ، ہو گئی لمبی ہماری زندگی۔" ساکت نظروں سے ہشام قزلباش ان کو دیکھ رہے تھے جو چیختے ہوئے ہارون کا گریبان جھنجوڑ رہی تھیں، نڈھال ہو چکی تھیں، شدید بے بسی کے ساتھ ہارون نے ایک نظر ہشام کو دیکھا تھا اور پھر روتی بلکتی صبیحہ کو سنبھالتے ہوئے اس نے ان کو صوفے پر بٹھایا تھا اور خود ان کے ہاتھ تھام گھٹنوں کے بل ان کے قدموں میں بیٹھا تھا۔

"میری وجہ سے آپ نے اور پاپا نے جو اذیتیں برداشت کی ہیں، میں بس ان اذیتوں کو آپ سے دور کرنا چاہتا ہوں ماما! کھل کر سانس لینا چاہتا ہوں، بہت تھک چکا ہوں بے ضبط کی وجہ سے، میں کیسے یہ برداشت کر سکتا ہوں کہ ایک بار

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

پھر میری ذات آپ کی خوشیوں کی راہ میں رکاوٹ بن جائے، وہ خوشیاں جو طویل آزمائش اور صبر کے بعد آپ کو مل رہی ہیں، صرف مجھ سے کے لیے مجھے خود سے دور جانے کی اجازت دے دیں۔" مریم بیگم کے ساتھ وہ گھٹے لہجے میں التجا کر رہا تھا۔ "نہیں۔۔۔۔ میری زندگی میں یہ نہیں ہو سکتا، کبھی نہیں۔" نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ پھر جیسے دل تھامے تھیں۔ ان کی آنکھوں سے اذیت کا سیلاب رواں تھا۔

"اگر اس کے لیے ہم ساتھ تڑپتے رہے ہیں تو اس کی سزا میں بھی مل کر سہہ لیں گے مگر تم ہم سے دور جانے کا کبھی مت سوچنا ورنہ میں مر جاؤں گی۔۔۔ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔" زارو قطار روتی وہ بول رہی تھیں، چند لمحوں تک ہارون دھواں دھواں ہوتی آنکھوں سے ان کے بہتے آنسوؤں کو دیکھتا رہا تھا اور پھر تھکے تھکے انداز میں سر ان کے گھٹنوں سے ٹکا دیا تھا۔

☆...☆

ٹیرس کی باؤنڈری پر بازو ٹکائے وہ بظاہر تاریکی میں خالی دل و دماغ کے ساتھ موجود تھا مگر حقیقتاً وہ تو کٹہرے میں کھڑا ایک مجرم تھا، جو سر جھکائے بڑی شدت سے اپنی سزا کا انتظار کر رہا تھا، زندگی کا ایک بڑا حصہ اس نے اسی انتظار میں گزارا تھا، سزا کا تعین نہیں ہو پا رہا تھا، اس کا کیسا جرم اتنا بڑا تھا کہ کوئی سزا دینے سے قانون معذور ہو رہا تھا، اب تو اس کے گرد کٹہرے کی سلاخیں بھی تنگ ہو چکی تھیں، جلتی آنکھوں سے اس نے سیاہ آسمان کو دیکھا تھا، گہری سانس لے کر اس نے اپنے وجود کو ان دیواروں سے سر ٹکراتے حبس اور گھٹن سے آزاد کرنے کی کوشش کی تھی، قدموں کی آہٹ پر اس نے چونک کر قریب آتے ایبک کو دیکھا تھا، وہ اپنے اس بھائی سے بھی نظریں ملانے کے قابل نہیں رہا تھا، اس کے ارد گرد کوئی ایسا انسان نہیں تھا جو اس کی وجہ سے اذیت میں مبتلا نہ ہو۔ یہ بوجھ اس کے کاندھوں کو ناقابل برداشت بوجھ تلے دباتا جا رہا تھا۔

"آپ پریشان مت ہوں، مجھے یقین ہے کہ وہ ہم سب سے دور نہیں رہ سکیں گی، آپ اپنے بارے میں کچھ غلط مت سوچیں۔" ہارون کی آنکھوں کی جلن بڑھنے لگی تھی۔ وہ اتنا کم عمر اور لاابالی ہونے کے باوجود کس طرح اسے تسلی دے رہا تھا، اس نے کبھی ہارون سے شکایت کا ایک لفظ تک نہیں کہا تھا، کبھی کوئی سوال نہیں کیا تھا، جبکہ ماں باپ کو آنکھ کھولتے ہی اس نے اذیتوں سے گزرتا دیکھا تھا، وہ سب جانتا تھا اور اب جب کہ سب بدل سکتا تھا تو بھی وہ اپنے ایک خالص رشتے کے لیے بھی اسے اس کے مقام سے ہٹانے کا سوچنا بھی معیوب سمجھتا تھا، یہ اس کا بھائی تھا، یہ وہ تھا جو اس دنیا میں اس گھر کے غم کو کم کرنے آیا تھا، یہ وہ تھا جو ایک گمشدہ جنت تک میں راہ دکھا رہا تھا۔

"اگر آپ نے دوبارہ ہم سب سے دور جانے کی بات کی تو مجھ سے پہلے ماما مر جائیں گی، وہ مجھ سے زیادہ آپ سے محبت کرتی ہیں، اگر میرے بس میں ہوتا تو میں آپ کی جگہ لے لیتا، آپ کی ساری مشکلیں اپنے کندھوں پر لے لیتا۔" ہارون کی کیفیت سے بے خبر وہ نم لہجے میں بولتا جا رہا تھا۔ بے اختیار ہارون نے اسے اپنے گلے سے لگا لیا تھا۔

"میں بھی کہاں تم سب سے لاتعلق ہو کر سانس لے سکتا ہوں، مگر میں اسے بھی تم سب سے دور رکھ کر خوش سے نہیں رہ سکتا، میں اس کی نفرت نہیں سہہ سکتا، مجھ میں معافی مانگنے کی بھی سکت نہیں ہے، ماں کر سکتی ہوتی تو سب سے پہلے ماما، بابا سے اور تم سے معافی مانگتا، وہ کس طرح میرے لیے اپنے دل کو نرم کر سکتی ہے۔" صدمے سے بھینچے میں ایبک کو بھینچے وہ گھٹی آواز میں بولا تھا۔

"ان کو آپ کے لیے دل نرم کرنا پڑے گا اور پھر عارش نے بھی تو وعدہ کیا ہے، وہ ان کو سمجھائیں گے پھر ٹھیک ہو جائے گا۔" ایبک نے پر یقین لہجے میں کہا تھا جبکہ ہارون کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں بچا تھا۔ موبائل فون پر آتی کال نے ہارون سے زیادہ ایبک کو چونکایا تھا۔

"رات کے دو بجے آپ کو کون کال کر سکتا ہے؟" ایبک نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا تھا اور اگلے ہی پل کمرے کی سمت دوڑا تھا۔

"ہیلو۔۔۔ ہارون اسپیکنگ۔"

"جی، مگر میں تو ہارون کی آواز پہچانتی ہوں۔"

منیزہ کی بات نے اسے ہنسنے پر مجبور کیا تھا۔

"اتنی رات گئے بچے جاگا نہیں کرتے، جا کر سو جاؤ، صبح تمہیں کالج بھی جانا ہے۔" منیزہ نے تنبیہہ کی تھی۔

"اگر آپ مجھے موقع دیں تو میں آپ کی یہ غلط فہمی دور کر سکتا ہوں کہ میرا شمار بچوں میں نہیں ہوتا۔"

"اچھا۔۔۔۔ اور میری غلط فہمی دور کرنے کے لیے تمہیں کیسا موقع چاہیے؟"

"زیادہ نہیں، بس ایک کینڈل لائٹ ڈنر اور لانگ ڈرائیو۔"

"اور ڈرائیو کے دوران نشانہ بنانے کے لیے عارش۔" منیزہ نے ہنستے ہوئے اس کو شرمندہ کر دیا تھا۔

"ویسے تم دوسرا آپشن بن سکتے ہو مگر پہلے اپنے سے بڑے پر تو قسمت آزمائی کرنے دو۔"

"بالکل، بہت شوق سے، میں آپ کی کامیابی کے لیے مدد کے لیے بھی حاضر ہوں۔"

"بہت شکریہ، اب کیا مجھے کہنا پڑے گا کہ ہارون کی آواز سنا دو۔"

"ضرور، وہ تو خود انتظار میں ہیں۔" ایبک نے مسکراتی نظروں سے ہارون کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا تھا اور پھر زبردستی فون اسے تھما کر کمرے سے نکل گیا تھا۔

"فکر مت کریں، آدمی کبھی خوش فہمی میں مبتلا اب نہیں ہو سکتی، مجھ میں وہ اہلیت نہیں کہ آپ میرا انتظار کریں۔" اس کی خاموشی پر منیزہ نے کہا تھا۔

"مگر مجھ میں اتنی اہلیت تو ہے کہ آپ کی پریشانی کو محسوس کر سکوں، بقول آپ کے میں آپ کے دل میں جھانکنے والی پہلی انسان ہوں، کم از کم یہ برتری تو مجھے ہے کہ میں آپ کی ضرورت بن سکوں، اس وقت تک جب تک ضرورت کی ضرورت ہی نہ رہے۔"

"طنز کر رہی ہو؟" اس کے خاموش ہونے پر وہ بولا تھا۔

"پتا نہیں۔"

"کیا نہیں پتا؟"

"یہی کہ آپ کو میری ضرورت ہے بھی یا نہیں؟"

"ضرورت کس لیے؟"

"یہ آپ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔"

"میں کیا جانتا ہوں؟" اس کے سوال پر منیزہ بالکل خاموش رہی تھی۔

"اگر میں کہوں تو مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے تو۔۔۔"

اس کا سوال منیزہ کو بہت بے رحم لگا تھا مگر وہ ضبط کر گئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"ضرورت تو اس وقت عارش کو بھی نہیں تھی، وہ میرے بغیر بھی آپ تک پہنچ سکتا تھا، میں نے اس لیے کیا وہ کیا جو میرے دل نے چاہا اور آج بھی اپنے دل کی آواز سنی، جو دل کے قریب ہوتے ہیں ان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میرے لیے اعزاز ہے دنیا اب اسے کسی بھی نظر سے دیکھے۔"

"جانتا ہوں، تمہارے دل میں ساری دنیا کا درد اور رحم موجود ہے، مگر جانتی ہو تم جیسے انسانوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟" منیزہ کے تلخ لہجے پر وہ بولا تھا۔

"ہاں، وہی ہوتا ہے جو آپ نے کیا ہے۔" اس کے سرد لہجے پر وہ چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گیا تھا۔

"خزین کیسی ہے؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"بہت ڈسٹرب، بچا جان اور بھی اس سے ناراض ہو کر گھر سے چلے گئے ہیں۔"

"یہ کب ہوا؟ عارش نے مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا۔" ہارون بری طرح دنگ ہوا تھا۔

"خزین نے آپ کے متعلق جو باتیں کیں، جو مطالبہ انکل سے کیا، اس سب نے بچا جان کو کافی دھچکا پہنچایا۔"

"یہ نہیں ہونا چاہیے تھا منیزہ!" ہارون کا دماغ ماؤف تھا۔

"اگر آپ کے پاس وقت ہو تو مجھے کچھ بات کرنی ہے جو میں فون پر آپ سے نہیں کر سکتی۔" اس کے لہجے پر ہارون نے حامی بھر لی تھی۔

☆......☆

گھر میں داخل ہونے سے پہلے ہی اسے بیلا کے بگڑے موڈ کا اندازہ ہو چکا تھا، شرمندہ ہو تو وہ اس کے پیچھے ہی آیا تھا، اس کی بیزار اور چڑچڑی طبیعت کے پیش نظر عثمان نے آج خود ہی آنے سے باہر لے جانے کا پروگرام بنایا تھا، اپنی بے حد مصروفیات کے باوجود اسے بیلا کے لیے ٹائم تو نکالنا ہی تھا، آج بارہ بجے تک نہیں جا سکا تھا مگر میٹنگ کی طوالت کی پروموشن کے لیے اسے پہنچنا تھا، وعدے کے مطابق وہ وقت پر گھر نہیں لوٹ سکا تھا، غصے میں بیلا نے اس کی کال بھی ریسیو نہیں کی تھی سو اس وقت ناراضی ہوتی نظر آ رہی تھی۔

"ابھی اتنا وقت بھی نہیں گزرا ہے، تم پلیز اپنا موڈ ٹھیک کرو، ہم ابھی باہر جا رہے ہیں۔" عثمان کے لجاجت بھرے لہجے پر بھی وہ اس کا ہاتھ جھٹک گئی تھی۔

"میں اب تمہارے ساتھ کہیں نہیں جاؤں گی، اگر تم نے مجھے مجبور کیا تو ہمارے درمیان صرف جھگڑا ہوگا اور میں اس وقت تم سے بات بھی نہیں کرنا چاہتی۔" اس کے بگڑتے لہجے پر وہ بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔ سرخ چہرے کے ساتھ اس کے سامنے سے وہ ہٹ رہی تھی، جب کال بیل گونجی تھی، ناگواری کے ساتھ وہ لاؤنج میں رکی عثمان کی واپسی کی منتظر تھی، اگلے چند لمحوں بعد عثمان اسے واپس آتا دکھائی دیا تھا، مگر وہ تنہا نہیں تھا، بیلا جہاں تھی وہیں ساکت رہ گئی تھی، لاؤنج کی چھت اسے خود پر گرتی محسوس ہو رہی تھی، کچھ میگزینز اس کے سامنے سینٹرل ٹیبل پر پھینک کر فاروق اسے مکمل نظر انداز کرتے عثمان کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

"ذرا سی بھی غیرت اگر تمہارے اندر باقی ہے تو دیکھو ان میگزینز میں اپنے کرتوت، دولت سمیٹنے کے لیے اپنے گھر کی عزت کو بھی سر عام لے آئے ہو تم۔" ان کے گرجتے لہجے نے عثمان کا رنگ بدلا تھا، دوسری جانب بیلا نے جیسے ہوش میں آتے ہوئے ایک میگزین اٹھایا تھا جس کے فرنٹ پیج پر اسے عثمان کے ساتھ اپنا چہرہ بھی نظر آیا تھا، کوئی شک نہیں تھا کہ یہ فوٹو ان دونوں کی بے خبری میں لیا گیا تھا، بیلا کو یاد آنے میں دیر نہیں لگی تھی کہ یہ فوٹو اس شاپنگ سینٹر کی سیڑھیاں اترتے ہوئے لی گئی ہے، جہاں وہ کچھ دن پہلے عثمان کے ہمراہ گئی تھی۔

"تم دونوں میاں بیوی کو سیاہ کرو یا سفید، مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے، مگر میرے اور میری بیوی نے بیچے وہ بیان بھی ہیں۔ میں کس کس کو جواب دیتا پھروں گا؟ کہاں تک سب سے منہ چھپاتا رہوں؟ سب کو کنویں میں ڈال کر جس کی ذمہ داری لی تھی اگر نہیں نبھائی جا رہی تو اسے اپنے ہاتھوں سے دفن کر دو تاکہ مجھے بھی کچھ سکون مل جائے، حد ہوتی ہے بے حیائی کی، ایک رشتے کو جانے کیا کچھ بنا کر اچھالا گیا ہے ان میگزینز میں، یہ سب کیسے برداشت کر رہی ہے تمہاری غیرت؟" شدید اشتعال میں وہ عثمان پر برسے تھے۔

"آخر آپ کس حق سے یہاں آ کر ہم پر اعتراض اٹھا رہے ہیں؟ ان فوٹوز میں میں اپنے شوہر کے ساتھ ہوں، میرے شوہر کی غیرت پر انگلی اٹھانے والوں کی غیرت اس وقت کہاں جا سوئی تھی جب انہوں نے اپنی عزت و غیرت کو ٹھوکریں مار کر سڑک پر دھکیلنا چاہا تھا؟" بیلا کی آواز بلند ہوئی تھی۔

"تم اپنا منہ بند رکھو ورنہ تمہاری زبان کاٹ کر یہاں سے جاؤں گا۔" فاروق کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

"یہ آپ کی غلط فہمی ہے، اب میری طرف بڑھنے والے ہاتھوں کو روکنے والا موجود ہے یہاں۔" وہ چیخ اٹھی تھی۔

"کون روکے گا میرے ہاتھ، بتاؤ کون روکے گا؟" جس طرح فاروق بھڑک کر دھاڑتے اس کے مقابل آئے تھے ایک پل کے لیے تو اس کی سانس رک گئی تھی۔

"ہاتھ تو مجھے تمہارے توڑنے چاہیے تھے، میں اب بھی یہ کام کر سکتا ہوں، تمہارا شوہر بھی مجھے نہیں روک سکتا، جس پر گھمنڈ ہے تمہیں، دنیا دیکھ رہی ہے کہ وہ کس طرح نام کما رہا ہے، اپنے ساتھ ساتھ تمہاری نمائش بھی کر کے دولت کمانے کی ہوس میں عزت کا جنازہ نکال رہا ہے۔" شدید طیش کے عالم میں وہ اس پر دھاڑے تھے، جواب میں جیسے ان کی کھلتی ہوئی لال آنکھوں میں وہ دیکھ رہی تھی۔

"میں اپنی غلطی کی بات کر رہا ہوں۔" عثمان کی مداخلت پر فاروق نے اسے دیکھا تھا۔ "یہ کسی hidden کیمرے کی کارروائی ہے، میں اب خیال رکھوں گا، آئندہ آپ کو شکایت نہیں ملے گی۔" میگزین پر نظر جمائے عثمان بولا تھا۔

"ایک بات میری کان کھول کر سن لو تم دونوں کی وجہ سے میرا جتنا منہ کالا ہونا تھا وہ ہو چکا، مگر اب اس طرح میری بچی کی عزت کے پرخچے زمانے کے سامنے اڑائے گئے تو یاد رکھنا آئندہ خالی ہاتھ نہیں آؤں گا، تم دونوں کی جان لے کر خود کو بھی گولی مار دوں گا اور یہ صرف دھمکی نہیں ہے۔" گرجدار لہجے سے در و دیوار لرزاتے وہ ہمارے برساتی سا ہیں ان دونوں پر سے ہٹا کر پھر حاشیہ سموں کے ساتھ لاؤنج سے نکل گئے تھے۔ چند لمحوں تک گہرا سناٹا چھایا رہا تھا، جسے عثمان نے ہی توڑا تھا جبکہ بیلا بالکل ساکت مگر اشتعال میں تھی۔

"یہ سب میری لاپروائی کا نتیجہ ہے، میں آئندہ ایسا موقع نہیں آنے دوں گا کہ وہ یہاں آ کر تم پر چیخیں۔" صدمے میں اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے عثمان نے اس کے لرزتے سرد وجود کو بازوؤں میں سمیٹ لیا تھا۔

☆......☆

ویرانی اس وقت اس کی سیاہ آنکھوں میں جڑ سے گہری ہوئی تھی، جب سفید فرش پر ایک سایا نمودار ہوا تھا، گردن کو حرکت دیے بغیر اس نے بوجھل پلکیں اٹھائی تھیں اور پھر دوبارہ جھکا لی تھیں، چند لمحوں تک وہ جاتی نظروں سے اسے دیکھتا رہا تھا، جو گرد سے پشت لگائے فرش پر ہی بیٹھی تھی، خاموشی سے اسے دیکھتا وہ خود بھی اس کے قریب بیٹھ گیا تھا۔

"تمہیں یہ کیوں یقین تھا کہ تمہاری غیر موجودگی میری نیند میں کوئی خلل نہیں ڈال سکتی؟" عارش کے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

...م سوالیہ لہجے پر اس نے گردن موڑ کر اس کی سوالیہ نظروں میں دیکھا تھا، جبکہ اس کی متورم آنکھوں اور ... چھلکتی نمی نے عارش کا رہا سہا چین بھی لوٹ لیا تھا، مگر وہ بس خاموش تھی۔

"میں تو یہی سمجھتا رہا تھا کہ دنیا کی ہر ... دولت اور خوشی تمہارے لیے حاصل کر رہا ہوں، وہ گمشدہ خوشی تھی جانے کب سے تمہارے دل کی دیواروں سے ٹکراتی رہی تھی، جسے سہتے ہوئے تم نے اپنے چہرے پر ... مسکراہٹ سجائے رکھنے کا ہنر سیکھ لیا تھا۔" اس کی آنکھوں میں دیکھتا وہ ایک پل کے لیے رکا تھا۔

"یہ دنیا بہت چھوٹی ہو سکتی ہے مگر بچھڑنے والوں کے لیے نہیں، یہاں کوئی ایک بار بچھڑ جائے تو دوبارہ اس کو ملنا کسی معجزے سے کم نہیں، میں جانتا ہوں۔ تمہیں ایک بار خود کو توڑ کر دوبارہ کسی اور سانچے میں ڈھلنا ہو گا مگر......"

"مگر یہ اب نہیں ہو گا۔" ... لہجے میں خزمن نے اس کی بات کاٹی تھی۔ "ٹوٹتے، بکھرتے، بلکتے، جتنے سال گزر گئے، وہ گزر گئے اب ... اپنے صبر اور محرومی کے درمیان چلتے ہوئے ... اپنی جو یہ زندگی بتائی تھی اب میں اس سے سمجھوتہ کر چکی ہوں۔ میری اس زندگی میں کسی ایسے انسان کو داخل ... جس نے مجھے زندہ رہنے کے حق سے محروم کیا، جو میرے ... کل تک زندہ تھے، آج مجھے بھی ان کے ... سے فرق نہیں پڑتا۔"

"تو پھر کیوں تمہارے آنسو خشک نہیں ہوتے؟ ... دے رہی ہو اور مجھے میری نظروں ... گار کر رہی ہو؟ تم جانتی ہو تمہارا یہ ڈپریشن تمہیں کس قسم کے نقصانات ... کر سکتا ہے؟ میں تمہیں اس طرح نہیں دیکھ سکتا۔" اس کے لہجے کی اذیت اور آنسوؤں نے عارش کے ... اس حد تک بڑھا دیا کہ وہ اپنے لہجے کی تلخی کو ضبط نہیں کر سکا تھا۔

"مت ہو میرے لیے پریشان، تمہیں بھی میری کوئی پروا نہیں رکھنی چاہیے ... صرف اپنی اولاد کی ہے۔" اس کے ... کاٹ دار لہجے نے عارش کو دنگ کیا تھا۔

"تم اس سے زیادہ سوچ بھی نہیں سکتی تھیں، اگر تمہیں لگتا ہے کہ مجھے تم سے بڑھ کر اپنی اولاد ... تم اسی یقین کے ساتھ رہو۔" شدید تاسف سے اسے دیکھتا وہ وہاں سے جانا چاہتا تھا مگر تب ہی خزمن ... بازو تھام کر روکا تھا، اگلے ہی پل وہ اس کے شانے سے سر ٹکائے سسک اٹھی تھی۔

"مجھے تو ان کا روگ لگا ہے جو کسی کے لیے مجھ سے دامن چھڑا گئے ہیں، کیا اتنا کمزور تھا میرا ان سے رشتہ ... ایک بار بھی پلٹ کر نہیں آئے، وہ چاہتے ہیں کہ جھک جاؤں میں، ٹوٹ کر بکھر جاؤں ان لوگوں کے قدموں میں جن کا خون بھی میری رگوں سے بہت پہلے ہی ختم ہو چکا تھا، بابا میرے ساتھ یہ سب نہیں کر سکتے تھے، پھر وہ کیسے مجھے چھوڑ کر گئے۔"

"وہ تمہیں کس طرح چھوڑ سکتے ہیں، یہ تم بھی جانتی ہو کہ یہ ناممکن ہے، ان کی دنیا ہو تم، وہ بس تم سے ناراض ہیں، تمہاری ضد نے ان کو......"

"میں نے کوئی ضد نہیں کی۔" اس کے شانے سے سر اٹھاتی وہ درمیان میں ہی اسے ٹوک گئی تھی۔

"جس کام کے لیے میرا دل، میرا ضمیر، میرا ظرف اجازت نہیں دیتا، میں وہ کام کیسے کروں؟ کیوں مجھے مجبور کرنا چاہتے ہیں سب؟" بہتے آنسوؤں کے ساتھ وہ اذیت ناک لہجے میں بول رہی تھی۔

"تم بتاؤ، میں نے ان سے ایسی کون سی ضدیں کی ہیں جن سے ان کی دل آزاری ہوئی ہے، میں ...

...زندگی کے ہر معاملے میں صرف ان کی خوشی کو اہمیت دی ہے، میں نے شادی بھی صرف ان کی خوشی کے لیے کی تھی، مجھے ان کی خوشی عزیز رہی کیا یہ ثبوت نہیں اس بات کا کہ میں آج تک تمہارے ساتھ اس گھر میں ہوں۔" زار و قطار روتی وہ اسے سناٹوں میں دھکیل گئی تھی جو ساکت نظروں سے اسے دیکھتا رہ گیا تھا، بیک وقت وہ اسے جس قدر قابل رحم لگی تھی، اس سے زیادہ سنگدلی کی انتہا پر بھی دکھائی دے رہی تھی، اب بھی وہ یہ باور کرانے سے ذرا نہیں ہچکچائی تھی کہ وہ اس کی زندگی میں آج تک اگر ہے تو صرف اپنے ماں باپ کی خوشی کے لیے، ہمیشہ کی طرح وہ آج بھی اس سچ پر قائم تھی مگر عارش کے لیے آج بھی یہ سچ پہلے سے بڑھ کر سفاک اور اذیت ناک تھا، لیکن اسے یہ اذیت آج بھی بغیر کسی آہ کے برداشت کرنی تھی اور وہ کر رہا تھا۔ اسے تسلی دینے کے لیے اپنے خالی دل و دماغ میں لفظ ڈھونڈ رہا تھا، جو اپنے سچ کے خنجر سے آج پھر اسے زخمی کرتی اس کے شانے ہی سے سر ٹکائے رو رہی تھی۔

☆......☆

اس کے چہرے پر چھائی گہری سنجیدگی کی چھاپ دیکھتے ہوئے وہ خود بھی کسی خوش اخلاقی کا مظاہرہ نہیں کر سکی تھی، سر کے اشارے سے اس نے منیزہ کے سلام کا جواب دیا تھا، خاموشی کے ساتھ وہ دونوں اپنی مخصوص ٹیبل تک پہنچے تھے۔ اپنا بیگ گود میں رکھتے ہوئے منیزہ منتظر رہی تھی مگر نہ وہ اس کی جانب دیکھ رہا تھا، نہ ہی اسے پہلے مخاطب کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، یہ اندازہ لگانے کے بعد بالآخر منیزہ کو ہی پہل کرنی پڑی تھی۔

"آنٹی سے فون پر بات ہوئی تھی، میں ان کے پاس جانا چاہتی تھی تاکہ ان کے روبرو ہو کر خزمن سے متعلق ان سے بات کروں، یہ ان کی تسلی کے لیے اچھا ہوتا، عارش نے بھی کہا تھا کہ میں اس کے ساتھ آپ کے گھر جاؤں، مگر مجھے ... کہ میرا آپ کے گھر میں موجود ہونا شاید آپ کو ناگوار گزرے۔" بولتے ہوئے منیزہ نے بغور اس کے ... چہرے کو دیکھا تھا۔

"میرا خیال ہے ... صرف ... کے بارے میں بات کرنی چاہیے جس کی وجہ سے میں یہاں موجود ہوں۔" ہارون کے سرد لہجے پر ... تاثرات بدلے تھے۔

"معاف کیجیے گا، میں بھول گئی تھی۔" ... بجھا ہوا تھا۔

"خزمن سے بات ہوئی تمہاری، وہ کیا کہتی ہے؟" ہارون کے سوال پر منیزہ نے اس کے چہرے پر پھیلے اضطراب کو دیکھا تھا۔

"وہ اسی قدر ... ہے کہ عارش نے فی الحال مجھے روک دیا ہے، مگر میں اس سے جلد ہی بات کروں گی، اسے سمجھانے کی پوری کوشش کروں گی، چچا جان اور چچی جان کی ناراضی نے اسے مجھ سے اکھاڑ دیا ہے۔ مگر آپ یقین کریں، آہستہ آہستہ سب بہتر ہو جائے گا، کیونکہ میں خزمن کو زیادہ جانتی ہوں۔"

"ان کی ناراضی خزمن کو ... سے بدظن کر سکتی ہے، وہ پہلے ہی سچ کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ منیزہ! تم اسے سمجھاؤ، اس سے بات کرو، بے شک مجھ سے نفرت کرتی رہے مگر ماما، پاپا کے لیے ایک بار اپنے دل کو وسیع کر لے، میرے گناہوں کی سزا ان سب کو دے کر وہ میرے بوجھ کو نہ بڑھائے، اپنے ماں باپ کے لیے میں اس کے پیر پکڑنے کے لیے تیار ہوں، تم کسی طرح اسے راضی کر لو، تم یہ کام کر سکتی ہو، بس ایک احسان مجھ پر کر دو۔" اس کے انتہائی تکلیف دہ لہجے میں چھپی التجا نے منیزہ کے دل کو مٹھی میں جکڑا تھا، جبکہ اس امید کی نمی سے لبریز آنکھوں نے منیزہ کے دل کو اس کے بوجھ سے بوجھل کر دیا تھا، اس پیارے سے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش
یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے
ہم خاص کیوں ہیں :-

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
پریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رزیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM
Online Library For Pakistan
Like us on Facebook
fb.com/paksociety
twitter.com/paksociety1

مگر تجھ سے رحم ہے انسان کی بے بسی وہ اپنی روح کی گہرائیوں میں اترتی محسوس کر رہی تھی۔

"آپ کو اللہ پر یقین ہے تو پھر بے فکر ہو جائیں، ہوگا وہی جو اللہ کی رضا ہے، وہ آپ کے ورد سے واقف ہے، آپ کی التجاؤں کو سن رہا ہے، میں جانتی ہوں کہ یہ بہت کٹھن ہے مگر آپ کے صبر کا سلسلہ ابھی ختم کب ہوا ہے، مگر صبر کا سفر بس مکمل ہونے والا ہے۔" حمیزہ نے نرم لہجے میں اسے پرسکون کرنا چاہا تھا، جو اس کے چہرے سے نگاہ ہٹاتا مخمل کی سطح پر نگاہ مرکوز کر چکا تھا، چند لمحوں تک وہ منتظر رہی تھی مگر ہارون جانے کس سوچ میں گم تھا۔

"آپ کو یاد ہے، میں نے فون پر کہا تھا کہ مجھے آپ سے کچھ اہم بات کرنی ہے؟" حمیزہ کی آواز سے وہ چونکا یا تھا جبکہ اس کی کشادہ گہری آنکھوں میں وہ زیادہ دیر تک نہیں دیکھ سکی تھی۔

"میرے ابی ملو اپنے تایا جان کے پاس ہیں، عارش نے وہاں شاید ان سے آپ کے بارے میں کوئی بات کی تھی۔" جھکی آنکھوں کے ساتھ بولتے ہوئے حمیزہ کی زبان لڑکھڑائی تھی۔

"ابی سے فون پر بات ہوئی تھی تو انہوں نے اچانک مجھ سے آپ کے بارے میں پوچھا تھا۔" رک کر حمیزہ نے نگاہ اٹھائی تھی، اس کے چہرے کے تاثرات نوٹ کرنے کے لیے مگر وہ نگاہ چراتا سیلو کا طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"آپ پوچھیں گے نہیں کہ انہوں نے مجھ سے آپ کے بارے میں کیا پوچھا تھا؟" اس کی [illegible] لہجہ سرد ہوا تھا۔

"تم لنچ میں کیا لینا پسند کرو گی؟" کارڈ پر نظر دوڑاتا وہ بے تاثر لہجے میں پوچھ رہا تھا جبکہ عجیب سی [illegible] حمیزہ کے لبوں کی تراش میں ابھر کر غائب ہوئی تھی۔

"میرے یہاں آنے کا مقصد مکمل ہو چکا اور آپ کا بھی، لہٰذا اس تکلف کی گنجائش نہیں، آپ لنچ کریں، آج عثمان نے میرے لیے اسپیشل لنچ کا انتظام کر رکھا ہے۔ میں انسٹیٹیوٹ میں ان کے ساتھ ہی لنچ کروں گی، خدا حافظ۔" بیگ شانے پر ڈالتی وہ بہت نارمل انداز میں رخصت ہوئی تھی مگر اپنی پشت پر اسے ہارون کی جلتی نظریں محسوس ہوتی رہی تھیں۔

☆---☆

کمرے کی ایک ایک چیز کو چھو کر وہ اس کے لمس کو محسوس کرنا چاہتی تھیں، جو شاید ساری دنیا سے خفا ہو چکی تھی۔ کمرے میں چکراتے ہوئے در و دیوار کو تکتے ہوئے یہ حیرت کی بات نہیں تھی کہ ان کی آنکھیں جل تھل تھیں۔ اپنے بے چین، بے قرار دل کو کچھ تسکین دینے کے لیے آج وہ اس کمرے میں موجود تھیں، جہاں ان کی جان سے بھی عزیز ہستی نے اپنے روز و شب گزارے تھے، ان کی آغوش سے جدا ہو کر اس نے اس کمرے میں ایک طویل عرصہ قیام کیا تھا، یہاں اس کی خوشبو پھیلی تھی، برستی آنکھوں سے ان کتابوں کو چھوتے ہوئے ان کی بے قراری بڑھ رہی تھی، مگر اب یہ تھا کہ اس بے قراری میں اذیت نہیں تھی، اللہ پر یقین جب پہلے سے بڑھا تو ہر گزرتا پل اب ان کو یہ یقین بھی دے رہا تھا کہ ایک نہ ایک دن قرار دل جائے گا، تحسین لگے، اپنی متاع کو سینے سے لگانے کا وقت قریب آیا ہی چاہتا ہے۔

دھندلائی آنکھوں سے انہوں نے کمرے میں آتیں فاطمہ کو دیکھا تھا۔

"آج خرم کی کشش آپ کو یہاں تک کھینچ لائی، مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے آپ کو یہاں دیکھ کر۔" فاطمہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"فاطمہ میں اپنی بقیہ ساری زندگی بھی آپ کے قدموں میں گزار دوں تو بھی ان احسانوں کا بدلہ نہیں چکا سکتی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

جو آپ نے مجھ پر کیے، میں نے تو صرف اسے جنم دیا تھا، آپ نے تو اسے زندگی دی ہے، آپ تو اس کے لیے ماں کے درجے پر ہیں۔ آپ ہی اس مقام کی حق دار ہیں، میں تو بس اسے اپنے گلے لگانے کو ترس رہی ہوں۔ وہ مجھے قبول کر لے، مجھ سے دور نہ جائے، مجھ سے نفرت نہ کرے، اس کے علاوہ مجھے اس سے کچھ نہیں چاہیے۔"

"اس پر آپ کا حق کسی طور سے کم نہیں ہے، جو آپ چاہتی ہیں، وہی ہوگا، غم نہ کریں۔" فاطمہ نے انہیں تسلی دی تھی اور پھر ان کو ساتھ لیے خزمن کے کمرے سے باہر نکل گئی تھیں۔ فاطمہ کے قریب ہی بیٹھی منیزہ بھی ہشام قزلباش کی طرف متوجہ تھی جو احمد حسین سے مخاطب تھے۔

"میری وجہ سے آپ اور بھابھی، خزمن سے دور ہوئے ہیں، میری درخواست ہے کہ آپ دونوں اس سے ناراضی ختم کر دیں، وہ مجھے قبول کرے یا نہ کرے یہ اس کا فیصلہ ہوگا۔ مگر مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوگا کہ وہ آپ سے دوری کا ذمہ دار مجھے ٹھہرائے اور یہ سچ بھی ہے کہ ہماری وجہ سے ــــ"

"آپ کی وجہ سے یہ سب نہیں ہوا۔" احمد حسین نے ان کی بات کاٹی تھی۔ "میری اس سے ناراضی کا سبب یہ ہے کہ اس نے پہلی بار میری اتنی شدید نافرمانی کی ہے، آپ کے دل کو تکلیف پہنچائی اور کسی کی بھی پروا نہ کی، میری تنبیہ کے باوجود، اسے میرا خون بھی معاف ہے مگر میں نے اسے وہ تربیت ہرگز نہیں دی تھی جو اس نے آپ کے سامنے کیا، میں اگر اس سے دور ہوا ہوں تو اس لیے بھی کہ اسے اپنے فیصلے پر غور کرنا چاہیے تھا، اسی صورت میں ممکن تھا کہ میں اس سے الگ ہو جاؤں۔" احمد حسین الجھے لہجے میں بولے تھے۔

"آپ اس کے قریب رہ کر بھی تو اسے سمجھا سکتے ہیں، آپ کی ناراضی سے وہ اور زیادہ بدگمان ہو جائے گی، میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ آپ اس سے ناراضی ختم کر دیں، عارش بھی آپ دونوں کے یہاں آ جانے سے پریشان ہوگا۔" صبیحہ نے بھی دبے دبے لہجے میں اصرار کیا تھا۔

"میں بھی ان سے یہی کہتی ہوں کہ عارش کے لیے واپس چلیں، خزمن کو اس طرح تنہا چھوڑ دینے سے اچھا ہو جائے گا، کم از کم مجھ میں تو ہمت نہیں ہے کہ اس سے لاتعلق ہو جاؤں۔" بالآخر آج فاطمہ کو بھی دل کی بات زبان تک لانے کا موقع مل گیا تھا۔

"اسے صحیح اور غلط میں فرق سمجھانے کے لیے ایسا کرنا ضروری تھا ورنہ اس سے منہ موڑے رکھنا میرے لیے بھی دشوار ہے۔" احمد حسین سنجیدگی سے بولتے ہشام قزلباش کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

"میں اپنی بیٹی کی رگ رگ سے واقف ہوں، اس کے مزاج کو مجھ سے زیادہ کوئی نہیں سمجھ سکتا۔" ان کے لہجے میں خزمن کے لیے جو استحقاق اور اعتماد تھا وہ غیر ارادی تھا، مگر وہ ہشام قزلباش کے دل کو چھو گیا تھا، احمد حسین سے ان کو پہلے عقیدت تھی اور اب ان کے لیے دل میں رشک بھی تھا، وہ خود کو بہت خوش قسمت تصور کر رہے تھے کہ اللہ نے ان کی اولاد کی پرورش کی ذمہ داری ایک عظیم انسان کو سونپی تھی، ان کے دل میں کوئی شک نہیں تھا اگر خزمن اس دنیا میں کسی کو وہ مقام ان کو نہ دیتی جو احمد حسین کا تھا، ہے اور جو ہمیشہ رہنے والا تھا۔

"عارش بھی سمجھ سکتا ہے کہ میرے اس عمل کے پس پردہ کیا مقصد ہے، اس مقصد میں سب کی بھلائی ہے، خزمن جذباتی ہے مگر ناسمجھ نہیں ہے، اسے یقیناً احساس ہو جائے گا کہ وہ اللہ کی ناراضی مول لینے کی مرتکب ہو رہی ہے، میں دعا کر رہا ہوں کہ اللہ اس پر مہربان رہے اور اسے مثبت انداز میں سوچنے سمجھنے کی توفیق دے جس کی وجہ سے آپ سب کو صدمہ پہنچا ہے، اس کے لیے میں آپ سے معافی مانگتا ہوں۔"

"نہیں، مجھے شرمندہ مت کریں، میں تو پہلے ہی آپ کے احسانوں تلے دبا ہوا ہوں، بغیر کسی غرض کے

نے اسے پروان چڑھایا، ماں باپ کی محبتیں، شفقتیں نچھاور کیں، آپ نے اس کے لیے جو کچھ کیا شاید وہ سب میں بھی نہ کر پاتا، آپ نے اس کی ہر ذمہ داری پوری کی، یہاں تک کہ عارش جیسے انسان کو اس کے لیے چنا، ایسا انتخاب تو آپ ہی اس کے لیے کر سکتے تھے۔" ہشام قزلباش نے تشکر آمیز لہجے میں کہا تھا۔

"میں تو بس ذریعہ تھا، ورنہ اس کے پاس جو کچھ بھی ہے، اس سے اللہ نے ہی نوازا ہے، جو کسر رہ گئی تھی وہ آپ نے آ کر پوری کر دی ہے، آپ کی جگہ تو کوئی نہیں لے سکتا تھا، میں صرف دعا کر سکتا تھا، اللہ کا احسان ہے کہ میری دعائیں قبول ہوئیں۔" احمد حسین مبہم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولے تھے اور پھر منیزہ کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

"منیزہ بیٹا! ذرا پتہ کرو عارش کہاں رہ گیا ہے، کھانے کا وقت ہو رہا ہے، ۱۰ بج چکے ہیں۔"

"جی چچا جان! وہ شاید ٹریفک میں پھنس گیا ہوگا، میں ابھی اسے کال کرتی ہوں۔" منیزہ سیل فون پر نمبر ملاتی کمرے سے نکل گئی تھی۔

"فاطمہ! منیزہ کے والدین یہاں واپس کب آ رہے ہیں؟" صبیحہ نے اچانک پوچھا تھا۔

"بس کچھ دن بعد ہی۔" فاطمہ ان کا مقصد سمجھتے ہوئے مسکرائی تھیں۔

"خزمن نے منیزہ کو عارون کے لیے چنا ہے، تو پھر میرے لیے بھی منیزہ کے علاوہ کوئی اور نہیں۔"

"اللہ نے چاہا تو سب اچھا ہی ہوگا، آپ اچھی امید رکھیں۔" فاطمہ نے ان کو تسلی دی تھی۔

☆......☆

گیٹ پر عارش سے ٹکراؤ ہونے کے بعد اب گھر میں خزمن کے بگڑے تیوروں کو بھانپتے ہوئے اسے کوئی سوال کرنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔

"روز صبح و شام وہ دروازے پر آ جاتا ہے، تم اسے منع کیوں نہیں کرتے؟ میں اب اور برداشت نہیں کروں گی، اس سے کہو کہ اپنے قدم روک لے ورنہ۔" غصے میں بھری وہ چیخ اٹھی تھی۔

"میں اسے کب تک اور کہاں تک منع کروں؟ تم اس سے اپنے رشتے کو نہ مانو مگر میں اس پر پہرے نہیں لگا سکتا، وہ تمہارا بھائی ہے، مجھے کوئی حق نہیں کہ اسے تم تک آنے سے روکوں، وہ تمہارے لیے بے چین ہو کر یہاں آتا ہے اور تم گیٹ تک نہیں کھولتی ہو، اس کا کیا قصور ہے، کم از کم اس کے لیے تو تم اپنے دل میں گنجائش نکال سکتی ہو۔" بالآخر آج عارش خاموش نہیں رہ سکا تھا۔ آج تک کی آنکھوں میں دکھ اور آنسو نہ دیکھے ہوتے تو شاید وہ خزمن سے یہ سب نہ کہتا۔

"وہ بھی کوئی حق نہیں ہے باقی، سب مل کر کھا گئے میرا چین سکون، تباہ کر دیا مجھے، تماشا بنا کر رکھ دیا ہے میری زندگی کو۔" بجھے انداز میں چیختی چلاتی وہ رونا شروع کر چکی تھی اور عارش کا دماغ ماؤف ہونے لگا تھا، اس نے خود کو بہت بے بس محسوس کیا تھا، اسے سمجھ نہیں آتا تھا کہ آخر کن لفظوں میں وہ خزمن کو سمجھائے جبکہ کچھ کہنے کے لیے وہ راضی بھی نہیں تھی، احمد حسین نے اس گھر سے جا کر خزمن کے اشتعال کو آسمان پر پہنچا دیا تھا، عارش لفظوں میں احمد حسین سے کہہ دینا چاہتا تھا کہ ان کی بیٹی کو سمجھانا اب اس کے لیے ناممکن ہو رہا ہے۔

☆......☆

گیٹ سے باہر آ کر اس نے متلاشی نگاہیں گرد و پیش پر دوڑائی تھیں، اس کا شک ٹھیک تھا، عثمان اسے وہاں عارش کے ہمراہ ہی نظر آ رہا تھا، اسے اندازہ نہیں تھا کہ عثمان کس وقت احمد حسین سے مل کر واپس آیا ہے، مگر دوبارہ پہلے ان کی طرف گیا تھا، خاموشی سے وہ واپس گھر کے اندر چلی آئی تھی، جب اسے پتہ چلا تھا کہ احمد

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

حسین نے ان دونوں کو اپنے گھر پر طلب کیا ہے، اس کے ذہنی دباؤ میں اضافہ ہی ہوا تھا، کیونکہ وہ جانتی تھی احمد حسین کس معاملے پر بات کریں گے، جبکہ اس معاملے پر نہ وہ کوئی بات کسی سے کرنا چاہتی تھی اور نہ ہی کسی کے دو جملے بھی سننا اسے گوارا تھے۔ جس وقت عثمان گھر میں داخل ہوا یکدم اس کے غصے میں اضافہ ہوا تھا۔

"اب گھر میں آنے کا وقت ملا ہے تمہیں؟ میری پروا اور کتنا اب مشکل ہو چکا ہے تو بتا دو مجھے، مگر دنیا کو تو بتاؤ کہ میرے لیے کتنے سمجھوتے کرنے پر مجبور ہو تم۔" شدید غصے میں وہ اس پر چیخی تھی اور اسے حق دق چھوڑ کر تیزی سے کمرے کی سمت چلی گئی تھی۔

چند لمحوں تک وہ اس کے متوجہ ہونے کا منتظر رہا تھا، جو بیڈ پر تکیے میں چہرہ چھپائے ہوئے تھی۔

"بیلا! اٹھو اور مجھ سے بات کرو۔" اس کی لاتعلقی کے باوجود عثمان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا تھا، وہ اٹھ تو گئی تھی مگر بیزاری سے اس کا ہاتھ جھٹک کر چہرے کا رخ پھیر گئی تھی۔

"کیوں اتنی بیزاری کے مظاہرے کر رہی ہو میرے ساتھ؟ تم جانتی ہو تمہارا اس طرح ناراض رہنا، بات بات پر مشتعل ہونا کتنا نقصان دہ ہے؟" اس کا چہرہ اپنی طرف کرتا وہ بولا تھا مگر وہ خاموشی سے اس سے نظر ملانے سے گریز کرتی رہی تھی۔

"کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں بدلحاظی پر اتر کر سب سے کہوں کہ کوئی ہمارے معاملات میں مداخلت نہ کرے؟ ہمیں کسی کے مشورے اور صلاح کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تم کسی سے کچھ نہ کہو، بس یہ دعا کرو کہ میں مر جاؤں۔"

"کیا بول رہی ہو، ہوش میں ہو یا نہیں؟ کیوں اپنی، میری زندگی کو اذیت میں ڈال رہی ہو؟" عثمان نے سخت لہجے میں اس کی بات کاٹی تھی۔ "تم اس طرح مایوس ہو کر ٹوٹ جاؤ گی تو میں کیسے زندگی میں سکون قائم رکھ سکوں گا، تم اپنے آپ کو نہیں، مجھے توڑ رہی ہو۔"

"کس سکون کی بات کر رہے ہو؟ زندگی کو سکون سے گزارنے بھی کون دے رہا ہے، سب لوگ ہم پر تلوار لٹکائے ہوئے ہیں، ہمیں جھکنے پر مجبور کیا جا رہا ہے، کیا میں جانتی نہیں ہوں کہ احمد انکل نے تم سے کیا کہا ہوگا؟ ان کا منشا یہی ہوگا کہ ہمیں گھٹنے ٹیک دینے چاہئیں۔" وہ تلخ لہجے میں بولی تھی۔

"بیلا! اگر وہ چاہتے ہیں کہ ہم واپسی کا کوئی ایک راستہ کھول دیں تو یقیناً اس میں انہوں نے ہماری بھلائی دیکھی ہوگی، انہوں نے مجھے کسی کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور نہیں کیا، نہ ہی میں کسی کی بات سن کر تمہیں اس بات پر عمل کرنے کے لیے مجبور کروں گا، اس وجہ سے نہیں کہ میری بہن اور اس کے گھر کی خوشیوں کی میرے نزدیک اہمیت نہیں ہے بلکہ صرف اس لیے کہ اگر سب اپنی اپنی جگہ درست ہیں تو مجھے تم حق پر نظر آتی ہو، دنیا اس چیز کو اب کس نظر سے دیکھتی ہے، مجھے اس کی پروا نہیں۔" اس کے آنسو سمیٹتا وہ جس طرح بولا تھا بیلا کے دل کو کچھ ہونے لگا تھا۔

"مجھے اپنی پروا نہیں ہے، میں تمہیں کسی صورت اس شخص کے سامنے جھکتا نہیں دیکھ سکتی۔" وہ لرزتی آواز میں بولی تھی۔

"تم جیسا چاہتی ہو ویسا ہی ہوگا، میں کبھی تمہاری مرضی کے خلاف نہیں جاؤں گا، بس اپنے دل سے تمام خدشات نکال دو، تمہارے دل میں میری محبت کے علاوہ کسی چیز کی گنجائش نہیں ہونی چاہیے۔" اس کی بھیگی آنکھوں میں دیکھتا وہ بولا تھا اور پھر اس کی پیشانی پر لب رکھ دیے تھے۔

(جاری ہے)

صدف سعد

ردا کی ڈائری

ریما نور کی ڈائری سے

ایک خوبصورت نظم

چند دن پہلے کی بات ہے
تم مجھ سے بڑی قربت کی
بڑی باتیں کیا کرتی تھیں
اور ....
جب تک مجھ سے بات نہیں ہوتی تھی
اداس تھیں تم
میری محبت
اور کس قدر [illegible]
سوچ رہی ہوں
کہ بعض لوگوں کو
محبت راس نہیں آتی

سحر انجم کی ڈائری سے

ایک خوبصورت غزل

جو ہوتے ہیں فقط چاہنے کے قابل
وہ لوگ نہیں ہوتے بھلانے کے قابل
تیرا خلوص اپنی جگہ میری مجبوری بھی سمجھ
کچھ دکھ نہیں ہوتے بتانے کے قابل
اے ساگر کی لہرو ذرا دھیان سے چلنا
کچھ زخم نہیں ہوتے مٹانے کے قابل
ہر غم بتانا ضروری نہیں اے دوست
کچھ جذبات ہوتے ہیں چھپانے کے قابل
ہم سولی چڑھ گئے یہ کہہ کر کے
کچھ سر نہیں ہوتے جھکانے کے قابل

ماہ نور کی ڈائری سے

اعتبار ساجد کی غزل

تمہیں جب کبھی ملیں فرصتیں مرے دل سے بوجھ اتار دو
میں بہت دنوں سے اداس ہوں مجھے کوئی شام ادھار دو
مجھے اپنے روپ کی دھوپ دو کہ چمک سکیں مرے خد و خال
مجھے اپنے رنگ میں رنگ دو مرے سارے رنگ اتار دو
کسی اور کو مرے حال سے نہ غرض ہے کوئی نہ واسطہ
میں بکھر گیا ہوں سمیٹ لو میں بگڑ گیا ہوں سنوار دو
تمہیں صبح کیسی لگی کہو مری خواہشوں کے دیار کی
جو بھلی لگی تو یہیں رہو اسے چاہتوں سے نکھار دو
وہاں گھر میں کون ہے منتظر جسے فکر ہو دیر سویر کا
بڑی مختصر سی یہ رات ہے اسی چاندنی میں گزار دو
کوئی بات کرنی ہے چاند سے کسی شاخسار کی اوٹ میں
مجھے راستے میں یہیں کہیں کسی کنج گل میں اتار دو

زینب شاہ کی ڈائری سے

اعتبار ساجد کی غزل

آپس میں بات چیت کی زحمت کیے بغیر
چل رہے ہیں ساتھ شکایت کیے بغیر
آنکھوں سے کر رہے ہیں بیاں اپنی کیفیت
ہونٹوں سے حال دل کی وضاحت کیے بغیر
دونوں کو اپنی اپنی انائیں عزیز ہیں
لیکن کسی کو نظر ملامت کیے بغیر
ٹھہرا ہوا ہے وقت مراسم کے درمیان
[illegible] نہیں کوئی وسعت کیے بغیر
حیران ہیں کہ اتنے برس کیسے کٹ گئے

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

رکی سا کوئی عہد رفاقت کیے بغیر
وہ جا نہیں سکتے ہیں مگر اس کے باوجود
تنہا گزرے ہیں ہم اسے رخصت کیے بغیر
چارہ گروں کو دشمنوں سے بڑا ہے واسطہ
لیکن کسی کے حق میں خیانت کیے بغیر

صبا عمر کی ڈائری سے

__بہادر شاہ ظفر کی غزل__

کبھی بن سنور کے جو آ گئے تو بہار حسن دکھا گئے
میرے دل کو داغ لگا گئے وہ نیا شگوفہ کھلا گئے
کوئی کیوں کسی کا لبھائے دل کوئی کیوں کسی سے لگائے دل
وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے
میرے پاس آتے تھے دم بدم وہ جدا نہ ہوتے تھے ایک دم
یہ دکھایا چرخ نے کیا ستم کہ جدائی سے آنکھیں چرا گئے
یہی شوق تھا ہمیں دم بدم کہ بہار دیکھیں گے اب کہ ہم
جو ہی چھوٹے قید قفس سے ہم تو خزاں کے دن آ گئے

افشاں علی کی ڈائری سے

__ایک خوبصورت غزل__

چپ چپ رہنا کچھ نہ کہنا یہ بھی ایک اداسی ہے
دل کے سارے صدمے سہنا یہ بھی ایک اداسی ہے
بیٹھے بیٹھے کھو سا جانا یوں ہی دور خیالوں میں
چلتے چلتے چپ رہنا یہ بھی ایک اداسی ہے
دل کی باتیں سن کر ہنسنا یہ تو سب کی عادت ہے
ان باتوں پر چپ رہنا یہ بھی ایک اداسی ہے
مار کے کنکر لہریں گننا بیٹھ کے جھیل کنارے پر
کچھ لوگوں کا ہے یہ کہنا یہ بھی ایک اداسی ہے

فوزیہ صدیقی کی ڈائری سے

__وصی شاہ کی خوبصورت نظم__

آج وہ مدت بعد آ گئی ہی
بس یہ کہنے

جاناں!
میرے سارے خط لوٹا دو
سب تصویریں قلم کتابیں
واپس کر دو سارے تحفے
مجھ سے سب کچھ مانگنے والی
جاتے جاتے
میرے کمرے کی چوکھٹ پر
چھوڑ گئی
اپنا آپ

صبا مغل کی ڈائری سے

__وصی شاہ کی نظم__

ابھی تو آئی کی مشعل
مجھے ستر دکھاتی ہے
ابھی تو آئینہ چہرہ دکھاتا ہے
سراب ہی سہی جاناں!
یہ ستاروں کے تیرے
ابھی تو آس رکھتا ہے
ابھی ہے وقت مٹھی میں
اگرچہ ریت کی مانند
پھسلتا جا رہا ہے پر
تمہارے لوٹ آنے تک
سنبھالوں گا کوئی لمحہ
یہ سارا وقت گرنے سے
میرے ہاتھوں سے بہنے سے
ذرا اک لمحہ پہلے تک
اگر تم لوٹ آؤ تو
اگر تم لوٹ آؤ تو میری تکمیل ہو جائے

☆......☆......☆

اشعار

شمع نذیر احمد............کراچی

یاد آتا ہے روز و شب کوئی
ہم سے روٹھا ہے بے سبب کوئی

حنا امن............کراچی

تجھ سے پہلے بھی زندگی کہاں کی زندگی تھی
لے تجھ سے تو ہر لذت سے آشنا ہو گئے

سیدہ امبر ہاشمی............کراچی

ایک سا مقدر ہے ایک سی تنہائی ہے
میں زمیں پہ تنہا ہوں چاند آسماں پہ

اسماء حفیظ............کراچی

مسکرا کر وہ یوں درد کو ٹال دیتا ہے
کسی کسی کو خدا یہ کمال دیتا ہے
نظر اٹھا کے دیکھ لے وہ جس کو ایک بار
یقین مانو اسے مشکل میں ڈال دیتا ہے

فوزیہ احمد............بہاولنگر

زندگی بھی کیا عجب شے ہے
کبھی ہار تو کبھی جیت ہے
لیٹے ہی پیچھے آ گئے ہیں سب
یہی زمانے کی ریت ہے

ساحل ناز............کراچی

لاتی ہیں جب ہوائیں کے سندیسے
ہوائیں تیرے احساس کی خبر دیتی ہیں
بارش کی مدھم بوندوں میں
تیری تصویر نظروں میں لا دیتی ہیں

نصرت جہاں............لاہور

کہا ہے سارا جہاں خفا خفا

نہ جانے ایک اس کے جانے سے کیا ہوا
وہ دل تھا دھڑکن تھا میری روح تھا گیا
وہ شخص جسے دیکھے اک زمانہ ہوا

وریال خان............واہ کینٹ

میرے حروف بھی چھوٹے ہیں میرے جذبے بھی
میری کہانی بھی سارے جہاں جیسی ہے
ہوائیں روز بجھاتی ہیں خواہشوں کے دیئے
یہ زندگی بھی اندھیرے مکاں جیسی ہے

شاہ حیات............کراچی

ہر لفظ کاغذ پہ اتارا نہیں جاتا
ہر نام سر عام پکارا نہیں جاتا
ہوتی ہیں محبت میں کئی راز کی باتیں
بس یونہی کسی کھیل میں ہارا نہیں جاتا

عائشہ تبسم............کراچی

وہ کبھی آنکھ بھی جھپکے تو لرز جاتا ہوں
مجھ کو اس سے بھی زیادہ ضرورت ہے اس کی
وہ کہیں جان نہ لے ریت کا ٹیلہ ہوں میں
میرے کاندھوں پہ ہے تعمیر عمارت اس کی

نورین نور............کراچی

سپنوں سے دل لگانے کی عادت نہیں رہی
ہر وقت مسکرانے کی عادت نہیں رہی
یہ سوچ کر کہ کوئی منانے نہیں آئے گا
اب ہم میں روٹھ جانے کی عادت نہیں رہی

صدف میمن............سرگودھا

نہ [illegible] کرے کوئی ایسا شخص ہوا کرے
جو میرے لیے ہی سجا کرے اور مجھ سے باتیں کیا کرے

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

کبھی روٹھ جائے وہ بے پناہ کبھی بے تحاشا اداس ہو
کبھی چپکے چپکے دبے قدم میرے پیچھے آ کے ہنسا کرے

عائشہ نیازی .... ربوہ

تل گیا ہے یہیں کبھی کہہ کر میرے مطلب کی بات
آج پر کیا منحصر ہے پھر کبھی ہو جائے گی

اریشہ .... کمالیہ

بھری دعاؤں میں اکثر وہ نام آتا ہے
کبھی جو بھول کے مجھ کو دعا نہیں دیتا

سمیرا افضل .... راولپنڈی

حرف الزام ہوں یا معطل ہو جاؤں
کاش میں بھی تیرے ہونٹوں سے ادا ہو جاؤں
روک لینا میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ کو
بے خیالی میں اگر تجھ سے جدا ہو جاؤں

صائمہ ارشد .... حیدرآباد

سوچا تھا اس قدر ان کو بھول جائیں گے
دیکھ کر بھی ان دیکھا کر جائیں گے
پر جب سامنے آیا ان کا چہرہ
سوچا اس بار دیکھ لیں اگلی بار بھول جائیں گے

ماہین ہاشمی .... کراچی

عمر بھر لکھتے رہے پھر بھی ورق سادہ ہے
جانے کیا لفظ تھے جو ہم سے تحریر نہ ہوئے

روحی اسد .... شاکو

تیرے نام ہم جینا بھول جاتے ہیں
دشمنوں کو جینا بھول جاتے ہیں
تو زندگی میں سب سے عزیز ہے ہمیں
تجھ سے ہر بار بھی کہنا بھول جاتے ہیں

کنول عزیز .... گوجرانوالہ

کوئی اس طرح سے میرے ساتھ عداوت کرتا
قید کر لیتا مجھے اور حکومت کرتا
میں نے یہ کب کہا تھا کہ وہ سب کو چھوڑے
وہ اپنے انداز سے کرتا پر محبت کرتا

مہرین ارشد .... لاہور

تمہارے رنج سے اٹھتے رہے سوال بہت
گئے دنوں کا بھی آتا رہا خیال بہت
کسی بھی طور سے شکوہ ہمیں گوارہ نہیں
تمہیں عروج سہی اور ہمیں زوال بہت

صائمہ شاہ .... سیالکوٹ

کل ذرا سی بات دیر تک رلاتی رہی
خوشی میں بھی آنکھ اشک بہاتی رہی
کوئی مل کے کھو گیا تو کوئی کھو کے مل گیا
بس زندگی ہم کو یونہی آزماتی رہی

کوثر خورشید .... راولپنڈی

خود سے روٹھوں تو کئی روز نہ خود سے بولوں
پھر کسی درد کی دیوار سے لگ کر رو لوں
تو سمندر ہے تو پھر اپنی سخاوت بھی دکھا
کیا ضروری ہے کہ میں پیاس کا دامن کھولوں

اسریٰ توقیر .... سیالکوٹ

اک لمحے کی توجہ نہیں حاصل اس کی
اور یہ دل کہ اسے حد سے زیادہ چاہتا ہے

مسرت حسین .... اقبال

عجب وقت تھا وہ وقت، جب ہم سے بچھڑا
بچھڑتے لمحوں میں رخصت مجھے کیا اس نے
ملا رہا تھا وہ جب مجھ سے اپنا دایاں ہاتھ
تو بائیں ہاتھ کو آنکھوں پر رکھ لیا اس نے

شازیہ کنول .... حیدرآباد

اداس راتوں میں تیز کافی کی تلخیوں میں
وہ کچھ زیادہ ہی یاد آتا ہے سردیوں میں

شہناز حسین .... کراچی

امید بن کر لوگ زندگی میں آتے ہیں
خواب بن کے آنکھوں میں سما جاتے ہیں
پہلے یقین دلاتے ہیں کہ وہ ہمارے ہیں
پھر نجانے کیوں تنہا چھوڑ جاتے ہیں

اس ماہ میں

اس ماہ کے اقتباس

"کبھی کبھی میں سوچتا ہوں ہم زندگی کو بالکل سادہ سے انداز میں کیوں نہیں لیتے؟ جو لیتے ہیں وہ میری نظر میں بہت سمجھدار، مطمئن اور قانع قسم کے لوگ ہوتے ہیں جن جس طرح تقدیر نے رکھا رہ گئے اور کتنی کم عقلی کی بات ہے ہمارے اس طرح لینے یا نہ لینے سے زندگی کو کوئی فرق نہیں پڑتا، مسائل بدستور رہیں گے، دکھ، غم، خوشیاں اپنے وقتوں پر آئیں گی اور چلی جائیں گی انہیں محسوس کرو یا نہ کرو زمان کا چکر جاری رہتا ہے۔

اب اگر کوئی شخص برسات کو ناپسند کرتا ہو تو بارش تو اس کی ناپسندیدگی کا خیال نہیں کرے گی کہ برسنا ترک ہوئے اور اگر ایک شخص بارش کا منتظر ہے تو بارش اس کے لیے بے وقت برسنے نہیں لگے گی۔ وہ تو موسموں کے تغیر پر انحصار کرتی ہے ... پسند ناپسند پر نہیں یہ سب مسائل، پریشانیاں ... ہمیں پریشان کرنے نہیں آتیں، درحقیقت یہ ہمیں ... ہمارے صبر و استقلال کو اور مضبوط کرنے آتی ہیں۔"

اقتباس: "کچھ ... شرق دی ہی" (آسیہ مرزا)
انتخاب: عائشہ نیازی

خوف

خوف کا ذائقہ زبان اور آنکھ میں ٹھہر جاتا ہے اس کے ... تنگ آ کر انسان خوشامدی، ڈرپوک ... ہو جاتا ہے، خوف نہ صرف شخصیت کو کھا جاتا ہے بلکہ جسم اور روح بھی اس کی زد میں رہ کر موسم زدہ لکڑی کی طرح کھوکھلا ہو جاتے ہیں۔

اقتباس: سرد ابریشم (بانو قدسیہ)
افشاں علی: کراچی

اس ماہ کا افسانچہ

اس کے بارے میں سوچ کر اکثر میرا دل دھڑک اٹھتا تھا کہ نہ جانے وہ کیسا ہوگا جیسے جیسے اس کے آنے کے دن قریب آ رہے تھے میری پریشانی بڑھتی جا رہی تھی، بظاہر میں سب کے سامنے ہنستی مسکراتی رہتی مگر اندر سے میرا دل وسوسوں سے بھرا رہتا۔ اب تو سب کو میری پریشانی کا علم ہو گیا تھا اور سب گھر والے میری طرف طنزیہ نظروں سے دیکھتے تھے کیونکہ اس کے آنے میں بس کچھ ہی دن رہ گئے تھے، میری نیندیں اور بھوک سب اڑ گئی تھیں ہر وقت اللہ سے یہی دعا مانگا کرتی کہ وہ میرے حق میں بہتر ہو، بالکل میرے سپنوں جیسا!! آخرکار وہ دن بھی آ گیا اس دن میں صبح سے پریشان تھی، ہر آہٹ پر میرا دل دھڑک اٹھتا کہ شاید وہ آ گیا ہے بالآخر وہ تشریف لے ہی آیا۔

"اے میرے پیارے رزلٹ" شکر ہے کہ تم نے مجھے مایوس نہیں کیا۔

صباحر ..... ہارون آباد

اس ماہ کا شعر

میرے دل کی تنہائی روح میں اتر گئی
اور وہ شاد ہے کسی اور کے پہلو میں

نور علی ..... کراچی

اس ماہ کا قطعہ

محبت دل کا تعلق ہے، روح کا روح سے تعلق ہے،

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

وہ محبت سراپے سے ہو وہ ہوس تو ہو سکتی ہے محبت نہیں۔ محبت میں احترام و وقار پہلا اصول ہے اور جو محبت دلوں کو سیراب کرتی ہے وہ روحوں کو منور کرتی ہے۔

دھنک ناز ... کراچی

اس ماہ کی مسکراہٹیں

ایک صاحب نے نیا ٹی وی خریدا، دکان دار نے ریموٹ کنٹرول دکھاتے ہوئے کہا۔ "جناب! یہ بہت اچھی کمپنی کا ریموٹ کنٹرول ہے، اس سے آپ گلی میں کھڑے ہو کر بھی ٹی وی آن آف کر سکتے ہیں"۔ وہ صاحب خوشی خوشی گھر آئے اور دروازے کے باہر گلی سے ریموٹ کنٹرول سے ٹی وی آن آف کر کے دیکھا اور مطمئن ہو گئے۔ ایک ہفتے کے بعد دکان دار کے پاس ان صاحب کا فون آیا۔

"میں بہت پریشان ہوں"۔ دکان دار نے پوچھا۔ "کیا ریموٹ خراب ہو گیا ہے؟" وہ صاحب بولے۔ "نہیں! لیکن میں بار بار گلی میں جا کر ریموٹ کنٹرول استعمال کر کے تنگ آ گیا ہوں"۔

☆☆☆

لڑکا (دکاندار سے): "آپ کے پاس صابن ہے؟"

دکاندار: "جی ہاں!"

لڑکا: "ہاتھ دھو کر مجھے ٹافی دے دیں"۔

سیدہ [illegible] ہاشمی ... کراچی

اس ماہ بڑے لوگ ... بڑی باتیں

☆ کوئی شخص تمہاری پیٹھ پر سواری نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ جھکی ہوئی نہ ہو۔ (مارٹن لوتھر کنگ)

☆ آپ یہ انتظار نہ کریں کہ دوسرے لوگ آپ کی مدد کریں گے، آپ کو اپنی مدد آپ کرنے کا فن سیکھنا چاہیے اور خود اپنے طریقے پر کام کرنا چاہیے۔ ([illegible] جونز)

☆ کامیابی کے سفر میں شکست، مایوسی، محنت اور [illegible] دکھ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ (ڈاکٹر سی وی رمن)

☆ انسان کے دو بڑے دشمن، نفرت اور خوف ہیں۔ (ونسٹن چرچل)

☆ زندگی کا سامنا کرنے کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ حقارت کے ساتھ اس کا سامنا کیا جائے۔ ([illegible] روز ویلٹ)

☆ جھگڑوں کی ابتدا چونکہ ذہنوں سے ہوتی ہے اس لیے لوگوں کے ذہن میں [illegible] کا مورچہ بنایا جائے۔ (برنارڈ شاہ)

☆ بڑا آدمی وہ ہے جو ہر آدمی کے ساتھ [illegible] برتاؤ کرے۔ (جی کے چیسٹرٹن)

☆ آپ ہر جگہ اپنے دوست پا سکتے ہیں مگر آپ اپنے دشمن نہیں پا سکتے، دشمن آپ کو خود بنانے پڑیں گے۔ (شیکسپیئر)

☆ رات کے وقت دو [illegible] باہر دیکھتے ہیں، ایک شخص کیچڑ کو دیکھتا ہے اور دوسرا ستاروں کو۔ (فریڈرک لینگ برج)

☆ میں تم سے کہتا ہوں کہ تم منٹوں کی حفاظت کرو، گھنٹے اپنے آپ حفاظت کر لیں گے۔ (لارڈ [illegible])

ایس امتیاز احمد ...

اس ماہ کی خوبصورت بات

☆ پتھروں سے واسطہ پڑے یا پتھر دلوں سے، زندگی کا سفر رکتا نہیں، لیکن وہ زندگی کو ویران ضرور کر دیتے ہیں۔

☆ نفرت کو ہزار موقع دو کہ وہ محبت بن جائے لیکن محبت کو ایک بھی موقع نہ دو کہ وہ نفرت بن جائے۔

نورین ملک ... کراچی

اس ماہ کا قطعہ

کہاں جائیں انسان گھروں سے نکل کر
پریشاں سے بستی بسا کے ہوئے ہیں
ابھی آ کے ٹھہرے نہیں تھے مسافر
کہ بستی میں پھر وہ دھماکے ہوئے تھے

راؤ تہذیب حسین تہذیب ... رحیم یار خان

ظرف

اگر کسی کے ظرف کو آزمانا ہو تو اس کو زیادہ عزت دو، وہ اعلیٰ ظرف ہوا تو آپ کو اور زیادہ عزت دے گا اور کم ظرف ہوا تو خود کو اعلیٰ سمجھنے لگے گا۔

عشرت نوشی ... وہاڑی

اس ماہ کام کی باتیں

☆ دشمن کے حسن سلوک پر بھروسہ مت کرو، پانی کو آگ سے کتنا بھی گرم کیا جائے وہ اس کو بجھانے کو کافی ہے۔

☆ یہ بھی سخاوت اور کرم میں داخل ہے کہ لوگوں پر ظلم نہ کیا جائے اور ان کے عیبوں کو معلوم کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔

☆ دیانت داری اور محنت کی کمائی سے سنگ مرمر کے محل نہیں کھڑے کیے جا سکتے ہیں۔

☆ اگر کوئی چیز کسی کے سپرد کرو تو دانا کے سپرد کرو، اگر دانا میسر نہ ہو تو خود کرو ورنہ نہ کرو۔

☆ جب [illegible] پتا چلتا ہے کہ زندگی کیا ہے تو آدھی گزر چکی ہوتی ہے۔

☆ انسان کی شخصیت ایسی ہونی چاہیے کہ اس کے اندر کا حال کوئی نہ معلوم کر سکے۔

☆ دوسروں کے چہروں سے نقاب [illegible] والے ہمیشہ اندھیروں میں بھٹکتے رہتے ہیں۔

☆ لوگ [illegible] عکس کی طرح ہوتے ہیں، جنہیں جب [illegible] بہتے پانی میں [illegible] ڈالا جائے تو پتا ہی نہیں چلتا کہ ان کا عکس کہاں گیا۔

☆ ایسے شخص کو کوئی شکست نہیں دے سکتا ہے جو وقت پڑنے پر اپنی خامی کو خوبی اور دوسروں کی خوبی کو خامی [illegible] کر پیش کرے۔

دھنک ناز ... کراچی

اس ماہ کی ایڈوائز

"کیا بات ہے انجینئر صاحب! کچھ دنوں سے آپ کچھ بے حد الجھے الجھے سے لگ رہے ہیں؟" زویان نے عمر سے کہا جو بظاہر نظریں ٹی وی اسکرین پر جمائے گہری سوچ میں تھا۔ "نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں"۔ عمر نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔ "بول لو جھوٹ اگر کچھ فائدہ نہیں، میں سب کچھ جان گیا ہوں"۔ وہ اس کا کزن ہونے کے ساتھ ساتھ عزیز از جان دوست بھی تھا۔ "کیا واقعی؟" عمر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "ہاں میری جان! میں جان گیا ہوں کہ تجھے "لوریا" نہیں ہو گیا لوریا کا دورہ کیا لونگی کہنا زیادہ مناسب ہوگا کیونکہ آج کل ڈینگی کی وبا ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے"۔ زویان نے کہا تھا۔ "بکواس!" وہ سخت چڑ رہا ہوا۔ "کیوں کچھ غلط کہا میں نے؟ تو کیا تمہیں لونگی نہیں ہوا؟" اس نے ابرو اچکائے تھے۔ "ہاں یار!" اس نے اعتراف کیا۔ "تو پرابلم کیا ہے؟"

"مریم میری کولیگ ہے، چند روز پہلے ہی آفس میں ایک خوبصورت اضافہ ہوا ہے اور مجھے اس سے پہلی نظر میں محبت ہو گئی ہے۔ میں اسے بے حد چاہتا ہوں مگر کہنے سے ڈرتا ہوں، کہیں وہ مجھے ریجیکٹ نہ کر دے"۔ عمر نے اپنے بالوں کو مٹھی میں لے کر کھینچتے ہوئے کہا۔

"کوئی نابینا ہی لڑکی تمہیں ریجیکٹ کرے گی، ورنہ کسی آنکھوں والی لڑکی سے مجھے اس حماقت کی امید نہیں"۔ زویان نے اس کی ڈیشنگ پرسنالٹی کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "یار! اس کا وہ ڈاکٹر کزن مجھ سے بھی کہیں زیادہ ہینڈسم ہے جو روز شام کو اسے آفس آتا ہے"۔ اس نے بے بسی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں تو فکر نہ کر میرے پاس ایک حل ہے"۔ زویان نے کہا تو وہ اسے بغور دیکھنے لگا۔ "تو اس حسینہ کو روز ایک سیب گفٹ کیا کر"۔ زویان نے کہا تو عمر نے ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھا۔ "اس سے کیا ہوگا؟" اس نے پوچھا۔ "An Apple A Day keeps the doctor away" زویان نے اسے بتایا تھا جب کہ دونوں کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

جہاں آفتاب ... کراچی

☆---☆---☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

خوشبو

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

''جس نے میری کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد مٹ چکی تھی تو اس کو ان لوگوں کے ثواب کے برابر اجر ملے گا جنہوں نے اس پر عمل کیا اور ان کے ثواب میں بھی کچھ کمی نہیں ہوگی اور جس نے کوئی بدعت کا کام ایجاد کیا جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پسند نہیں فرماتے تو اس کو ان لوگوں کے گناہوں کے برابر گناہ ملے گا جنہوں نے اس پر عمل کیا اور ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہیں ہوگی''۔

(ترمذی)

رسول کریم سورج ڈھلنے کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے 4 رکعت (سنت) پڑھا کرتے اور آپ نے فرمایا: ''یہ ایسا وقت ہے جس میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ اس وقت میرا نیک عمل (نماز پڑھنا) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہو''۔ (ترمذی)

سیدہ فاطمہ۔۔۔ کراچی

دعا

اگر اللہ تمہاری دعائیں پوری کر رہا ہے تو وہ تمہارا یقین بڑھا رہا ہے اگر تمہاری دعائیں پوری کرنے میں دیر کرتا ہے تو تمہارا صبر بڑھا رہا ہے، اگر تمہاری دعاؤں کا جواب نہیں دیتا تو تمہیں آزما رہا ہے لہٰذا آپ دعا مانگتے رہیں دعا ایک دستک ہے اور دستک بار بار دینے پر دروازہ چاہے دیر سے کھلے مگر کھل ضرور جاتا ہے۔

ماروی۔۔۔ خیرپور

باتوں سے خوشبو آئے

☆ خوش رہیں اس لیے نہیں کہ آپ خوش رہنا چاہتے ہیں بلکہ اس لیے کہ کچھ لوگ آپ کو خوش دیکھنا چاہتے ہیں۔

☆ تم حق بات کہنے سے مت ڈرو کیونکہ زندگی تمہیں موت دے سکتا ہے اور نہ کوئی تمہارا رزق کم کر سکتا ہے۔

☆ دشمن سے ہر وقت بچو مگر دوست سے اس وقت بچو جب وہ تمہاری بے جا تعریف کرنے لگے۔

☆ اگر دنیا میں صرف سکون ہوتا تو لوگ اللہ کی تلاش چھوڑ جاتے، سکون تو صرف ان لوگوں کے پاس ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کو اپنی رضا سمجھتے ہیں۔

☆ غصہ اور نفرت آکاس بیل کی طرح انسان کے وجود کو بنجر کر دیتے ہیں۔

☆ جب انسان زندگی کی آزمائشوں سے تھک ہار کر ٹوٹ جاتا ہے تو وہ مجبوراً اسی کی سمت لوٹ جاتا ہے۔

☆ ہمیشہ اپنے انسان سے بچیں جو دوہری شخصیت رکھتا ہے۔

☆ اگر کسی کو کچھ دینا ہے تو اسے اچھا وقت دو، کیونکہ تم ہر چیز واپس لے سکتے ہو مگر کسی کو دیا ہوا اچھا وقت واپس نہیں لے سکتے۔

مسکان۔۔۔ قصور

جان لو اگر

تم اپنے رب پر بہت بھروسہ کرتے ہو تو
یہ بھی جان لو کہ
تمہارا رب اس بھروسے کو
کبھی ٹوٹنے نہیں دے گا۔۔۔
کون کہتا ہے اللہ نظر نہیں آتا؟
اک وہی تو نظر آتا ہے
جب کچھ بھی نظر نہیں آتا۔۔۔!

ریحانہ نور رضوان۔۔۔ کراچی

میں ٹھیک ہوں۔۔۔!

میں تمہیں سلام بھیجنا چاہتا ہوں لیکن جہاں میں رہتا ہوں، وہاں درخت نہیں ہیں، صرف خزاں رہتی ہے۔ خشک پتے بھی نہیں ہیں، صرف اور صرف زرد اور پیلی سانسیں ہیں۔ میں تمہیں دعائیں بھیجنا چاہتا ہوں لیکن پھر سوچتا ہوں کہ دعاؤں کا کیا بنے گا اگر کوئی بھولی بھٹکی دعا تمہیں لگ بھی گئی تو تمہارا کیا بنے گا؟

عادت چاہے دکھ کی ہی کیوں نہ ہو، عادت ہی ہوتی ہے۔ میں تو تمہیں اپنے آنسو بھی نہیں بھیج سکتا۔ مرجھائی ہوئی چیزیں بھیجنے کا کیا فائدہ؟ کیا میں تمہیں اپنے زخم بھیج دوں۔۔۔ تازہ کھلے ہوئے زخم یا عجیب و غریب پھول خاموش اور گم صم۔

لیکن بہتر یہی ہے کہ تمہیں دکھ دینے اور اداس کر دینے والی کوئی بھی چیز نہ بھیجی جائے۔ محبت بھی نہیں اور یاد بھی نہیں۔۔۔ لیکن یہ خبر بھیجی جا سکتی ہے کہ میں ٹھیک ہوں۔

افشین امتیاز احمد۔۔۔ کراچی

زندگی

زندگی میں کبھی بھی کسی رشتے کو ٹیکن فار گرانٹڈ نہیں لینا چاہیے۔ انسان کیونکہ ایک سماجی جانور ہے اور انسان پوری زندگی سب سے کٹ کر نہ تو اکیلا جی سکتا ہے اور نہ ہی صرف ایک انسان کو لے کر خوشی خوشی زندگی بسر کر سکتا ہے کیونکہ زندگی سب کے لیے پہیہ گھومتا ہے اور کھلے دل سے ہمیشہ آنے والوں کو خوش آمدید اور جانے والوں کو خدا حافظ کہنا چاہیے۔ خواہ وہ لوگ جنہیں ہم بہت پیار کرتے ہوں ہمارے پاس رہیں یا نہ رہیں کیونکہ جانے والوں کے دکھ کو روگ بنا کر جینا بہت تکلیف دہ ہے۔

عالیہ وشاہ۔۔۔ نوشہرہ

محبت کس سے کی جائے؟

انسانوں سے
مگر یہ بے وفا ہوتے ہیں
خوشبوؤں سے
یہ تو وقتی ہوتی ہیں
پھولوں سے
لیکن ان میں چبھن ہوتی ہے
آگ سے
مگر یہ جلا دیتی ہے
سورج سے
مگر اس کی تپش ہوتی ہے
اونچائی سے
مگر یہ سر کے بل گراتی ہے
گہرائی سے
مگر یہ تو اپنے اندر دبا دیتی ہے
تو پھر کس سے محبت کی جائے
اس خداوند کریم کی ذات سے محبت کی جائے
جس کی محبت پر کسی کو شک نہیں

فرزانہ شوکت۔۔۔ کراچی

قطعہ

میرے وطن کے سپاہی ہیں جب تک زندہ
جا پہ پاک وطن کی نہ آنچ آئے گی
یہ وہ وطن ہے جسے جانیں لٹا کے پایا ہے
وفا کی خوشبو تو اس کی فضا سے جائے گی

صبا گل۔۔۔ رحیم یار خان

خوش اخلاقی

جس طرح ریت میں قطرے جذب ہو جاتے ہیں اور ان کا احساس بھی باقی نہیں رہتا اسی طرح ہمارے چند جملے کسی کے دل میں نشتر بن کر اتر سکتے ہیں اور دوسروں کے دل میں دکھ کا احساس پیدا کر سکتے ہیں اس لیے جب بھی کسی سے بات کرو تو یہ سوچ کر زبان سے الفاظ نکالو کہ جس طرح پانی کے قطرے ریت سے نکالے نہیں جا سکتے اسی طرح ایک بار منہ سے نکلی ہوئی بات کا اثر بھی دل سے دوبارہ نہیں نکالا جا سکتا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

بکھرے موتی

☆ دنیا میں رہتے ہوئے کچھ لوگ دولت کے پیچھے لگے رہتے ہیں اور کچھ انسانیت کے حصول میں زندگی صرف کرتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ دولت والے اکثر زندگی میں نامراد ہو کر مرے اور انسانیت والے زندگی کی پیشانی بن کر مر کر بھی جی لیتے ہیں۔

☆ دھوکہ دہی کے وقت ہمارا تصور اتنا محدود کیوں ہوتا ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے فقط ایک شخص کو دھوکہ دیا ہے۔ جبکہ درحقیقت ہم ایک فرد، ایک دل، ایک گھر، ایک ادارے، ایک خاندان، ایک نظام اور معاشرتی نظام کو دھوکہ دیتے ہیں۔ کیونکہ ایک انسان کم از کم اتنے روابط ضرور رکھتا ہے۔

☆ اگر ہماری زندگی میں صداقت ہے تو اس کا اثر لوگوں پر خود بخود ہوگا، محبت پانا ہر کسی کے لیے ممکن نہیں البتہ محبت پھیلانا ہر ایک کے اختیار میں ہے۔

☆ دل ایک پرفیوم کی بوتل کی طرح ہے اگر تم اسے کھولو گے تو بہت جلد اس کی خوشبو کھو بیٹھو گے اور اگر اسے کبھی نہ کھولو گے تو اس کے اندر کی خوشبو کوئی نہیں جان سکے گا لہٰذا اسے احتیاط سے استعمال کرو۔

فرزانہ شوکت ـــــ کراچی

اللہ کے نیک بندے

ایک روز خلیفہ ہارون رشید نے لوگوں سے کہا کہ اگر اللہ کے نیک بندے بننا چاہتے ہو تو بچوں جیسی عادتیں اپنالو۔ لوگوں نے پوچھا کہ بچوں جیسی عادتیں، یہ کیا فرما رہے ہیں آپ؟ خلیفہ ہارون رشید نے کہا کہ بچوں میں سات عادتیں ایسی پائی جاتی ہیں۔ اگر وہ بڑوں میں ہوں تو وہ صحیح معنوں میں نیک بن جائیں۔ وہ عادتیں یہ ہیں۔

☆ بچے رزق کا غم نہیں کرتے۔

☆ رو رو کر کھاتے ہیں۔

☆ لڑتے ہیں تو دل میں کینہ نہیں رکھتے۔

☆ لڑائی کے بعد صلح کر لیتے ہیں۔

☆ اپنے بڑوں سے ڈرتے ہیں۔

☆ ذرا سی دھمکی سے ڈر جاتے ہیں۔

☆ دشمنی کا جامہ نہیں پہنتے۔

شرط

ایک انگریز اور ایک آئرش تھیٹر میں فلم دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ فلم میں ایک سین آتا ہے کہ ایک شخص ایک بدکے ہوئے گھوڑے پر سوار ہوتا ہے اور گھوڑا بہت تیز دوڑ رہا ہوتا ہے۔ انگریز فوراً چیخ کر کہتا ہے یہ ضرور گر جائے گا۔ آئرش بھی چیخ کر کہتا ہے کہ نہیں گرے گا۔ دونوں میں شرط لگ جاتی ہے۔ اور تھوڑی دیر بعد وہ آدمی گھوڑے سے گر جاتا ہے۔ انگریز چیختے ہوئے بولتا ہے دیکھا میں نے کہا تھا نہ یہ گر جائے گا۔ آئرش منہ لٹکاتے ہوئے کہتا ہے دراصل میں نے کل رات بھی یہ فلم دیکھی تھی اور یہ کل رات بھی گر گیا تھا تو میرا خیال تھا کہ اس بار یہ گھوڑا سنبھل کر چلائے گا۔

خان صاحب

ایک مسجد میں نماز کے بعد 2 آدمی ایک خان صاحب کے بارے میں بات کر رہے تھے جو کہ وہیں صحن میں نوافل ادا کر رہے تھے ایک آدمی نے کہا کہ خان صاحب محلے کے سب سے شریف آدمی ہیں خود بھی تعلیم یافتہ ہیں اور بچوں کو بھی اچھی تعلیم دلائی ہے دوسرے نے کہا کہ نہ صرف تعلیم بلکہ تربیت بھی بہت اچھی کی ہے محلے کے سب بچوں سے زیادہ شریف اور مہذب بچے ہیں خان صاحب کے پہلے آدمی نے کہا خان صاحب اپنی بات کے بہت پکے ہیں اور جو وعدہ کرتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں دوسرے نے کہا کہ پنج وقتہ نمازی اور پرہیزگار ہیں شاید ہی کوئی روزہ اور نماز ان سے چھوٹی ہو صوم و صلوٰۃ کے انتہائی پابند ہیں "حاجی بھی تو ہوں" خان صاحب نماز کے دوران ہی بول پڑے۔

ام کلثوم ـــــ ساہیوال

☆ــــ☆ــــ☆

ذرا ایڈیٹر سے کہنا

نعت

سرکار میرے درد کی دوا ہو جائے
میری ہر سانس تیرے در کی گدا ہو جائے
بڑے اوج پہ چمکے گا پھر میرا نصیب
گر مدینے کو رواں یہ قافلہ ہو جائے
آنکھوں میں لگاؤں میں سرمہ بنا کر
کہ طیبہ میرے لیے خاک شفا ہو جائے
ہو مقدور یاوری پہ تو چوموں نعلین مبارک
شاہوں کے مقابل میرا سر اونچا ہو جائے
رخ انور کی دید سے بکھر جائیں شفق کے
وجود کی تابش سے آنگن میں اجالا ہو جائے
بجھتی آنکھوں میں تیرا جمال ہو جلوہ گر
دم آخر لب پہ جاری صل علیٰ ہو جائے
قسمت کا دھنی ہے جو بنے مہمان تیرا
کرم مجھ پہ بھی شہ والا ہو جائے
ان کے کوچے کا سوالی بنے ادنیٰ شاہ گر
تاجداروں کے مقابل وہ اعلیٰ و بالا ہو جائے

حافظہ سون شاہدہ جاری

نظم

آداب سے پلکیں جھکا کر کہتے ہیں
اس دل میں تم بستے ہو
نظریں ملا کر کہتے ہیں
یوں کرو محبت ہم سے کہ جل جائے زمانہ
ہم اعلان محبت سر عام کرتے ہیں

سائرہ ناز محمد شفیق

نظم

اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں سجالے مجھ کو
میں ہوں تیرا تو نصیب اپنا بنالے مجھ کو
میں جو کانٹا ہوں تو چل مجھ سے دور ہو کر
اور جو پھول ہوں...!
تو کالر میں سجالے مجھ کو
مجھ سے ٹوٹ کے آکے وفا کے معنی
یہ تیری سادہ دلی مار ہی نہ ڈالے مجھ کو
میں سمندر بھی ہوں موتی بھی ہوں اور غوطہ زن بھی
کوئی بھی نام میرا لے کر بلا لے مجھ کو

سیدہ فرزانہ حبیب فرزین

نظم

سنو!
روز عید یہی کہتا ہے
گئے دنوں کی
رنجشوں کی چبھن بھلا کر
اپنے ...
محبتوں کا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

گلاب رُتوں کا

استقبال کرنا

فرزانہ شوکت

دل کے آنگن میں

عمر کے ساتھ ہی
کچھ پھول کھلتے ہیں، پھر مرجھا جاتے ہیں
پہلے دوستی کے اعتبار کے
ہر سو خوشبوں چاہتوں کے
پھر محبت کے قوسِ قزح کے
بے وجہ مسکراہٹوں کے
پھر ناراضی کے، بے وفائی کے
جدائی کے
عمر کے ساتھ ہی
کچھ پھول کھلتے ہیں، پھر مرجھا جاتے ہیں

مریم مغل

نظم

مدتوں شناسائی رہی

اک ملاقات کے بعد

یوں دل کو بھا گیا وہ

اک ملاقات کے بعد

ابھی رہی تم وقت کے چکروں میں اداسی

وہ جیت گیا بازی

اک ملاقات کے بعد

جانے وہ کون سا لمحہ!

ہم بچھڑ گئے جس میں

وہ لوٹ گیا قرار میرا

اک ملاقات کے بعد

زاہدہ ہاشمی/ [illegible]

مکمل

میری زیست تم پہ

ختم

تم سے شروع ہوتی ہے

زندگی بنا تیرے

جیسے ایک

سزا ہوتی ہے

تیری گلابی سی

[illegible]

سلگاتی ہیں

راتوں کو جگاتی ہیں

میری آنکھیں تجھ ہی

کو دیکھنا چاہتی ہیں

سنو جاناں!

میری ذات

اب

مکمل ہونا چاہتی ہے

افشاں آفتاب

کالج کا پکنک

لڑکیاں کالج کا پکنک ہوتی ہیں

جب ماں کی نرم آغوش میں

جب باپ کی لاڈ بھری گود میں

جب بھائی کی محبت بھری چھایا میں

بچپن سے جوانی کے زمانے پار کرتی ہیں

کانچ سی میں اک نازک چوڑیوں کی طرح

[illegible] کا خوبصورت عکس بھی جاتی ہیں

آنکھوں میں کھنچی کاجل کی دھار کی طرح

[illegible] کے رنگین آنچلوں کے ساتھ بہہ جاتی ہیں

[illegible] ٹھیس لگنے پر ریزہ ریزہ بکھر جاتی ہیں

[illegible]

[illegible] کرچی کرچی ہو کر بکھرتی نہیں

[illegible] موم کی طرح ڈھل جاتی ہیں

[illegible] حالات سے بکتی نہیں

بلکہ کھل جاتی ہے

[illegible] کالج کا پکنک نہیں

[illegible] محبت کے جان

بس ہوتی ہیں

اقراء سیف

سنو! چلو اک کام کرتے ہیں

[illegible] چاہتوں محبتوں کے سب جتن تیرے نام کرتے ہیں

[illegible] کے وہ پھول ساری نظمیں تیرے نام کرتے ہیں

[illegible] اقرارِ محبت یہ عہد و پیماں وفا کرتے ہیں

[illegible] وعدے پیماں وفا کرتے ہیں

[illegible] سے ہی عشق و محبت کی [illegible] انتہا کرتے ہیں

اپنی حیات کے سارے حسین [illegible] پل تیرے

[illegible] کرتے ہیں

[illegible] کے تجھے اپنی چاہت سے محبت [illegible]

[illegible] خود ہی عشق محبت میں خود کو فنا کرتے ہیں

[illegible] کر کے تم سے بس اقرارِ محبت اور [illegible]

جیون کا ہر دن ہر Valentine تیرے نام کرتے ہیں

وفا شاہ

میری ماں

میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے میری ماں

میرے دل کا سکون ہے میری ماں

میری زندگی کی دعا ہے میری ماں

میرے درد بھرے زخموں کا مرہم ہے میری ماں

جب کبھی دکھوں میں ان سے

تو بڑے پیار سے میرے بالوں کو سہلاتی ہے میری ماں

میرے ماتھے سے ان بکھری زلفوں کو ہٹاتے ہوئے

میٹھی سی پیار بھری آواز میں

میرا نام پکارتی ہے میری ماں

ان کے الفاظوں کی مہک

میری روح تک میں

اک سرشاری سی بکھر جاتی ہے

اپنی محبت بھری آغوش میں

مجھے لاڈ سے سلاتی میری ماں

وہ اپنی سکون بھری چھاؤں میں سمیٹ کر

جنت کی سیر کرواتی ہے میری ماں

اور اس وقت یہی سوچتی ہوں میں

کاش! یہ لمحہ تھم جائے سینے پہ

اور یوں ہی گزر جائے

میری پوری عمر رواں ۔۔۔!

مدیحہ اعجاز حسین

PAKSOCIETY.COM
http://readingcornerpk.blogspot.com
READING CORNER
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

میرا درد پھر سے غزل بنے

میرا درد پھر سے غزل بنے
کبھی گنگناؤ تو اس طرح
میرے زخم پھر سے گلاب ہوں
کبھی مسکراؤ تو اس طرح
میری دھڑکنیں بھی [illegible]
کبھی چوٹ کھاؤ تو اس طرح
جو تمہیں تو پھر بڑے شوق سے
کبھی رابطے، کبھی ضابطے
کبھی دھوپ چھاؤں میں تو زرد
نہ شکستِ دل کا ستم سہو
نہ کسی کا عذاب جان
نہ کسی سے اپنی خلش کہو
یوں ہی خوش رہو، یوں ہی خوش پھرو
نہ اجڑ سکیں نہ سنور سکیں
کبھی دل دکھاؤ تو اس طرح
نہ سمٹ سکیں نہ بکھر سکیں
کبھی بھول جاؤ تو اس طرح
کسی طور جان سے گزر سکیں
کبھی یاد آؤ تو اس طرح

طاہرہ حسن

زندگی

زندگی کے اوراق دہراتے رہو تم
تم خود ایک کتاب ہو سمجھا کرو تم
ہر واقعہ تمہارا کچھ بتا رہا ہے تم کو
ہر دوسرے کی حقیقت سمجھا رہا ہے تم کو
یہ کتاب تمہاری ہے تم مالک ہو اس کے
اوراق اس کے پلٹتے رہو تم

فرح سلطانہ

غزل

غم میں ڈوبے ہوئے لمحات دلا دیتے ہیں
لوگ جب ہم کو محبت کی سزا دیتے ہیں
دل سے ہر نقش [illegible] مٹا دیتے ہیں
آؤ ہم آج اسے دل [illegible] بھلا دیتے ہیں
شب کی آنکھوں سے برسنے [illegible]
طاق پر جلتے چراغوں کو بجھا دیتے ہیں
وقت [illegible] پر بدل لیتے ہیں آنکھیں اپنی
[illegible] محبت کا صلہ دیتے ہیں
اپنی آنکھوں [illegible] ہم تمہیں ملا سکتے نہیں
اپنی نظروں سے [illegible] لکھ دیتے ہیں
ہم تہی دست ہیں کیا لائیں [illegible] خاطر
زندگی آ کہ تجھے ان پہ لٹا [illegible]

نجم [illegible]

غزل

آغوش میں یادوں کے خزانے بھی تھے موجود
تم سے میرے ملنے کے بہانے بھی تھے موجود
گو دل پہ تیرے ہجر کی یہ چوٹ نئی تھی
کچھ دل میں میرے زخم پرانے بھی تھے موجود
آسیب زدہ گھر میں وہ تنہا تو نہیں تھی
ناشاد پرندوں کے ٹھکانے بھی تھے موجود
دیکھی نہ کسی نے بھی میرے درد کی تکلیف
محفل بھی تھا اشکوں کے خزانے بھی تھے موجود
جب ہم کو بڑے کرب سے یاد آئی تھی گھر کی
جنگل جو تھا غاروں کے دہانے بھی تھے موجود
ایک چاند سے لگی تھی سیاہ زلف کی ناگن
ہیرا بھی تھا سانپوں کے ٹھکانے بھی تھے موجود
جب آسیب زدہ غم درد بچا تو سہلائی تھی فطرت
خونخوار پرندوں کے ترانے بھی تھے موجود
نظارہ آنکھوں میں کھلتے ہوئے پھولوں کی طرح تھا
چبھتی ہوئی نظروں کے نشانے بھی تھے موجود
لوٹ آئے پھرے اس شہر کراچی میں ہر جگہ تھی واجد
صدیاں بھی تھیں قدموں کے زمانے بھی تھے موجود

پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی

چاند ڈوب گیا [illegible] رہا
اس شکستہ دل میں [illegible]
میں نے دیکھا نظر بھر کے [illegible]
مجھے دیکھ کے وہ پہلو بدل رہا
[illegible] ہو گئے سبھی خواب میرے
[illegible] کے ساتھ چلتا رہا
وہ ساتھ نہیں [illegible] بات نہیں
وقت بھی خوشی زندگی [illegible] رہا
کھائے ہیں فریب کسی کی وفا میں [illegible]
[illegible] کے یادوں کا دل پھر سے سلگتا رہا

محمد اسلم جاوید

غزل

مجھ سے اک بار جو کہا ہوتا
تو اکیلے نہ غم سہا ہوتا
نہ محبت تو دل لگی ہی سہی
تم سے کچھ میرا رابطہ ہوتا
تم نے بدنام کر دیا ورنہ
ذکر میرا بھی بارہا ہوتا
آگ نفرت کی جو دبا دیتے
تو یہ گھر یوں نہ جل رہا ہوتا
امتیاز چاہت کا کچھ حسیں منظر
آنکھ کیا دل میں بھی رہا ہوتا

انیس امتیاز احمد

غزل

وہ خواب زندگی کو سنورتا ہوا دیکھا
ہر پہلوئے حیات نکھرتا ہوا دیکھا
ترکِ عہد سے پہلے جو کرتا رہا پردہ
کل شام سرِ عام گزرتا ہوا دیکھا
افسوس کہ اپنے ہی دیا کرتے ہیں دھوکا
سائے میں آ کے سائے کو مرتا ہوا دیکھا
الجھن سی اٹھی میرے خیالوں پہ چھا گئی
خوابوں میں بھی دریا کو بپھرتا ہوا دیکھا
نظریں بھی تیری قاتل حسین ہیں ساجد
سپنوں کا محل اپنے بکھرتا ہوا دیکھا

سید ساجد

غزل

[illegible] دھوکا ساتھ لیے راستے
[illegible] سفر ہیں فاصلے ہیں

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

میں تم کو جیت لوں گی ہار کر بھی
میرے جذبوں میں اتنے حوصلے ہیں
یہ آنکھیں دید کو ترسی ہوئی ہیں
تمہاری یاد ہے تنہائیاں ہیں رتجگے ہیں
یہ چاہت کب کسی کو راس آئی!
کہیں پر دل کہیں [illegible] جلے ہیں
تمہاری رہگزر میں [illegible] میرا
تمہارے واسطے ہی دو [illegible]

رضوانہ [illegible]

غزل

زندگی اک میلا ہے خوشی کا
جو چاہے کچھ پانا قیمت چکاتا ہے
اک اک لمحہ پل پل بکتا ہے جو یہاں
جو چاہے لینا قیمت چکاتا ہے
ہنسی ہو یا مسکراہٹ
سب کی اپنی قیمت ہے یہاں
زندگی اک میلا ہے خوشی کا
جو چاہے کچھ پانا قیمت چکاتا ہے
گر مل جائے خوشی تھوڑی
لمحے بھر کی ہوتی ہے یہ خوشی
زندگی اک میلا ہے خوشی کا
جو چاہے پانا قیمت چکاتا ہے

زارا صدف قمر

غزل

وہ سامنے ہو تو لگتا ہے فلک پہ [illegible]
پہلے ہی دن سے میرا دل اس کے لیے دھڑک چکا ہے
اس کی نظریں جب اٹھیں ایک ہی تو لمحہ گزرا تھا
پھر بھلا کیوں میرا دل دھڑک پڑا ہے
مانگی ہے ہم ساتھ کی سبھی نے دعائیں
جبھی تو ہر جگہ [illegible] پڑا ہے
کل ساری شب [illegible] رہا
کون کہتا ہے شہر تنگ [illegible]
[illegible] کوچے سے گزر اس کا ہوا ہے
یوں ہی [illegible] کو چھو پڑا ہے
مجھے لگتا ہے جیسے [illegible] کچھ کہنا چاہتا ہے
بار بار میرے پاس آ کر [illegible] پڑا ہے
سوچا ہے اس کے سنگ عمر گزاروں گی [illegible]
دیکھا ہے آئینے میں ابھی میرے رخسار پہ [illegible] پڑا ہے
کبھی ایسا تو نہیں وہ دھیان اس کا بھی پکارا ہو
جبھی عرصے سے میرے خواب میں رک چکا ہے
سرعام نہ محبت کا کبھی ڈھنڈورا پیٹا
دیکھا ہوگا تم نے بھی جگہ جگہ کا لگ چکا ہے
محفل میں رقیب کا صرف ذکر ہی تو ہوا تھا
نہ جانے کیوں آنکھوں سے آنسو چھلک پڑا ہے
غلط بیانی نہ کر شانزے میں بھلا اسے کیوں [illegible]

تیرے دل سے نکلا کہاں وہ تو دل میں اٹک چکا ہے

بسمہ شانزے پارس نواب

نظم

ویران بہت ہوں
وصال سے تکمیل کر مجھے
تو پیار کر مجھے
ذرا تبدیل کر مجھے
صحرا کی تپتی ریت سے
آ کر مجھے بچا
تو ٹھنڈے میٹھے پانی کی
اک جھیل کر مجھے
جو جانتی نہ خواب کبھی میری عاشقی
[illegible] تکمیل کر مجھے
اب اس [illegible] چھوڑ
میں ہوں تیرا [illegible] مجھے
چھو کر میرا وجود زندگی بخش دے
میں اک اندھیری رات ہوں قندیل کر مجھے

نظم

[illegible] جانے کی جلدی [illegible]
[illegible]
[illegible] آنکھوں ہی آنکھوں میں
[illegible] ہاں......
[illegible] چھوڑ سکتا تھا

وہاں......
تک چھوڑ آیا ہوں......!

نوشی

تنہا

امید وصل اک خواب
اک سراب
اور اس سراب کا حاصل
عمر بھر کی خلش
وحشت زدہ سی زندگی
زنجیر ہجر میں جکڑی ہوئی
ترسی ہوئی بکھری ہوئی
اور اس زندگی میں......
میں......!
اک اکیلی......تنہا......!

میرا غزل صدیقی

غزل

وہ سپنا ہے میرے من کا
وہ خواب ہے میری آنکھوں کا
میں ہر دم اس کو سوچتی ہوں
وہ ہی محور ہے میری سوچوں کا
رب اس کو کبھی نہ دکھ دینا
جو سکھ بنا میرے ہر دکھ کا
میرا چہرہ پھول سا کھل اٹھتا ہے
میں چہرہ دیکھوں جب ساجن کا
اس کا آنا عید کی خوشی بنا
وہ چاند ہے میرے آنگن کا

سحر انجم

☆——☆——☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

سندیسے

افشاں علی .... کراچی

بہت سی پرخلوص دعاؤں اور محبتوں کے ہمراہ تمام پڑھنے والوں کو افشاں علی کا سلام قبول ہو۔ السلام علیکم۔ "گوشۂ آگہی" میں صالحہ آپا کی خوب صورت سی اور "ردائے جنت" کے انمول موتیوں سے سیراب ہو کر جب آگے بڑھے تو حیا قریشی نے بہت ہی خوب صورتی سے "سبز رتوں کے موسم" دکھلایا جو کہ بہت اچھا ناول رہا۔ فرح ناز کا افسانہ "ماں" لوری سا تھا۔ خوب صورت باسوں کے ساتھ عما حسنین کے افسانے "انمول لہو" ایک بار پھر اس واقعے کی یاد پھر تازہ کر دی۔ افشاں علی کا افسانہ "دل کے ارمان" سچ حقیقتوں سے روشناس کراتا تھا۔ جو "عشق میں بھی وہ عشق ہی جانے" نائلہ طارق نے بالآخر خرمن کا راز ایکسپوز کر دیا۔ اختتام کی طرف بڑھتا یہ ناول اچھا رہا۔ "برف زادوں کی کہانی" نام ہی اتنا خوب صورت تھا کہ اس نے کتنی دیر تک سحر میں جکڑے رکھا۔ افسانہ بھی کافی اچھا رہا۔ عائشہ الیاس کا افسانہ "شکست" عمدہ تھا۔ واقعی بعض گھرانوں میں یوں ہی بچے بچی کو بس کمائی کا ذریعہ اور پیسے کمانے کی مشین سمجھ لیا جاتا ہے۔ عطیہ احمد نے بھی ایک اچھے موضوع کی نشاندہی کی جو لوگ شہر کے چوراہے پر کھڑے ہو کر تقریریں کرتے نہیں تھکتے اپنے گھروں میں وہ ہی لوگ لوٹتے نہیں تھکتے ملک کو بدلنا ہے تو اس کی شروعات گلی محلے سے نہیں بلکہ اپنے گھر سے کرنی چاہیے۔ ثمینہ فیاض کا نام دوسری بار ردا میں دیکھا نام دیکھتے ہی پہچان گئی پہلی تحریر کی طرح یہ افسانہ بھی اچھا ہو گا اور واقعی میں نے سچ پایا بہت مختصر الفاظ میں بہت ہی اچھی بات کہہ ڈالی۔ قمروش آپی اور شازیہ جی کی افسانہ پچھلے مہینے شامل نہ تھی مگر اس بار شامل دیکھ کر اور پڑھ کر مزہ آیا۔ قمروش آپی کے ناول میں ایک نیا موڑ آ چکا ہے۔ باقی تمام سلسلے ہمیشہ کی طرح لگے۔ اب بات ہو جائے سندیسوں کی۔ قمروش آپی نام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی آپ کی کیوٹ ڈول کو میری طرف سے ڈھیر سارا پیار۔ آپ مصروفیت کے باعث خط نہیں لکھ پاتیں مگر سندیسے ضرور پڑھتی ہیں نا۔ تو میرا سندیسہ جب پڑھیں گی تو ضرور مسکرا دیجیے گا کیوں کہ آپ کی لکھی ڈسٹوری کی طرح آپ کی مسکراہٹ بھی بہت پیاری ہے۔ سندیسے میں باقی سب نے بھی خوب رونق لگائی پیاری سی [illegible] عائشہ نیازی، رابعہ انفال، عمر سیمین، فرح ناز [illegible] اور پیاری سی صبا عبدالغنی آپ سب کا بہت شکریہ میرے سندیسے کو پسند کرنے کا۔ میرے لکھے عام سے خاص ہو جاتے ہیں جب وہ آپ سب کی پسندیدگی کی سند اختیار کر جاتے ہیں تو آپ سب قارئین و مائکرز جیل کی تہہ دل سے مشکور ہوں۔ رابعہ اقبال، عمر سیمین، فرح ناز اور صبا عبدالغنی آپ سب کے تفصیلی سندیسے پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ زاہدہ امی آپ کی طبیعت بھی ٹھیک رہتی۔ فرح ناز رضی کے نانا ابو کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ جب کہ ہماری پیاری مائکرز کا اپیا اقبال کی والدہ بھی کافی علیل ہیں تو ان سب کے لیے خاص دعا

اور سب سے گزارش ہے ان سب کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام مریضوں کو شفا کاملہ عطا فرمائیں، آمین۔ "دوستوں کے نام پیغام" میں قمروش مہک اور ریما نور رضوان کا پیغام پڑھ کر اچھا لگا۔ پیاری سی عائشہ نیازی اتنی انمول دعاؤں کے تحفے کے لیے شکریہ بھیجتی ہوں صبا عبدالغنی آپ کا پیغام پڑھا ماشاء اللہ آپ نے سب دوستوں کو یاد رکھا یہ اچھے دوستوں کی نشانی ہے۔ سچ میں آپ کا پیغام بہت پیارا تھا اور ساتھ میں آپ کا شکریہ آپ نے میرے ساتھ میری بہن کو بھی یاد رکھا۔ ڈیئر رابعہ انفال خان ہمیں آپ کی دوستی باخوشی قبول ہے۔ واقعی اچھے دوست زندگی کا قیمتی اثاثہ ہیں اور مجھے ردا کے توسط سے آپ جیسی بہت سی پیاری دوستیں ملی ہیں۔ اب بات ہو سب سے خاص پیغام کی بہت ساری دعاؤں و مبارک باد کے ساتھ شاکرؔ آپ کو آپ کی زندگی کا خوب صورت دن مبارک، دعا ہے کہ آپ کا ہر دن ہی خوب صورت گزرے۔ ہر دن عید و شب برات ہو، آمین۔ بہت بہت خوشی ہوئی جو تم نے اپنی خوشیوں میں ہمیں بھی شریک کیا۔ خدا تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔ آپی بہت دنوں سے سوچ رہی تھی بہت مشکور ہوں آخر میں دعا ہے کہ ردا کی تمام قارئین بہنیں اور میری دوستیں ہمیشہ یوں ہی مسکراتی اور خوش رہیں۔ آمین۔ آپ کی دوست افشاں علی کی اجازت۔

نعروش شعلہ .... کراچی

سب کو میرا اسلام لکھنے پڑھنے والوں کو میرا پرخلوص پیار۔ اس بار شاہدہ علی اور حیاء قریشی چھا گئیں۔ آپ دونوں کے ناولز دل کو چھو گئے۔ ایک ایک کردار نے اپنا حق ادا کیا۔ امید ہے آگے بھی اور اچھے سے اور اچھا لکھیں گی۔ اس کے علاوہ شاذیہ مصطفیٰ آپ کی ہر قسط سے بڑھ کر اس بار کی قسط جچ گئی (آئی لو یو)۔ نائلہ طارق کی بھی اپنی الگ ہی بات ہے آپ کے لکھنے کا انداز سپر ڈوپر ہٹ ہے۔

ایک عدد مکمل ناول بھی لکھ ڈالیں اور آگے کے صفحات کے ساتھ کہ میں اور آگے نہیں پڑھ سکی وجہ ردا ڈائجسٹ اتنی لیٹ ملتا ہے کہ میں بامشکل سندیسے میں شامل پاتی ہوں۔ میں ہر ماہ سندیسے میں شامل ہو سکوں بلکہ سب کے بارے میں کمنٹس بھی دے سکوں اور اسی میں ایک بات اور ایڈ کرنا چاہوں گی کہ میرا سلسلے وار ناول "تیرے پیار کی خوشبو" اختتامی مراحل پر ہے آپ سب سے درخواست ہے کہ تعریفوں کے ساتھ مجھے میری غلطیاں بھی بتائیں تاکہ مجھے اور بھی بہت کچھ سیکھنے کو ملے میں اور سے اور بہتر لکھنے کی کوشش کروں آپ سب کی دعاؤں کی طالب۔

گیتی آرائش .... کراچی

پیاری آپی السلام علیکم! اور سنائیں کیسی ہیں آپ۔ سب سے پہلے تو آپ کو اور قارئین کو رمضان المبارک کی آمد کی دلی مبارک باد۔ اللہ آپ سب کو ایسی ہزاروں مبارک ساعتیں دیکھنا نصیب کرے، آمین۔ آخر کار اس کی کو ردا ملا۔ صحیح وقت پر ردا مل جاتا ہے بہرحال اب بات ہو جائے ماہ مئی کے ردا کی تو جناب ہمیشہ کی طرح گوشۂ آگہی کی خوب صورت خوشبودار باتوں سے مسحور ہوتے ہوئے "ردائے جنت" کی طرف بڑھے۔ جس کی باتیں ہمارے لیے مشعل راہ بن کر دل میں اتر گئیں۔ اب بات ہو جائے افسانوں، ناولٹ، ناول سلسلے وار سلسلوں کی جو ہمیشہ کی طرح اپنے چاہنے کے لیے ڈھیروں تجسس چھوڑ کر اگلے ماہ تک کے لیے بے تاب و بے چین کر جاتے ہیں سو وہ اب بھی کر گئے۔ اب بات ہو جائے اس ماہ کے افسانوں کی فرح ناز کا "ماں" نگارش اور نقوش کا کردار اچھا لگا۔ عما حسنین نے "انمول لہو" کی صورت پشاور کے سانحہ کو تازہ کر کے پھر ایک بار سب کو اداس کر دیا۔ افشاں علی کی "دل کے ارمان" جہالت، رسم و رواج پر بہت خوب قلم اٹھایا۔ امبرین ناز "حسن تو ڈھل جائے گا" نے بھی اپنا رنگ جمایا۔

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

ثمینہ فیاض اولاد پر اپنا اختیار قائم کرنے کے کر سکھا گئیں۔ شاہ کنول کی "برف زار کی تتلی" اپنے خوب صورت نام کی طرح بڑی خوب صورتی سے ابھی ابھی سی تحریر تھی جو بڑی مشکل سے سلجھ پائی۔ عائشہ الیاس کی "شکست" میں بے چارے آصف پر ترس آ رہا تھا۔ علشبہ احمد کی "جرم" پڑھ کر ہم بھی احساس جرم میں گھر گئے کیوں کہ ہمارے گھر بھی کام کرنے والی بچی کم عمر ہے مگر اب باری تھی "ردا کی ڈائری" کی جس کے سارے ہی انتخاب بہترین تھے۔ خاص کر فیض احمد فیض اور امجد اسلام امجد کو پڑھ کر دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا اور اب انٹرویو کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوتے دیکھ کر دل جھوم اٹھا۔ ایف ایم کے پریزینٹر عدیل اقبال کا انٹرویو پڑھ کر مزہ آگیا۔ خاصی دلچسپ باتیں تھیں حالانکہ میں ایف ایم سنتی نہیں پھر بھی پڑھنے میں مزہ آیا۔ اسی طرح یہ سلسلہ اب ہمیشہ جاری رکھیے گا۔ اس ماہ میں اور خوشبو ہمیشہ کی طرح زبردست ہے۔ خاص کر احادیث اور اس ماہ کا تحفہ ذرا مجھ سے کہنا میں باری تعالیٰ اور خلیفہ دوم حضرت عمرؓ سے لے کر تمام نظمیں غزلیں اچھی تھیں۔ اب اجازت۔

فریدہ فرید.........پاکپتن شریف

ردائے دوستی کو سلام خلوص عرض ہے۔ مئی کا ردا ذرا تاخیر سے مگر پورے رنگوں سے حرین احمد کیا آیا ہماری تو عید سے قبل عید ہو گئی۔ ایک ہی دن میں ردا کو یوں پڑھ ڈالا جیسے ایک ہی سانس میں کوئی چٹ پٹی چاٹ چٹ کر جائے۔ ناکمل میں محض ہمدردی اور طلب کی۔ "گوشہ آگہی" میں آپی نے لفظوں سے پھولوں کے گہنے پہنا دیے۔ آپی آپ کی نصیحت نے اتنا اثر کر دیا ہے کہ اب افسانہ لکھنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ جزئیات سے ہٹ کر قلم نہیں چلتا۔ "ردائے جنت" ہمیشہ کی طرح دل و دماغ کو معطر کرنے والی معلومات سے مزین تھا۔ سلسلے وار ناول میں شازیہ جی کے ہمیشہ کی طرح فیصلے فسران اور کبھی ہرنی جیسی حیا ہے ملیک سلیک کر کے نائلہ جی تک پہنچے نائلہ جی آپ کی تحریر اب جوبن پر ہے۔ خرمن کی شہ رگ کے نیچے نشان کو عیاں کرنے کا منظر بے حد متاثر کن تھا۔ بعض مناظر فلمی سے ہوتے ہیں مگر لکھاری کا انداز تحریر ان میں جان ڈال دیتا ہے جیسا کہ نائلہ جی کا قلم سحر کار ہے۔ قمروش جی کے ناول میں ڈوائے آج کل ہماری تمام تر چاہت سمیٹے ہوئے ہے۔ روز نیل کے رویے پر اتنا غصہ ڈوائے اور ارشد کو بھی نہیں آتا ہو گا جتنا ہمیں آتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں عورت بھائی اور شوہر کے درمیان گھن کی طرح پستی ہے۔ مکمل ناول میں جیا قریشی نے تنہا سکے عالیان شہروز کو کیریکٹر اچھا لگا سنجیدہ اور پاور فل تھا۔ وجدان سے ہم زیادہ متاثر نہیں ہوئے مگر حسب منشا ہیپی اینڈ اچھا لگا۔ شاہدہ علی آپ کا موضوع کا انتخاب نادر کا مستحق ہے اور انداز زبردست تھا۔ عائشہ الیاس، عما حسین، انشال علی، امبرین، ثمینہ فیاض سب نے اپنے اپنے انداز میں مختصر اور جامع لکھ کر ثابت کیا کہ ہم ردا کو افسانوں کی سرزمین یونہی نہیں کہتے۔ فرح ناز کی تحریر جو بھلا پوری پڑھے بغیر چھوڑنے سکے دل جیت لیا دوست۔ شاہ کنول ناکمل اور برف زاروں کی تتلی کی تعریف کا ایک پیراگراف تمام افسانے کی جان تھا۔ افسانہ میں علشبہ احمد کا انتخاب "تسلیاں کس نے" اچھا تھا۔ نورین احمد اپنے اس ماہ میں کو لے کر ہمیشہ کی طرح سپرہٹ ہیں۔ حیا سحر کا اس ماہ میں ہری مرچیں مزے کا تھا۔ ریحانہ نور آپ نے نورین ملک کے بارے میں جو کہا اس پر میں اپنی رائے کے طور پر ایک مختصر قصہ بیان کر دوں۔ دو بچے آپس میں لڑ رہے تھے ایک کہتا ہے میری ماں مجھ سے سب سے زیادہ پیار کرتی ہے دوسرے نے کہا نہیں میری ماں مجھ سے سب سے زیادہ پیار کرتی ہے۔ تیسرے بچے نے کہا نہیں میری ماں مجھ سے سب سے زیادہ پیار کرتی ہے۔ تیسرے بچے نے کہا بھئی لڑائی کیسی تم دونوں کی مائیں اپنی اپنی جگہ تم دونوں کو بہت پیار کرتی ہیں تو چوتھے بچے نے کہا بھئی لڑائی اسی بات کی تو ہے جب کہ (دونوں بھائی ہیں) دونوں کی ماں ایک ہی ہے۔ بس جان لیجیے کہ ہمارا بھی وہی دعویٰ ہے جو آپ کا ہے۔ ردا کی بات کریں اور سندیسے کا ذکر نہ ہو ناممکن ہے۔ اس ماہ تو معروف و معتبر سکھیوں نے سندیسے میں رونق لگا رکھی تھی۔ قمروش جی خوش نصیب تھے وہ نام جو نیئرز کے جو آپ کے قلم سے ادا ہوئے۔ کبھی آرا جی آپ کی باریک بین نظر کو سلام۔ عاشیہ نیازی پاور فل تم بیک بحر چمکتی ذرا جلدی میں نظر آئیں۔ گل مہر، فرح ناز، زاہدہ ہاشمی، شاہدہ علی مختصر مگر جامع تبصرہ تھا۔ صبا عبدالحق آپ کو لکھا خوش بھی لگی ہے آپ کا نام ہر لسٹ پر اچھا لگتا ہے۔ آپ کا بڑا دل آپ کے سندیسے اور پیغام کی ہر سطر سے عیاں ہوتا ہے۔ با اختیار پر ایک ایک کی تعریف ہر ایک کے بس کی بات نہیں کمال کی تعریف کیا ہے دوست۔ چنچل انشاں علی ہماری نٹ کھٹ سکھی آپ کی ہر ایک سے کھلکھلاتی شائستگی ہمارا دل جیت لیتی ہے۔ لفظوں میں چاشنی اور خلوص کا اثر لیے آپ کی لفاظی بہت پسند ہے۔ راحیل افضال خان کی دوستی کی ناتجربے کے بارے میں پوچھتے آئے تھے آپ سے مل کر تجربہ بھی ہو گیا کہ دوستی میں دو کناروں کے ملن ایک ہو جاتے ہیں آپ سے مل کر جانا۔ آپ نے دوستوں کے نام پیغام میں علامہ اقبال کی بات کہہ دی ہم نے یونہی تو نہیں کہا تھا کہ ذرا ہم جولی سچے ہیں دوست۔ شاہ کنول آپ نے اپنی خوب صورت یادوں کو ہم سے شیئر کیا استارہ ماتوی انداز اور بیان تھا ہم نے زیادہ محسوس کیا۔ جس طرح یاسین بھائی کو ہوئی ویسے ہی اللہ آپ کو دائمی خوشیوں سے نوازے آمین۔ طوالت پر معذرت کے ساتھ اجازت۔"

شگفتہ طارق.........کراچی

السلام علیکم صالحہ آپی، نورین اور تمام عزیز قارئین کو محبت بھرا سلام۔ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی سرورق دمک رہا تھا۔ "گوشہ آگہی" کا تو ایک ایک لفظ دل میں اتر جاتا ہے۔ نسخہ ہائے کیمیا میں نے بھی ذہن نشین کر لیا ہے۔ بہت شکریہ آپی۔ مارچ کے شمارے میں آپی کی تحریر "عزم سفر" کی آخری سطریں بہت کارآمد ہیں۔ بے شک جدوجہد میں ہی کامیابیاں چھپی ہوتی ہیں۔ "ردائے جنت" بے شک ایک ایمان افروز سلسلہ ہے۔ سلسلے وار ناول "تجھ سے مانگوں میں تجھ کو" شازیہ مصطفیٰ بہت عمدگی سے آگے بڑھا رہی ہیں۔ قمروش جی کے قلم سے نکھرتی "تیرے پیار کی خوشبو" نے بلاشبہ ہم سب کو مسحور کر رکھا ہے۔ مکمل ناول "سبز رتوں کا موسم" جیا قریشی کی خوب صورت تحریر تھی۔ "ایک تھی نمشیہ" شاہدہ علی نے خوب لکھا۔ عائشہ الیاس کا افسانہ "شکست" ایک حساس موضوع پر بنی تحریر تھی۔ بہت پسند آئی۔ ساتھ ہی ردا کی وہ سب مصنفات جو اس ماہ میں شامل تھیں اور جو نہیں تھیں ماشاءاللہ سب ایک سے بڑھ کر ایک ہیں۔ فرح ناز رفیق، عما حسین، شاہ کنول، امبرین ناز، علشبہ احمد، ثمینہ فیاض، انشال علی آپ سب کی تحریروں میں سنجیدگی نظر آئی، ویلڈن۔ سندیسوں میں انشاں علی ہمیشہ کی طرح نمایاں رہیں۔ اسی طرح عاشیہ نیازی بھی بہت عمدگی سے تبصرہ کرتی ہیں۔ باقی سلسلے ابھی زیر مطالعہ ہیں۔ آخر میں ان تمام قارئین کا بے حد شکریہ جو میرے ناول کو پڑھ رہی ہیں۔ آپ سب کی تعریف اور تنقید دونوں ہی بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ آپ سب کے لیے دعائیں اور پیار۔ ہمیشہ خوش رہیں۔

رابعہ افضال خان.........کراچی

بہت ساری دعاؤں اور پرخلوص محبت سے مہکتا راحیلہ افضال خان کا سلام ردا سے جڑے تمام لوگوں کو قبول ہو۔ مئی کا ردا جوں ہی ہمارے ہاتھوں میں آیا

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

سرورق پر موجود نازک سی افراہ ہلکے میک اپ اور بہت پیاری سی ہاتھوں پر لگی مہندی کے ساتھ رونق بکھیرتی بہت اچھی لگیں۔ پیاری سی صالحہ آپی کا "گوشہ آگہی" پڑھ کر ہم بھی کچھ دیر کے لیے سب کچھ بھول بھال کر پھولوں اور نیلے پانیوں میں نظر آتے سنہرے چاند کی روشنی سے سجی سپنوں کی بہت حسین وادی میں گم ہو گئے تھے۔ سچ بڑا مزا آیا (یوں بھی پھول پودے نیلا آسمان خاموشی اور تنہائی آئی ریو اٹ) پھر لگتا ہے لفظ موتی بکھیر رہے تھے۔ "ردائے جنت" سے مستفید ہوتے سلسلے وار ناول کی طرف بڑھے جن کا ہمیں ہر ماہ بڑی بے صبری سے انتظار رہتا ہے "تھم سے ہاتھوں میں تھم لو" شازیہ جی ہر قسط پر ڈراپ بہت ہوتی ہے۔ "تیرے پیار کی خوشبو" قمروش شہک کی ملا زرسیل کے غصے کا گراف تھوڑا کم کر دیں (اپنے حد درجہ تیز غصے سے زرسیل صاحب کیا بیچی کچی والے کی جان لیں گے) "جو عشق میں بیتی وہ عشق ہی جانے" نائلہ طارق کیا بات ہے یار سبز رتوں کا موسم جیا قریشی آئی لائک اٹ یار۔ افسانے میں فرح ناز رفیق، دعا حسنین، افشاں علی، ابرین ناز، ثمینہ فیاض، شاہ کنول، عائشہ الیاس، علشبہ احمد سب نے ہی اچھا لکھا سب کے افسانے اچھے تھے۔ "ردا کی ڈائری" میں ملالہ اسلم، ریحانہ نور رضوان، شہلا گل سحر کا انتخاب اچھا لگا۔ FM-102 کے آر جے عدیل اقبال کا انٹرویو دلچسپ تھا۔ پڑھ کر مزہ آیا اس ماہ میں عائشہ نیازی اور صبا سحر نے اچھا لکھا۔ ذرا ہٹ کے کہنا میں سب کا کلام پسند آیا۔ سندیسے میں افشاں علی، صبا عبدالغنی کا سندیسہ اچھا لگا۔ صبا عبدالغنی آپ کی واپسی پر بہت خوشی ہوئی ویلکم بیک شاہ کنول اللہ وتہ ہم آپ کے لیے دل سے دعا گو ہوں کہ خدا آپ کو صدا مسکراتا رکھے جو چاہو وہ پاؤ اور یوں ہی تمہاری زندگی کا ہر لمحہ گلاب کی مانند مہکتا رہے، آمین۔ سوئٹ صبا عبدالغنی میرا سندیسہ آپ کو پسند آیا ہے شکریہ اس کے ساتھ ہی سندیسے کی اس رونق بکھیرتی محفل سے رخصت چاہوں گی زندگی رہی تو ان شاء اللہ پھر حاضر ہوں گی، اب اجازت افضال خان کو اجازت دیجیے۔"

شاہ کنول اللہ وتہ .... لودھراں

السلام علیکم! دوستوں، بہنوں صالحہ آپی، نورین آپی اس بار ردا مجھے پانچ تاریخ کو بڑے انتظار کے بعد ملا۔ ٹائٹل پر افراہ بڑی پیاری لگ رہی تھی۔ خاص کر اس کی مہندی واؤ یار زبردست۔ خیر کہانیوں میں اس ماہ اصول ہیں دل کے ارمان، حسن ذرعل جانے کا ہاتھوں جو پور رنگت میں نے پڑھیں ہیں جو کہ انشاء اللہ کی بہت ہی اچھی تھیں سب ہی علشبہ احمد، عائشہ الیاس [illegible] کی لگی کہانی بہت اچھی تھی۔ جیسے کہ ردا سب کچھ زبردست تھا [illegible] ویلکم شہلا گل سحر آپ کو بھی ویلکم یار۔ شاہدہ [illegible] بہت سا پیار ہے اچھا لکھا آپ نے جب جیا قریشی کی بات ہی اور ہے۔ اب آتی ہوں دوستوں کے پیغام کی طرف۔ عائشہ نیازی میری دوست میری جان اتنی ساری دعاؤں کا جزاک اللہ۔ ہمیشہ خوش رہو آباد رہو مسکراتی اور میرے لیے دعا کرتی رہنا۔ عائشہ ایک بات کہوں (ناولوں کی) پلیز کہانی لکھنا پلیز میرے لیے اس میں ہیروئن کا نام شاہ ہیرو کا نام [illegible] بیچ میں ضرور لکھنا پلیز۔ صبا عبدالغنی کیا کہوں کیسے کہوں لفظ نہیں ہیں صرف احساس ہیں جو میں بیان نہیں کر سکتی میرے لیے کیا ہو اے کاش میں تمہیں بتا سکتی۔ صائمہ افضال خان کیسی ہو کیا کر رہی ہو سدا خوش رہو آمین۔ افشاں علی میری جان مجھے میری [illegible] تم لے۔ میں ناراض ہوں چلو مناؤ مجھے جلدی سے (خوش رہو) بھی تو میرے نام کچھ لکھو کچھ لفظ محبت کے کچھ لفظ زندگی کے۔ سحر جبین، حسنی آراء، نور بانو، فرزانہ شوکت، زاہدہ [illegible] کیسی ہو آپ سب؟"

رضا نور .... کراچی

"السلام علیکم! پیاری سی دنیا کو اور ردا کی پوری ٹیم سمیت تمام قارئین اور رائٹرز کو پیار بھرا خلوص بھرا سلام قبول ہو۔ صالحہ آپا نے ہمیشہ سے ردا سے لکھنے والوں کو خوش آمدید کہا ہے۔ آخر میں تمام رائٹرز سے کہوں گی کہ بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔ نائلہ طارق، شازیہ جی اور قمروش شہک کے ناولز بہت زبردست جا رہے ہیں۔ نئے لکھنے والی فرینڈز بھی اچھا لکھ رہی ہیں اس کے علاوہ سب زبردست ہیں ردا ہر لحاظ سے ایک بہترین ڈائجسٹ ہے۔ اچھا اب بہت ساری دعاؤں کے ہمراہ اجازت چاہوں گی۔"

سحرین کنول .... کراچی

صالحہ آپی جانی اور ردائے آسمان پر جھلمل کرتے ستارے یعنی رائٹرز اور قارئین و ردا اسٹاف کو سحرین کنول کا السلام علیکم! ردا کی بزم میں ہمیشہ صالحہ آپی کی تحاریر چاہے وہ "گوشہ آگہی" ہو یا "ردائے جنت" ناول ہو یا افسانہ دل کو موہ لینے والی تحریر کا مطالعہ کر کے علم میں بھی اور معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ شکریہ صالحہ آپی تمام رائٹرز نئے ہوں یا پرانے سب ہی بہت محنت سے لکھتے ہیں اور اچھا لکھتے ہیں ہیٹس آف ٹو آل آف یو۔ آخر میں تمام جیا [illegible] کی مبارک باد قبول ہو۔ آپ کی تحریر پڑھ کر بے اختیار لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ پڑھ کر پتا چلا کہ آپ دل کی بھی اچھی ہیں۔ ردا بے شک ہر رائٹر کا ہے۔ دعا ہے کہ ردا یونہی کامیابیوں کے قدم چومتا رہے۔ آمین۔"

صفیہ اقبال .... کراچی

ڈیئر ردا اینڈ اسٹاف السلام علیکم! میں ردا کی خاموش قاری ہوں۔ کافی عرصے سے سب سے پہلے ردا کی تعریف کرنا چاہوں گی کہ اس گھٹن زدہ ماحول میں ردا تازگی کا ذریعہ۔ ردا کو پڑھتے وقت انسان زندگی کے دکھوں سے دور ہو جاتا ہے۔ ردا کو پڑھ کر ہی مجھ میں لکھنے کا شوق بیدار ہوا ہے۔ ردا نئے لکھنے والوں کو موقع ضرور دیتا ہے۔ یہ بات سن کر دل خوش ہو گیا۔ نئے لکھنے والوں کو ناامیدی کا منہ نہیں دیکھنا پڑتا یہ پڑھ کر لکھنے کا جذبہ اور بڑھ گیا اور صالحہ آپی آپ کی تحریر بہت سوئیٹ ہے۔ آپ بہت اچھا لکھتی ہیں۔ آپ کو پڑھ کر ہی حوصلہ ملتا ہے اور آپ ہر کسی کو موقع دیتی ہیں یہ جان کر دل خوشی سے جھوم اٹھا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے اور ہمارے ردا کو بھی سلامت رکھے، آمین۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ ردا کے لیے ہمیشہ دعا گو۔"

مصباح سکان رؤف اور امینہ رؤف .... جہلم

ردا ڈائجسٹ کے تمام لکھنے والوں، پڑھنے والوں اور اہل پاکستان کو مصباح سکان اور امینہ رؤف کی طرف سے ڈھیروں دعاؤں اور پیار بھرا السلام علیکم۔ امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے اور موسم گرما کے آغاز سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ ہم بے شک باقاعدگی سے حاضر نہیں ہو پاتے مگر باقاعدگی سے ہر ماہ کے ردا کو بڑے پیار جوش و خروش اور بڑے ہی ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں کچھ مصروفیات زندگانی ہی ایسی ہیں کہ بس کیا بتائیں۔ ہر ماہ کی تحریریں پڑھتے ہیں اور ان کی تعریف دل میں محفوظ کر لیتے ہیں۔ ابھی اس ماہ کچھ مہلت ملی تو فوراً کاغذ قلم تھاما کہ کہیں نہ پھر دیر ہو جائے۔ ہمیشہ کی طرح پیارے ردا کی پیاری رائٹرز کی تحریریں بہت ہی پیاری اور سبق آموز ہیں۔ نئے افسانے بھی اچھے ہیں۔ ردا کی یہی بات تو دل کو بھاتی ہے کہ نئے لکھاری یہاں سے مایوس نہیں ہوتے۔ جہاں مکمل ناول اچھے لگے وہیں ناولٹ بھی سپر ڈن رہا۔ بندہ جو مرضی سوچتا رہے۔ گوشہ آگہی کے الفاظ دل میں اتر گئے۔ ساری بات ہی احساس کی ہے۔ انسان کو اپنی غلطیوں کا اگر اس دنیا میں ہی احساس ہو جائے تو پھر رونا کس بات کا ہے۔ تمام اشعار، غزلیں، چٹپٹے چٹپٹے کی ڈشز بہت اچھی لگیں۔ مختصر یہ کہ ہر ماہ کی طرح اس ماہ کا شمارہ بھی اپنی مثال آپ تھا۔ ہماری غیر حاضری کو ہماری

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

غفلت، لاپروائی یا کچھ اور ثابت کروا دے گا۔ ہم تو ردا کے بڑے ہی پیارے فین ہیں۔ جون میں میرے (مصباح) ایم اے پارٹ ٹو کے امتحان ہیں دعا کیجیے کہ خیریت سے اچھے ہو جائیں۔ اچھا اب اجازت طلب کرتے ہیں رب کی رضا ہوئی زندگی نے مہلت دی سانسوں نے وفا کی تو آئندہ بھی آپ کے دروازے پر دستک دیتے رہیں گے۔ پیارے وطن کے لیے ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ آپ کی مخلص مصباح مسکان اور ماہ جبین ثاقب اجازت چاہتی ہیں۔"

مہر خشاں ضیاء .... کراچی

پیاری صالحہ آپی السلام علیکم! الحمدللہ تعالیٰ سے آپ اور ردا کی ٹیم کی خیریت نیک مطلوب چاہتی ہوں۔ اس دفعہ بھی ردا بہت لیٹ ملا۔ ٹائٹل گرل کے ہاتھوں پر لگی مہندی بہت ہی خوب صورت تھی۔ اپنی نظم دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ "گوشۂ آگہی" کے یہ جملے زندگی کے ہر موڑ پر کام آئیں گے۔ "رونے سے زندگی کبھی نہیں گزرتی چپنے سے سہل ہو جاتی ہے۔" "صبر والوں کے لیے بڑا اجر ہے۔" تمام ہی کہانیاں بہترین تھیں۔ افسانوں میں عما حسنین کا "اصول" بہترین تھا۔ انہوں نے سانحہ پشاور کو اپنے قلم سے جس مثبت انداز میں لکھا وہ قابل تعریف ہے۔ عائشہ الیاس کی "شکست" بھی اچھی تحریر تھی۔ پیسے نے دنیا کو اپنا غلام بنا لیا ہے۔ دنیاوی خواہشات میں مبتلا ہو کر خلق خدا کے حقوق ہر شخص بھول چکا ہے۔ ویل ڈن عائشہ۔ ثناء کنول کی منگنی کا پڑھ کر خوشی ہوئی بہت بہت مبارکاں۔ نظمیں بھی تقریباً سبھی کی اچھی تھیں۔ اللہ پاک تمام رائٹرز کے قلم کو یونہی رواں رکھے تاکہ وہ اپنی تحاریر سے ہمیشہ ردا کو سجاتی رہیں۔ مجھے امید ہے کہ ردا سے جو پیارا رشتہ جڑا ہے۔ وہ مزید مضبوط ہو گا۔ نیک تمناؤں اور دعاؤں کے ساتھ اجازت دیجیے۔"

ریحل ارزو .... اوکاڑہ

السلام علیکم! پیاری آپی صالحہ اور پر خلوص سی نورین امید کرتی ہوں کہ آپ خیریت سے ہوں گی۔ ماہ مئی کا شمارہ مئی کی نویں تاریخ دوپہر کو موصول ہوا جو خوشی کا احساس دلا گیا۔ خوب صورت الفاظ سے سجے گوشۂ آگہی میں صالحہ آپی نے اداسی دور کرنے کی ٹپس سے آگاہ کیا اور پریشان حال لڑکیوں کی ہمت و حوصلہ بڑھایا۔ آپی کی باتیں مشعل راہ ہوتی ہیں جن پر عمل کر کے زندگی کو سہل کیا جا سکتا ہے۔ اس بار بھی افسانے بہترین سبق آموز تھے۔ فرح ناز رفیق کا افسانہ "مان" شوبز کی ہستیوں کی زندگی کی عکاسی کرتا ہوا ایک سبق تھا کہ شک کی بنیاد پر کبھی کوئی انتہائی قدم نہیں اٹھانا چاہیے۔ اس سے صرف پچھتاوے ہی مقدر بنتے ہیں۔ عما حسنین کی تحریر "اصول" سانحہ پشاور میں شہید ہونے والے معصوم بچوں کی یاد دلا کر رلا گئی (افشاں) اچھے موضوع پر قلم اٹھایا آپ نے خوش رہیے۔ ابیرین ناز "حسن تو ڈھل جائے گا" حسن کیا ہر چیز کو زوال ہوتا ہے۔ کسی چیز پر انسان کو اختیار نہیں اس پر قطعاً غرور نہیں کرنا چاہیے۔ بہرحال افسانہ ایک اچھا پیغام لیے ہوئے تھا۔ "تماشا" ثمینہ فیاض کی ایک بہترین کاوش، بہت خوب تحریر تھی ثمینہ جی۔ "برف زادوں کی گلی" خوب صورت عنوان والی ثناء کنول کی یہ تحریر بہت پسند آئی۔ کہانی کی ہیپی اینڈ تک رواں رہی۔ "شکست" عائشہ الیاس کا انداز تحریر شاندار ہے۔ کمال کی گاؤں کی منظر کشی کی گئی۔ الفاظ کا چناؤ بہترین تھا کہانی نے اداس کیا مگر اختتام لبوں پر مسکان بکھیر گیا۔ "جرم" طیبہ احمد کا مختصر لکھا جانے والا اہم ٹاپک پر لکھا گیا افسانہ بہت پسند آیا۔ تمام بہنوں نے خوب صورت انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ افشاں علی، سحر سیمین، صبا عباسی، کنول آماء، قمر وقی مہک اور عالیہ نیازی کے سندیسے پسند آئے۔ اب اجازت چاہتی ہوں زندگی اور حالات نے اجازت دی تو ان شاءاللہ پھر حاضر ہوں گی۔ اللہ حافظ۔

☆

کچن

دھواں قیمہ

قیمہ	ایک کلو
لہسن	ایک گٹھی
ادرک	دو کھانے کے چمچ
چنے	5 ٹی اسپون / بھنے ہوئے
خشخاش	5 ٹی اسپون / پسی ہوئی
کھوپرا	5 ٹی اسپون / پسا ہوا
سونف	5 ٹی اسپون / دونوں کو بھون کر
دھنیا ثابت	5 ٹی اسپون
دہی	ایک پاؤ
لال مرچ پاؤڈر	3 ٹی اسپون
ہلدی	ون ٹی اسپون
نمک	حسب ذائقہ
پیاز	دو عدد

ترکیب: تمام مسالے باریک پیس کر قیمے میں ملائیں۔ دہی بھی مکس کر دیں دو گھنٹے رکھ دیں۔ تیل میں پیاز براؤن کر کے قیمہ ڈالیں اور گلنے دیں۔ قیمہ بھون کر کوئلہ دہکا کر رکھ دیں اور کوئلے کے اوپر گھی ڈال دیں۔ ڈھکن بند کر دیں اوپر سے ہرا مصالحہ ڈال دیں رائتے سلاد سے لطف اندوز ہوں۔

کھوپرے کا حلوہ

پسا ہوا کھوپرا	ایک پاؤ	
سوجی	ایک پاؤ	
چھوٹی الائچی	چھ عدد	
سوکھا دودھ	ایک پاؤ	
بادام پستے	آدھی	آدھی
	چھٹانک	
گھی	ون ٹیبل اسپون	
چینی	ایک پاؤ	

ترکیب: گھی میں الائچی ڈال کر براؤن کریں۔ سوجی بھون کر الگ برتن میں نکال لیں ایک باؤل میں کھوپرا چینی سوکھا دودھ پانی ڈال کر گاڑھا پیسٹ بنا لیں اور سوجی میں شامل کر لیں اب تمام اجزاء کو خوب اچھی طرح بھون لیں کانچ کی ڈش میں نکال کر پستے بادام کترے ہوئے سے ڈیکوریٹ کریں اور مہمانوں کے آگے پیش کریں۔

(ریحانہ حسن۔ کراچی)

حیدرآبادی بگھارے بینگن

اجزاء:

ہرے بینگن	1 کلو
تل	1 چھٹانک
کھوپرا	1 چھٹانک
مونگ پھلی	آدھا پاؤ
دہی	آدھا پاؤ

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

سفید زیرہ	دو چائے کے چمچ
کڑی پتہ	چند پتے
پسا ہوا دھنیا	3 چائے کے چمچ
نمک	حسب منشاء
لال مرچ	حسب ذائقہ
تیل	ڈیڑھ پاؤ

ترکیب:۔ تل، کھوپرا، مونگ پھلی اور 1 چمچ سفید زیرہ بھون کر پیس لیں۔ پتیلی میں تیل گرم کر کے بینگن کو ہلکا سا گرم کریں۔ پھر بینگن نکال کر اس میں 1 چمچ سفید زیرہ ڈال کر بھونیں پھر کڑی پتہ اور پسے ہوئے مصالحے کو تیل میں ڈال کر بھونیں۔ پسا ہوا دھنیا، نمک اور لال مرچ بھی شامل کر دیں۔ جب مصالحہ تیل چھوڑنے لگے اس میں 2 گلاس پانی شامل کر دیں۔ بھگوئی ہوئی املی بھی نچوڑ کر ڈال دیں۔ تلے ہوئے بینگن ڈال کر 10 منٹ ہلکی آنچ پر پکائیں۔

مزیدار حیدر آبادی بگھارے بینگن تیار ہیں۔

تندوری روٹی کے ساتھ پیش کریں۔

(نازیہ نسیم۔ کراچی)

چپلی کباب ودویجی ٹیبل

اجزاء:۔

قیمہ	آدھا کلو
نمک	حسب ذائقہ
ادرک (پیسٹ)	1 چائے کا چمچ
لہسن (پیسٹ)	1 چائے کا چمچ
لال مرچ (پاؤڈر)	1 کھانے کا چمچ
زیرہ (پاؤڈر)	1 کھانے کا چمچ
انار دانہ	1 کھانے کا چمچ
گرم مصالحہ (پاؤڈر)	1 کھانے کا چمچ
دھنیا ثابت (پاؤڈر)	1 کھانے کا چمچ
ٹماٹر	2 عدد (باریک کٹے ہوئے)
انڈے	3 عدد
کورن فلور	آدھا کپ
تیل یا گھی	فرائی کے لئے

ترکیب:۔ قیمہ باریک پسا ہوا دھو کر چھان لیں۔ قیمہ میں سارا مصالحہ ڈال کر کم از کم دو گھنٹے رکھ دیں۔ ٹماٹر، ہرا پیاز، انڈے اور کورن فلور ڈال کر اچھی طرح مکس کر لیں۔ توے پر تیل گرم کریں قیمے کا بڑا سا پیالہ بنائیں اس کو توے پر رکھیں اور کسی چمچ کی مدد سے توے پر ہی پھیلائیں تاکہ چپلی کباب بن جائے اور چپلی لال ہونے دیں پھر دو چمچوں کی مدد سے اسے پلٹیں۔ مزے دار چپلی کباب تیار ہیں۔ لیموں اور سلاد کے ساتھ گرم گرم سرو کریں۔

چکن ہانڈی

اجزاء:۔

چکن	1 کلو (چھوٹی بوٹی)
پیاز	3 عدد (باریک کٹی ہوئی)
ٹماٹر	4 عدد (باریک کٹے ہوئے)
زیتون کا تیل	3 چائے کے چمچ
ثابت زیرہ	1 چائے کا چمچ
لال مرچ	2 چائے کے چمچ
ہلدی	آدھا چائے کا چمچ
دھنیا	1 چائے کا چمچ
نمک	ڈیڑھ چائے کا چمچ
پسا ہوا گرم مصالحہ	1 چائے کا چمچ
ادرک	1 کھانے کا چمچ
لہسن	1 کھانے کا چمچ
ہرا دھنیا	آدھی گڈی (باریک کٹی ہوئی)
ادرک	1 انچ (باریک کٹی ہوئی)

ہری مرچ	6 عدد (باریک کٹی ہوئی)
لیموں کا رس	2 لیموں کا

ترکیب:۔ تیل گرم کریں پیاز ڈالیں ساتھ ہی ثابت زیرہ ڈال دیں پیاز کو گولڈن ہونے سے پہلے اس میں باریک کٹے ہوئے ٹماٹر ڈال دیں اور ڈھک دیں۔

جب ٹماٹر نرم ہو جائیں اور پیسٹ سا بن جائے تو اس میں سارے پسے ہوئے مصالحے ڈال کر بھونیں اور ساتھ ہی مرغی بھی ڈال کر بھونتے جائیں۔ مرغی کا پانی بالکل خشک ہونے تک بھونیں۔ یاد رہے مرغی کا گوشت بالکل نرم ہونا چاہئے۔

تیل اوپر آجائے تو اسے مٹی کی ہانڈی میں ڈال دیں اوپر دھنیا، ہری مرچ، ادرک باریک کٹا ہوا اور لیموں کا رس ڈال کر ڈھکن ڈھک کر ہلکی آنچ پر دم پر رکھیں۔ 5 سے 10 منٹ کے لئے۔

گرم گرم تندوری روٹی کے ساتھ سرو کریں۔

افغانی بریانی

اجزاء:۔

مٹن / بیف	1 کلو (ہڈیوں کے ساتھ)
پیاز	4 عدد
لونگیں	8 عدد
ٹماٹر (پیسٹ)	5 عدد ٹماٹر
کالی الائچی	4 عدد
چھوٹی الائچی	4 عدد
گاجر	آدھا کلو
بادام	6,7 عدد
چاول	آدھا کلو (پانی میں بھگو کر رکھیں)
پستہ	5,6 عدد
کشمش	6,7 عدد
زیتون کا تیل	2 کپ
زعفران	1 چٹکی

ترکیب:۔ ایک پین میں پیاز سنہری کر لیں پھر اس میں گوشت مع گرم مصالحہ اور ٹماٹر (پیسٹ کے) ڈال دیں اور پین کو ڈھک کر رکھ دیں تاکہ گوشت گل جائے مصالحے کو چند منٹ بھونیں پھر آدھا کپ پانی ڈال کر پانچ سے دس منٹ پکائیں گاجر کو باریک کاٹ کر فرائی کریں پھر اس میں پستہ، بادام، کشمش، گاجر اور زعفران ڈال کر مکس کر لیں اوپر سے سبز الائچیاں چھڑک کر بریانی کو بیس منٹ کے لئے دم دیں اور سرو کریں۔

نوٹ☆ دہی کے رائتے کے ساتھ بہت مزہ دیتی ہے۔

کوکونٹ پڈنگ

اجزاء:۔

دودھ	ڈھائی کپ
سوجی	آدھا کپ
تازہ ناریل	آدھا کپ (کش کر لیں)
چینی	آدھا کپ
انڈے	3 عدد
ونیلا اسنس	چند قطرے
خشخاش	2 کھانے کے چمچ

ترکیب:۔ ٹھنڈے دودھ میں سوجی، چینی اور آدھا ناریل مکس کر لیں اور چولہے پر ہلکی آنچ پر رکھ کر پکائیں الائچی کے دانے ڈال کر چمچ چلاتے جائیں جب تک گاڑھا ہو جائے۔

گاڑھا ہو جانے پر چولہے سے اتار کر اس میں بچا ہوا ناریل اور انڈے کا آمیزہ ملا کر مکس کریں، ونیلا اسنس ڈالیں۔

تھوڑا پھینٹا ہوا انڈا اور ناریل بچا لیں اوپر لگانے کے لئے۔ ڈش کو گریس کریں۔ اوون گرم کریں۔

ڈش میں آمیزہ ڈال کر اوپر انڈا اور ناریل بچا ہوا ڈالیں پھر خشخاش ڈال کر 30 منٹ تک بیک کریں ٹھنڈا ہونے

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

پر چوکور شیپ میں کاٹ کر پلیٹ میں نکال کر سرو کریں۔

آئس کریم کیک

اجزا:۔

اسپنج کیک	14 انڈوں کا (پلین)
آئسکریم	1 لیٹر (ونیلا)
بادام پستہ	آدھا کپ
چاکلیٹ	2 بار (ڈیری ملک چاکلیٹ)
جوس	1 گلاس
کریم	1 پیکٹ

اسپنج کیک کے اجزا:۔

انڈے	6 عدد
میدہ	12 کھانے کے چمچ
بیکنگ پاؤڈر	1 چائے کا چمچ
چینی	12 کھانے کے چمچ (پسی ہوئی)
گھی	گریس کرنے کے لیے

اسپنج کیک کی ترکیب:۔

میدہ اور بیکنگ پاؤڈر کو ساتھ چھان لیں۔

اوون کو پہلے گرم کریں پین گریس کریں انڈے کی سفیدی اور زردی کو الگ کر لیں جس برتن میں مکس کرنا ہے اس میں سفیدی ڈال کر پھینٹیں (الیکٹرک بیٹر سے) پھر زردی ڈال کر بیٹ کریں اس کے بعد ایک ایک چمچ کر کے چینی ڈالتے جائیں اور بیٹ کرتے جائیں پھر میدہ تھوڑا تھوڑا کر کے ڈالتے جائیں اور ہاتھ سے آہستہ آہستہ مکس کریں جب اچھی طرح مکس ہو جائے تو گریسڈ پین میں ڈال کر پہلے سے گرم کیے ہوئے اوون میں رکھ دیں پندرہ سے بیس منٹ میں بیک ہو جائے گا۔ نکال کر ٹھنڈا ہونے دیں پھر استعمال کریں۔

ترکیب:۔ کیک کو بیچ سے کاٹ کر جس پین میں سیٹ کرنا ہے اس میں رکھیں اور آدھا جوس ڈال دیں آئسکریم کے سلائس کر کے اس کو سیٹ کریں اوپر چاکلیٹ پھیلا کر ڈالیں اوپر سے بادام پستہ ڈالیں اور سیٹ ہونے کے لیے فریزر میں رکھیں جب سیٹ ہو جائے تو نکال کر اس پر کریم ہاف پیکٹ ڈال دیں اوپر سے مزید چاکلیٹ پگھلی ہوئی ڈالیں اور اوپر آئسکریم کی ایک اور تہہ لگا کر سیٹ ہونے کے لیے فریزر میں رکھ دیں۔

جب سیٹ ہو جائے تو کیک کا دوسرا حصہ اور بچا ہوا جوس ڈال کر سیٹ ہونے دیں پھر کریم اور چاکلیٹ سالس سے ڈیکوریٹ کریں۔

ہاٹ چکن بروسٹ

اجزا:۔

چکن	1 (درمیانی سائز کی) (4 حصوں میں کٹی ہوئی)
کالی مرچ	آدھا چائے کا چمچ
میدہ	آدھا کپ
انڈے	2 عدد
نمک	حسب ضرورت
تیل	تلنے کے لیے
ڈبل روٹی کا چورا	1 کپ
لہسن ادرک کا پیسٹ	1 کھانے کا چمچ

ترکیب:۔ چکن کے ٹکڑوں کو نمک، کالی مرچ، لہسن ادرک پیسٹ اور نمک کے ساتھ میرینیٹ کرنے کے لیے ایک گھنٹے کے لیے فریج میں رکھ دیں۔

انڈوں کو پھینٹ لیں۔ انڈوں کو پھینٹ کر اس میں کالی مرچ اور نمک ملا دیں پھر چکن کے ٹکڑوں کو پہلے میدے میں فولڈ کریں اس کے بعد انڈوں میں اور آخر میں بریڈ کرمز لگا کر پندرہ منٹ کے لیے فریج میں رکھ دیں تا کہ سیٹ ہو جائے۔

آخر میں تیل میں چکن کے ٹکڑے ڈال کر درمیانی آنچ پر دس منٹ تک فرائی کریں دونوں طرف سے براؤن کریں اور بروسٹ کو سلاد کے ساتھ سرو کریں۔

سنگھار

جلد کے لیے

(1)۔ مسور کی دال پیس کر دہی میں ملا لیں، اچھی طرح پھینٹ کر چہرے پر لگا لیں، سوکھنے پر اتار دیں، جلد چمکدار ہو جائے گی۔

(2)۔ زیتون کا تیل، شہد، ہلدی اور صندل میں ملا کر چہرے پر لگائیں پندرہ منٹ بعد دھو لیں یہ عمل خشک اور مرجھائی ہوئی جلد کو تازہ کرتا ہے۔

موٹاپے کے لیے

(1)۔ موٹاپا کم کرنے کے لیے ایک کپ نیم گرم پانی میں ایک عدد لیموں نچوڑ کر پی لیں جس سے جسم کی چربی پگھلتی ہے۔

(2)۔ نہار منہ قہوہ میں لیموں نچوڑ کر اسے پئیں دوپہر کو بھی استعمال کرنے سے فائدہ ہوگا۔

(3)۔ کھیرا ککڑی کا استعمال کثرت سے کریں۔

(4)۔ الائچی سونف کے دانے لیموں کے پانی میں استعمال بھی مفید ہے۔

(5)۔ ادرک کی چائے مفید ہے۔

(6)۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد گرم پانی پیا جائے۔

(7)۔ گرم پانی میں شہد ملا کر پینے سے فائدہ ہوگا۔

سیدہ امبر ہاشمی۔۔۔ کراچی

جلد کی دیکھ بھال

فیس اسکرب کے بغیر بحال

ہماری جلد پر ہر روز مردہ خلیوں کی ایک تہہ جمع ہو جاتی ہے جس کے باعث یہ بے رونق اور کھردری نظر آنے لگتی ہے۔ زیادہ تر خواتین چہرے کی کلینزنگ، ٹوننگ اور موئسچرائزنگ کی اہمیت سے تو واقف ہیں لیکن وہ اس بات سے آگاہ نہیں کہ اسکن کیئر کا یہ عمل اسکربنگ کے بغیر ادھورا رہتا ہے۔ عام تصور یہ ہے کہ روزانہ اسکربنگ سے چہرے کی جلد خراب ہو جاتی ہے۔ جبکہ سچ یہ ہے کہ اگر آپ باقاعدگی کے ساتھ کسی نرم اثر اسکرب سے چہرے کی اسکربنگ نہ کریں تو مردہ کھال جمع ہو کر اسے خشک اور کھردرا بنائے گی۔ یہ بے جان خلیے جلد کی تازگی چھین لیتے ہیں کیونکہ ان کے باعث آپ کی جلد مکمل کر سانس نہیں لے پاتی۔ ماہرین کی رائے کے مطابق جلد سے مردہ خلیے اتارے بغیر کلینزنگ اور ٹوننگ کرنا دانے اور مہاسے پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے کیونکہ مردہ خلیوں کے باعث جلد کے مسامات بند ہو سکتے ہیں اور بیکٹیریا کی افزائش کے نتیجے میں دانے یا ایکنی نمودار ہو سکتی ہے۔

باقاعدہ اسکربنگ سے جلد کے مسامات بند نہیں ہوتے اور خواتین کے ذہن میں اسکربنگ سے متعلق غلط تصورات پائے جانے کی وجہ عام طور پر غلط اسکرب کا استعمال ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں درج ذیل باتوں کا خیال رکھیں۔

ایکسفولیٹنگ اسکربنگ کے لیے ایسا اسکرب منتخب کریں جس

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

میں پپیتا اور خوبانی جیسے اجزاء کے علاوہ وٹامن اے، سی اور ای موجود ہوں، تاکہ ان کی مدد سے آپ کی جلد سورج کی مضر شعاعوں، فضائی آلودگی اور وقت سے پہلے جھریاں پڑنے کے عمل سے محفوظ رہے۔

☆ اپنے لیے کوئی اسکرب منتخب کرنے سے پہلے اس بات کا اطمینان کرلیں کہ یہ آپ کی جلد کی ساخت کے اعتبار سے مناسب ہے۔ کیونکہ ایسا اسکرب استعمال کرنے کے نتیجے میں کہ جو آپ کی جلد کے لیے موزوں نہ ہو ریشز پڑ سکتے ہیں۔

☆ خوبانی بطور خاص اسکن کو نرم و ملائم اور ہموار بنانے کی خوبی رکھتی ہے لہٰذا ایسا اسکرب استعمال کریں جس میں خوبانی شامل ہو۔

☆ حساس جلد کی مالک خواتین کے روزانہ استعمال کے لیے ہلکا یا معتدل اسکرب بہترین مانا جاتا ہے۔ لہٰذا تمام خواتین یہ بات یاد رکھیں کہ روزانہ کی جانے والی اسکربنگ بلیک ہیڈز اور وائٹ ہیڈز صاف کرکے آپ کی جلد کو نہ صرف تازگی کا احساس بخشتی ہے بلکہ اسے صحت مند اور ریشم کی مانند نرم و ملائم رکھتی ہے۔ اس لیے اپنے حسن کی حفاظت میں کسی بھی قسم کی سستی سے کام نہ لیں کہ کہیں آپ کی جلد کی خوبصورتی ہی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو جائے۔ کلینزنگ، اسکربنگ، ٹوننگ اور موئسچرائزنگ کو اپنے روز کے معمول میں شامل رکھیں۔ پھر دیکھیں کہ اس کے کتنے حیرت انگیز نتائج آپ کے سامنے آتے ہیں۔

کلینزنگ

یہ بالکل سادہ اور آسان عمل ہے مگر اس کو استعمال کرتے وقت اکثر خواتین غلطی کر جاتی ہیں۔ اس سے کوئی بحث نہیں کہ آپ کی رنگت کس قدر خراب ہے آپ کو ایسا کلینزر کبھی استعمال نہیں کرنا چاہیے جو آپ کی جلد کو لال کردے۔ اگر جلد میں موجود خلیوں کو نقصان پہنچے گا یا یہ تباہ ہو جائیں تو جلد اور زیادہ خراب ہو جائے گی۔ لوشن بیسڈ کلینزر ہر ٹائپ کی جلد کے لیے شاندار ہوتا ہے۔ یہ جلد کو پوری طرح صاف کردیتا ہے اور اس کے خلیوں کو نقصان بھی نہیں پہنچاتا ہے۔ اگر آپ کی جلد اسپیشل توجہ چاہتی ہے جیسے کہ آپ کی جلد خشک یا چکنی ہے تو آپ کو حد درجہ محتاط ہو کر اس کی دیکھ بھال کرنی ہوگی۔ خشک جلد کے لیے ایسا کلینزر لیں جس میں ایکسٹرا موئسچرائزنگ ہو۔ چکنی جلد کی حامل خواتین ایسا کلینزر استعمال کریں جو تیل کے خلاف قوت مزاحمت پیدا کرتا ہو۔

ٹوننگ

جس طرح ہم اپنے جسم کو شیپ میں رکھنے کے لیے جتن کرتے ہیں اسی طرح ہماری جلد بھی شیپ میں رہنا چاہتی ہے ضرورت سے زیادہ کام اور عمر کی بڑھوتری کے ساتھ ساتھ جلد کی قدرتی لچک متاثر ہونے لگتی ہے۔ یہ پھولنے لگتی ہے اور ان پر شکنیں بھی نمودار ہونے لگتی ہیں۔ جلد کی ٹوننگ کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ یہ مسام کے منہ کو بڑھنے نہیں دیتا ہے۔ مسام کے منہ جس قدر بڑے ہوں گے اسی قدر گرد و غبار کے جلد کے اندر داخل ہونے کے مواقع زیادہ ہوں گے۔ میک اپ بھی ان کے اندر گھس جائے گا اور مسام بند ہو جائیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جلد پر دانے نکلنے لگتے ہیں۔ نرمی کے ساتھ ٹوننگ کا عمل کریں اس سے آپ کی جلد کی لچک برقرار رہے گی، جلد تر و تازہ نظر آئے گی، مسام کے منہ چھوٹے رہیں گے اور شکنوں کے نمودار ہونے کے عمل میں کمی آجائے گی۔ اس مضمون میں جو پانچ مرحلے بتائے جا رہے ہیں، اکثر خواتین اس (ٹونر) مرحلے کو نظر انداز کر جاتی ہیں مگر یہی وہ مرحلہ ہے جو خوبصورت جلد کے لیے راستہ بناتا ہے۔ یہ کسی سادہ کینوس کی طرح ہوتا ہے جس پر آپ جس کی بھی تصویر بنانا چاہتی ہوں، بنالیں۔ یہ بھی میک اپ کے لیے بنیاد فراہم کرتا ہے۔

☆———☆———☆

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش
یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے
ہم خاص کیوں ہیں :-
✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
✧ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل رینج
✧ ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
✧ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رزیوم ایبل لنک
✧ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
✧ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
✧ مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
✧ ہر کتاب کا الگ سیکشن
✧ ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
We Are Anti Waiting WebSite
واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے
ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں
ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں
اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں
WWW.PAKSOCIETY.COM
Online Library For Pakistan
Like us on Facebook
fb.com/paksociety
twitter.com/paksociety1
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY